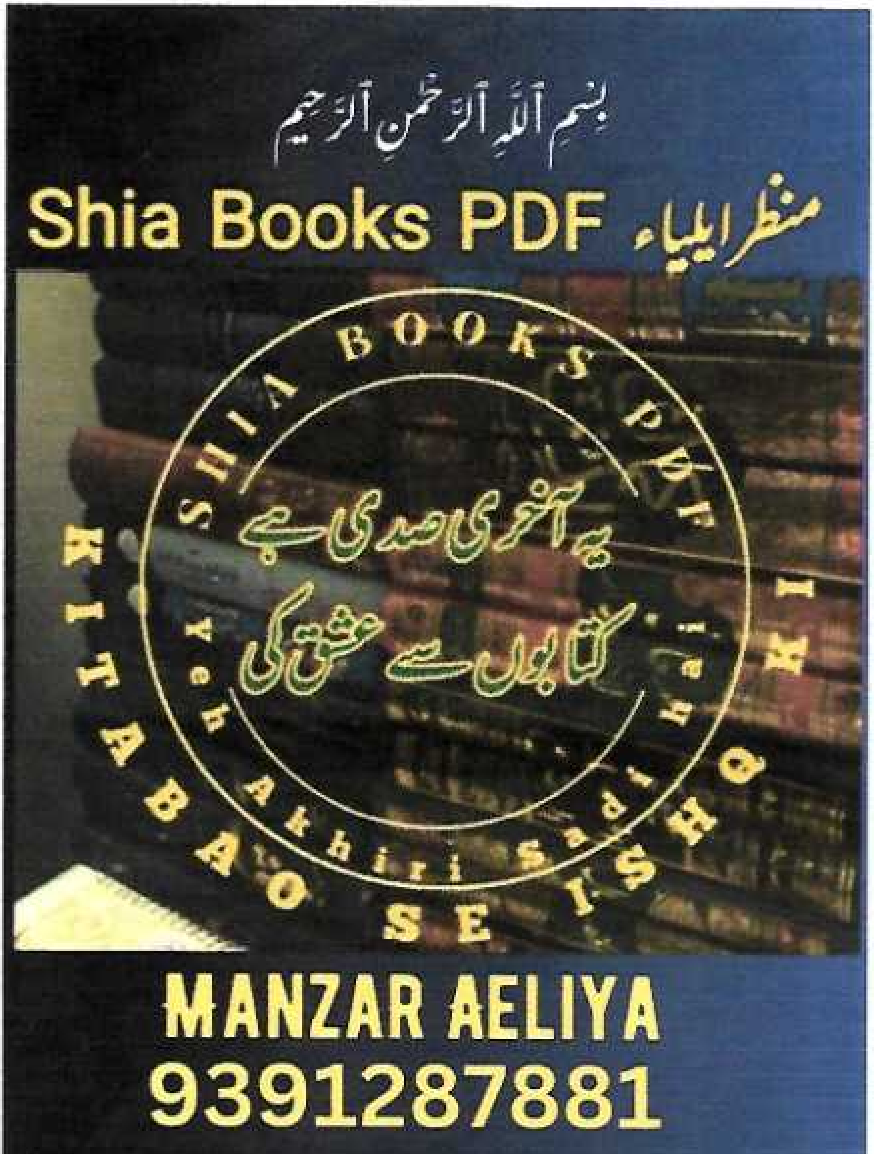
بسم اللہ الرحمن الرحیم
Shia Books PDF منظر ایلیاء
SHIA BOOKS PDF
Yeh Akhiri Sadi hai
یہ آخری صدی ہے
کتابوں سے عشق کی
KITABAO SE ISHQ KI
MANZAR AELIYA
9391287881
HYDERABAD INDIA

حیات طیبہ مادر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ

آمنہ

بنت الوہب سلام اللہ علیہا

ثقلین حیدر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ طیبہ

مادرِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سیدہ آمنہ بنتِ وہب سلام اللہ علیہا

تالیف:

ثقلین حیدر

[illegible] حاصل کریں
ام البنین آن لائن بک اینڈ تبرکات سینٹر
Cont: 0314-2056416,
Whatsup: 0341-7234330,,0342-2048841

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

کتاب	:	حیاتِ طیبہ سیدہ آمنہ بنت وہب سلام اللہ علیہا
تالیف	:	ثقلین حیدر
سال اشاعت	:	۲۰۲۲ء
تعداد	:	۵۰۰
طابع	:	سید غلام اکبر
ہدیہ	:	۵۰۰ روپے

SABEEL E SAKINA
PAKISTAN

All rights reserved. This book or any portion thereof may not be reproduced or used in manner whatsoever without the express written permission of the publisher except for the use of brief quotations in a book review.

ST-1/B, Block 6, Federal 'B' Area,
Karachi (75950) – Pakistan
+92 (0) 333 3589 401
Office No. F-28 Al Latif Center,
Main Boulevard Gulberg, Lahore - Pakistan
+92 (0) 321 4664 333
www.ziaraat.com
webmaster@ziaraat.com fb.com/ziaraatdotcom
whatsapp online bookstore
+92 (0) 348 8640 778

انتساب

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پدرِ بزرگوار

حضرت عبداللہ علیہ السلام

بن

حضرت عبدالمطلب علیہ السلام

کے نام

هر صاحبِ سخن سے ہے فطرت کا اِک سوال
شاہوں کی مدح میں تو قصیدے بصد کمال
توصیفِ والدینِ نبیؐ غفلتِ خیال
یہ غفلتِ خیال ہے ایمان کا زوال

قرآن پڑھ کے اجرِ رسالت ادا کرو
ماں باپ ہیں رسولؐ کے اِن کی ثنا کرو
(قیصرؔ بارہوی)

فہرست مضامین

انتساب		۳
اشعار قیصر بارہوی		۴
فہرست مضامین		۵
ایک نوجوان کی تحقیق	ڈاکٹر سیّد تلمیذ حسنین رضوی	۱۶
کم سنی کی عمدہ کاوش	علامہ سیّد ارتضیٰ عباس نقوی	۲۰
بی بی معصومہ آمنہؑ کی زندگانی پر نایاب کتاب	مولانا سیّد محمد عون نقوی	۲۲
قلم کی ذمہ داری	علامہ سیّد زہیر عباس عابدی	۲۴
بسمہ تعالیٰ	مولانا سیّد سبطین علی نقوی	۲۶
سعادت مندی	مولانا بشارت علی جواد الفاطمی	۲۷
پیش لفظ		۲۹
باب۔۱		۳۱

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے فضائل

اعلیٰ نسبی	۳۲
معصومؑ کی زبان پر مدح آمنہؑ	۳۲
حضرت آمنہؑ پر آتش دوزخ حرام ہے	۳۳
خاندانی شرف	۳۳
کردار و عظمت جناب آمنہؑ	۳۴

آمنہؑ اپنے دور کی عورتوں کی سردار ۳۶
آمنہؑ کی دانائی ۳۶
کریموں میں کریم آمنہؑ ۳۶
سیدہؑ کی نیابت میں نماز وطواف ہدیہ کرنا ۳۷
صرف رسولؐ کی ماں ۳۷
باب۔ ۲ ۳۹

ہندوؤں کی قدیم کتاب میں حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا تذکرہ

کتب سابق میں پیغمبرؐ کی بشارتیں ۴۰
برہم اُترکھنڈ کا تعارف ۴۱
مہادیو کی بشارت میں جناب آمنہؑ کا ذکر ۴۲
کلکی یا کالکی پوران میں آمنہ کا ذکر ۴۲
باب۔ ۳ ۴۵

خاندانی پس منظر

بنی زہرہ کون ہیں ۴۶
آمنہؑ کے بھائی: ۴۷
بنوزہرہ اور دشمنانِ رسولؐ ۴۷
شجرہ حضرت عبداللہؑ وحضرت آمنہ سلام اللہ علیہا ۴۸
کلاب بن مرہ کی شخصیت ۴۹
مرہ بن کعب کی عرب میں حیثیت ۵۰
سب سے پہلے خطیب کعب بن لوی اور آپ کی خدمات ۵۰

لوی بن غالب کی شخصیت ۵۱
غالب بن فہر کی شخصیت ۵۲
کعبہ پر حملہ اور فہر بن مالک کی بہادری ۵۲
مالک بن نضر ۵۳
نضر بن کنانہ اور قریش کی وجہ تسمیہ ۵۳
کنانہ بن خزیمہ اور مہمان نوازی ۵۵
خزیمہ بن مدرکہ ۵۵
مدرکہ بن الیاس ۵۶
الیاس بن مضر کے ایمان کی تصدیق ۵۷
مضر بن نزار کے ایمان کی تصدیق ۵۸
نزار بن معد کی پیشانی پر نورِ محمدؐ ۵۹
معد بن عدنان کی شخصیت ۶۰
عدنان بن ادو ۶۱
باب۔ ۴ ۶۳

آمنہ سلام اللہ علیہا کی ولادت اور حالات

آمنہ نام کا مطلب ۶۴
آمنہؑ کی ولادت ۶۴
تربیت ۶۴
آمنہؑ کی بہنیں ۶۴
عرب کی کاہنہ کی پیشنگوئی ۶۵

باب۔۵ ... ۶۷

آمنہ نامی خواتین

خاندان اہلبیتؑ میں آمنہ نامی خواتین ... ۶۸
آمنہ نامی صحابیات ... ۶۹
آمنہ نامی محدثات ... ۷۰
حضرت ام البنینؑ کے خاندان کی ایک خاتون ... ۷۱
آمنہ زوجہ عمرو بن حمق خزاعی ... ۷۱
آمنہ نامی دیگر خواتین ... ۷۲
آمنہ نامی شاعرات ... ۷۲
باب۔۶ ... ۷۳

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے شوہر جنابِ عبداللہ علیہ السلام

عبداللہ کا سلسلہ نسب ... ۷۴
عبداللہؑ کے بہن بھائی ... ۷۴
ولادت ... ۷۵
نورِ مصطفویؐ کی برکات ... ۷۶
نسب اور کنیت ... ۷۷
ذبحِ عبداللہ کی داستان اور اس کی حقیقت ... ۷۷
عبداللہؑ کی شاعری ... ۸۱
یہود کی سازش اور تدبیر الٰہی ... ۸۲
عبداللہؑ سے شادی کی خواہش مند خواتین ... ۸۳

اُم قتال ... ۸۳
فاطمہ بنت مراء الخثعمیہ ... ۸۴
فاطمہ شامیہ ... ۸۸
عبداللہ صاحب ایمان ... ۸۹
تاریخ و مقام وفات ... ۹۰
سببِ وفات ... ۹۰
عبداللہ کا ترکہ ... ۹۱
عبداللہ کی قبر ... ۹۱
تدفین ثانی ... ۹۱
عبداللہؑ قرآن پاک کی روشنی میں ... ۹۳
عبداللہؑ احادیث کی روشنی میں ... ۹۶
عبداللہ تاریخ کی روشنی میں ... ۱۰۵
باب۔۷ ... ۱۰۷

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی شادی

شادی کی تاریخ ... ۱۰۸
نکاح شرعی ... ۱۰۸
عبداللہؑ کو خواتین کی پیشکش ... ۱۰۹
عبداللہؑ کو زرقاء کی پیشکش ... ۱۱۰
عبداللہؑ کا حسن و جمال ... ۱۱۱
عبداللہؑ پر حملہ اور وہبؑ کا بنی ہاشم کو خبردار کرنا ... ۱۱۱
عبداللہؑ و آمنہؑ کے نکاح کی تجویز دینا ... ۱۱۵

برہ کی عبدالمطلبؑ سے عبداللہؑ کی خواستگاری کرنا: ۱۱۶
نکاح سیدہ آمنہؑ ۱۱۷
خطبہ نکاح ۱۱۷
زفاف آمنہؑ ۱۱۸
نورِ نبی جبین آمنہؑ پر ۱۱۸
دوسو عورتیں ہلاک ۱۱۹
زرقاء کا تکنا کو آمنہؑ کے قتل کے لئے بھیجنا ۱۱۹
بابِ ۔ ۸ .... ۱۲۱

آمد پُرنور حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سعادت بنی ہاشم و بنی زُہرہ ۱۲۲
فرشتے کا حمل کی بشارت دینا ۱۲۲
کیا غیر نبی پر فرشتہ نازل ہوسکتا ہے؟ ۱۲۳
عبدالمطلبؑ کا خواب ۱۲۴
جنابِ عباس کا خواب ۱۲۶
وقتِ ظہور ستاروں کی چالیس ۱۲۶
ظہورِ سرورِ کونینؐ سے پہلے کے معجزات ۱۲۷
شیطان کو ساتوں آسمانوں تک آنے کی ممانعت ۱۲۷
وقتِ ظہور عجیب و غریب امور کا ظاہر ہونا ۱۲۸
سیدہ عالم آمنہؑ کو انبیاءؑ کی مبارکباد دینا ۱۲۸
ارض و سماء سے بشارتوں کی آوازیں آنا ۱۲۹
قریش کے جانوروں کی مبارکباد ۱۲۹

حمل ظاہر نہ ہونا ۱۳۰
عبداللہؑ کی وفات کب ہوئی؟ ۱۳۰
عبداللہؑ کی مدینے میں وفات کیوں ہوئی ۱۳۱
عبداللہؑ کی وفات ۱۳۲
حضرت عبداللہ کی وفات پر آمنہؑ کے مرثیے ۱۳۲
ولادت کی تاریخ اور رسول اللہؐ کے نام کا انتخاب ۱۳۳
حالِ ولادت پُرنور اور حوروں کا نزول ۱۳۴
یوسف نامی یہودی کا رسولؐ سے متعلق پیشنگوئی کرنا: ۱۳۶
باب ۔ ۹ .... ۱۳۹

وفات جنابِ آمنہ سلام اللہ علیہا

وقتِ وفات آمنہؑ کا اشعار پڑھنا ۱۴۰
وفات سیدہ آمنہؑ ۱۴۱
وقتِ وفات آمنہؑ کی عمر ۱۴۲
آمنہؑ کی وفات پر جنات کا نوحہ ۱۴۲
رسول اللہؐ کا قبر آمنہ پر حاضر ہونا، گریہ کرنا اور قبر درست کرنا ۱۴۲
آمنہؑ کا ولایت علیؑ کی گواہی دینا ۱۴۳
کفار کا قبر آمنہؑ کی بے حرمتی کرنے کی کوشش کرنا ۱۴۴
رسول خدا کا سیدہ آمنہؑ کو یاد کرنا ۱۴۵
اگر میری ماں مجھے نماز کے دوران پکارتی تو میں جواب دیتا ۱۴۵
باب ۔ ۱۰ .... ۱۴۷

قبرِ جنابِ آمنہ سلام اللہ علیہا اور انہدام ابواء

ابواء کا مقام اور قبرِ آمنہؓ ۱۴۸
قبرِ آمنہؓ کا تعین ۱۴۸
مزار کی پہلی تعمیر ۱۵۲
محمد سرور قادری کا قبرِ آمنہؓ کا آنکھوں دیکھا حال ۱۵۲
محمد عبدالمعبود کا قبرِ آمنہؓ کی زیارت کو جانا ۱۵۳
ماہنامہ رضائے مصطفیٰؐ کا بیان ۱۵۵
شورش کاشمیری کا بیان ۱۵۶
چشم دید بیان:۔ حضرت آمنہؓ کے مزارِ اقدس پر حاضری ۱۵۶
مایوسی اور آس ۱۵۸
کُدہ سے ملنے والی نوید ۱۵۸
آخر کار ۱۵۹
ابواء شریف کی راہ نظر آئی ۱۵۹
براستہ رابغ و مستورہ ۱۶۰
صحرا کا سفر ۱۶۲
منزلِ مقصود ۱۶۲
آنسوؤں کا نذرانہ ۱۶۳
درود پاک کی برکت ۱۶۵
ابواء شریف کی جانب سفر ۱۶۵
"تو جو چاہے تو اُٹھے سینہ صحرا سے حباب" ۱۶۷
ساکنانِ صحرا کی مہمان نوازی ۱۶۷
اُم محبوبِ خدا سیّدہ آمنہؓ کی آرام گاہ پر حاضری ۱۶۸

مولانا مولوی عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کا بیان ۱۷۱
باب۔۱۱ ...... ۱۷۵

ایمانِ آمنہ سلام اللہ علیہا پر بحث

آمنہؓ قرآن کی نظر میں ۱۷۶
ایمان آمنہؓ پر اہلسنت کے مشائخ کے اقوال ۱۸۲
امام بغوی ۵۱۶ھ ۱۸۲
علامہ زین الدین ابراہیم ابن نجیم ۹۷۰ھ ۱۸۲
امام احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ ۱۸۳
امام قاضی عیاض مالکی ۵۴۴ھ ۱۸۳
امام جلال الدین سیوطی ۸۵۵ھ ۱۸۵
قاضی ابوبکر بن عربی ۵۴۳ھ ۱۸۶
فخر الدین رازی ۶۰۶ھ ۱۸۷
امام زرقانی ۱۱۲۲ھ ۱۸۷
علامہ یوسف نبہانی ۱۲۶۵ھ ۱۸۷
احمد رضا خان ۱۹۲۱ء ۱۸۸
پیر کرم شاہ ازہری ۱۹۹۸ء ۱۸۹
باب۔۱۲ ...... ۱۹۱

آمنہ سلام اللہ علیہا سے متعلق ضعیف روایات

ایک اعتراض اور اُس کا جواب ۱۹۵
حدیث اول: نقد و تبصرہ: ۱۹۸
اُصولِ روایت کی بناء پر اس حدیث پر تنقید ۱۹۹

اُصولِ روایت کے معیار پر اس حدیث پر تبصرہ ۲۰۰
حدیث دوئم ۲۰۳
استغفار کرنے کی اجازت نہ ملنے والی حدیث پر نقد و تبصرہ ۲۰۳
نقد و تبصرہ ۲۰۴
تبصرہ ۲۰۶
نقد و تبصرہ ۲۰۹
نقد و تبصرہ ۲۱۰
حدیث سوم ۲۱۱
حدیث ''اُمّی مع الحکما'' پر نقد و تبصرہ ۲۱۱
نقد و تبصرہ ۲۱۲

باب ۔ ۱۳ ..... ۲۱۳

زیارت جناب آمنہ سلام اللہ علیہا

پہلی زیارت جناب آمنہؑ ۲۱۴
دوسری زیارت جناب آمنہؑ ۲۱۵

باب ۔ ۱۴ ..... ۲۱۷

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا پر کتابیں

عربی کتابیں ۲۱۸
فارسی کتابیں ۲۱۸
اردو کتابیں ۲۱۸

باب ۔ ۱۵ ..... ۲۲۱

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا اشعار کے آئینے میں

امیر المومنین امام علی ابن ابی طالبؑ ۲۲۲
عباس ابن عبدالمطلبؓ ۲۲۲
شرف الدین محمد بن زید معروف بہ امام بصیری ۲۲۳
شیخ محمد باقر گجوری ۲۲۳
احمد شوقی ۲۲۴
حفیظ جالندھری ۲۲۴
امجد حیدر آبادی ۲۲۵
بیتاب دھام پوری ۲۲۵
ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط ۲۲۵
روشن علی روشن حیدر آبادی ۲۲۶
میر قاسم علی جعفری حیدر آبادی ۲۲۶
آباد محمد نقوی زائر امروہوی ۲۲۶
سید ظہیر الدین ظہیر دہلوی (شاگردِ ذوقؔ) ۲۲۷
سید جواد حسین شمیم امروہوی ۲۲۸
مہاراجہ محمد علی خاں محب محمود آبادی ۲۲۸
مرثیہ در حال حضرت آمنہؑ ۔۔۔ قیصر بارہوی ۲۲۹
کتابیات ۲۴۳

مولانا ڈاکٹر سید تلمیذ حسنین رضوی

ایک نوجوان کی تحقیق

ماشاء اللہ اس دور میں جوانوں کو اللہ تعالیٰ نے توفیق کرامت کی ہے کہ وہ تحقیق کی جانب مائل ہیں۔ میاں چنوں کے رہنے والے جوان صالح جناب ثقلین حیدر سلمہٗ نے ایک کتاب زندگانی مادر پیغمبر آمنہؑ بنت وہب تالیف کی ہے۔ اس دور میں جب عامۃ الناس تحقیق سے بیگانہ اور پڑھنے پڑھانے سے دور ہے مطالعہ کا مشرق واجبہ سا ہے پڑھنے پڑھانے کی جانب رغبت نہیں ہے ایسے مشکل موضوع کا انتخاب کرنا پھر اس کے لئے مواد فراہم کرنا اور سلیقے قرینہ اور بہترین اسلوب کے ساتھ مضامین کو ترتیب دینا اسی وقت ممکن ہے جب کسی کو تائید الٰہی حاصل ہو اور توفیق خداوندی اس کے شامل حال ہو۔

پہلا باب حضرت آمنہؑ کے فضائل پر مشتمل ہے جس میں دس مختلف فضائل زینت کتاب ہیں۔

دوسرا باب یہ ہے کہ ہندوؤں کی قدیم کتاب میں حضرت آمنہ کا تذکرہ۔

تیسرا باب خاندانی پس منظر کو بیان کرتا نظر آتا ہے۔

چوتھا باب حضرت آمنہؑ کی ولادت اور حالات زندگی پر مشتمل ہے۔

پانچویں باب میں آمنہ نامی خواتین پر بحث کی گئی ہے۔

چھٹے باب میں حضرت آمنہؑ کے شوہر حضرت عبداللہؑ کا تذکرہ ہے۔

ساتواں باب حضرت عبداللہؑ کی شادی کے بارے میں۔

آٹھویں باب میں سرور کونینؐ کی آمد کا تذکرہ ہے۔

نواں باب وفات جناب آمنہؑ۔

دسواں باب قبر جناب آمنہ سلام اللہ علیہا اور انہدام ابواء ہے۔

گیارہواں باب نہایت اہم اور تحقیقی ہے جس میں مختلف علماء اور افاضل اور محققین کی آراء کو حضرت آمنہؑ کے ایمان کو ثابت کرنے کے لئے لائے ہیں یہ نہایت عمدہ کوشش ہے اس سے تحقیق و جستجو طلب و تلاش کا پتا چلتا ہے۔

بارہویں باب میں تنقید و تبصرہ اور ضعیف روایات پر بحث بھی بہترین کوشش اور سعی جمیل ہے۔

تیرہواں باب زیارت حضرت آمنہؑ سے متعلق ہے۔

چودہواں باب حضرت آمنہؑ پر کتابوں سے متعلق ہے۔

اور پندرہواں باب حضرت آمنہؑ اشعار کے آئینہ میں۔

اس مختصری کتاب میں جس میں صفحات کی تعداد ۲۵۶ ہے ۱۸ حوالے لائے ہیں اور یہ حوالہ جات عربی فارسی اور اردو کتب پر مشتمل ہیں۔

یہ نہایت عمدہ کوشش ہے تحقیقی کاموں کو اسی طرح آگے بڑھایا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد اور ان کے خانوادے پر بہت کم مواد ملتا ہے اور مؤرخین اور محققین نے اس جانب توجہ مبذول نہیں کی ہے لیکن اس کتاب بعد مجھے یقین کامل ہے کہ کوئی اور محقق آگے بڑھے گا اور اس سلسلے کو آگے بڑھائے گا۔

قدرت کا انتظام نرالہ ہے اور اس کی حکمتیں اپنی ہیں اس کے کام میں کوئی مداخلت نہیں کرسکتا۔

عرب کا معاشرہ جہاں کے لوگ بتوں کے نام پر اپنے نام رکھا کرتے تھے اور بالخصوص خواتین کے نام بھی عجیب وغریب ہوا کرتے تھے ایسے ماحول میں آمنہ نامی خاتون کا ہونا یہ انتخاب قدرت ہے۔ جس کا مفہوم ہے ایمان لانے والے یعنی مومنہ داخلی شہادت

علامہ سیّد ارتضیٰ عباس نقوی

کم سنی کی عمدہ کاوش

سوانح نگاری علمِ تاریخ کی ایک شاخ ہے اور یہ بھی علمِ تاریخ کی طرح ایک مشکل اور دقیق وادی ہے جسے طے کرنے کے لئے کیسے قلم کا زیرک اور قوی ہونا ضروری ہے۔

پیش نظر کتاب پیغمبر اسلام کی مادرِ گرامی جناب آمنہ کی سوانح عمری ہے جسے پاکستان کے ایک شہر "میاں چنوں" کے نوجوان محقق ثقلین حیدر نے تالیف کیا ہے۔ سن ۲۰۱۴ء سے اس شہر میں مجالس کے سلسلے میں جانے کا اتفاق ہوتا رہا اور یہاں کے پُر خلوص مومنین و سامعین سے جستہ جستہ ملاقاتیں بھی رہیں اور رہتی ہیں۔ ان ہی میں اس کتاب کے مصنف بھی شامل تھے ان کا ذوق کتب بینی مجھے بے حد پسند آیا اور خوشی ہوئی کہ اس عمر میں ماشاءاللہ ان کے ارادے اور حوصلے بلند و مستحکم ہیں۔ انہوں نے پچھلے برس ایک کتاب یزید کے قاتل امام حسینؑ ہونے کے ثبوت میں لکھی تھی اور اب جناب آمنہ پر ایک اچھی اور مفید کتاب لکھ ڈالی جو بلاشبہ لائق تحسین کام ہے۔ ان کے خاندان میں دور دور تک کوئی عالم یا شاعر نہیں ہے ایسے ماحول میں ان کا اس طرف راغب ہو جانا شگون نیک ہے اور پھر ان کی زندگی کا بیشتر حصہ دیوبندیوں کے درمیان گزرا اور انہوں نے اس تاریکی میں نور کا راستہ تلاش کیا اور خود ہی مطالعہ و مشاہدہ کر کے آلِ محمدؐ کا راستہ اختیار کیا اور اب اسی پر گامزن ہیں۔

اس کتاب میں بعض چیزیں مجھے نئی نظر آئیں جو اردو میں اب تک نہیں لکھی گئیں تھیں ایک تو آمنہ نامی خواتین اور حضرت آمنہؑ پر لکھی گئی کتابوں کی فہرست اور خصوصاً حضرت آمنہؑ پر لکھے گئے مختلف زبانوں کے اشعار اور قیصر بارہوی کا مرثیہ۔ انہوں نے اس کتاب

کی تالیف کے لئے دوبار کراچی کے سفر بھی کئے اور الحمدللہ قلیل عرصے میں ایک عمدہ کاوش کی۔ ایرانی محققین نے حضرت آمنہؑ پر عمدہ کتابیں لکھی ہیں کچھ عربی میں بھی ہیں لیکن اردو میں حضرت آمنہؑ پر ایک جامع کتاب کی ضرورت تھی۔ اہل سنت کے اہل قلم نے بیشتر ایک جیسی باتوں ہی کو نقل کر دیا ہے اور زیادہ بحث ان کے ایمان اور مزار کے حوالے سے کی ہے سوانح پر توجہ کم دی گئی ہے۔ اس کتاب میں اہل سنت کے مصادر کے علاوہ شیعہ کتابوں کے بھی خاصے حوالے درج کئے گئے ہیں اور بالخصوص حضرت آمنہؑ کے زندہ کئے جانے اور ان کا اقرار توحید و نبوت رسولؐ کرنے کی روایت میں امیر المومنینؑ کی ولایت کی گواہی کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے۔

میں بارگاہِ معصومینؑ میں ان کی ترقی اور توفیقات کے اضافے کے لیے دعا گو ہوں۔

خدا بحق اپنے عباد الصالحینؑ کے ان شرف اور منزلت میں اضافہ فرمائے۔

سیّد ارتضیٰ عباس نقوی

۱۱ر فروری ۲۰۲۱ء

مولانا سیّد محمد عون نقوی

بی بی معصومہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی زندگانی پر نایاب کتاب

پنجاب کے ایک معروف شہر میاں چنوں کے صالح اور صاحبِ قلم نوجوان ثقلین حیدر نے ایک ایسی مظلومہ و معصومہ پر علمی اور تحقیقی معلومات فراہم کی ہیں جن پر بڑے بڑے مورخین نے توجہ نہ فرمائی اس لئے مظلومہ کا لفظ استعمال کیا گیا۔ بلاشبہ مادرِ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نایاب اور منفرد محنت ہے، جس سے ہر خاص و عام کو علمی فائدہ پہنچے گا۔ دراصل اسلام کی زندہ دل اور صاحبِ عظمت خواتین پر بہت کم لکھا گیا ہے بی بی مریم، بی بی آسیہ، بی بی خدیجہ، بی بی زینب، بی بی ام کلثوم، بی بی رقیہ، بی بی سکینہ، بی بی خدیجہ دختر مولا علی، بی بی ام رباب، بی بی ام لیلیٰ، بی بی ام فروہ، بی بی فضہ، بی بی شہر بانو، بی بی فاطمہ زوجہ امام سجاد، بی بی فاطمہ ام فروہ مادر مولا صادق، بی بی حمیدہ مادر مولا موسیٰ کاظم، بی بی حکیمہ مادر مولا رضا، بی بی سبیکہ خاتون مادر مولا جواد، بی بی سمانہ مادر مولا ہادی، بی بی حدیثہ خاتون مادر مولا عسکری، اور بی بی نرجس خاتون مادر حجۃ خدا، کے ساتھ ساتھ بی بی حکیمہ خاتون کے حالات فضائل عبادات و کرامات پر نہ ہونے کے برابر لکھا گیا ہے نئی نسل کو پتہ ہونا چاہیے کہ اسلام میں جہاں آئمہ علیہم السلام ان کے خاص شاگردوں اور غلاموں نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہاں خواتین نے مشکل اور سخت حالات میں کس طرح اسلام کی آبیاری فرمائی ہے۔ یقیناً مادرِ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بی بی آمنہ پہ یہ ایک نہایت موثر اور ممتاز محنت ہے جس میں آپ کے فضائل خاندانی جاہ وجلال خدمات شجاعت تقویٰ، پرہیزگاری اور ہمیشہ سے توحید پرست ہونے کو ثابت کیا گیا ہے۔ بی بی آمنہ اذنِ

خدا سے حضرت عبداللہؑ کی زوجیت میں آئیں جیسا کہ معاذ بن جبل سے روایت ہے آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ دنیا سے خلقت سے ہزاروں سال پہلے کہاں رہے؟

تو فرمایا کہ ہم عرش کے سامنے اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس حمد وثناء کرتے رہے ہم نور تھے جب اللہ تعالیٰ نے ہماری صورتیں خلق فرمانا چاہیں تو ہمیں نور کا ستون قرار دیا پھر ہمیں صلب آدمؑ میں منتقل کیا پھر ہم پاک آبا و اجداد کے اصلاب اور ماؤں کے پاک رحموں سے منتقل ہوتے رہے، ہماری وجہ سے قوموں کو خوش بخت اور ہماری دشمنی کی وجہ سے قوموں کو بدبخت بنایا۔ ہم جب صلب حضرت عبدالمطلب میں پہنچے تو اس نور کے دو حصے کئے ایک عبداللہؑ میں اور دوسرا ابوطالبؑ میں منتقل ہوا مجھے آمنہؑ کے رحم سے جبکہ علیؑ کو فاطمہؑ بنت اسد کے رحم سے ظاہر فرمایا۔ حضرت بی بی آمنہ کا اپنے زمانے میں عورتوں کا سردار ہونا، شرف شرف مادر پیغمبر ہونا، آپؑ کی ولادت کے حالات آمنہ نام کی خواتین کا تاریخ اسلام میں ہونا اور کردار، آپ کے شوہر حضرت عبداللہؑ کی سیرت و کردار، وفات، قبر اور فضائل و کمالات پر بیش بہا خزانہ فراہم کیا گیا ہے۔ دعا ہے کہ خداوند متعال اسلام کی اعلیٰ ظرف اور نورانی خواتین کے صدقے میں ثقلین حیدر کی کاوش کو قبول فرمائے اور اپنے مزید ذوق وشوق سے شخصیات پر قلم اٹھانے اور علمی خزانہ پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یقیناً ثقلین حیدر نے نوجوان نسل کے سرکردہ محقق دانشمند اور خطیب علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی کی صحبت میں رہ کر مفکرانہ انداز اپنایا جو کہ نیک شگون ہے۔

دعا گو

سید محمد عون نقوی

۲۱/۲/۱۲

علامہ سیّد ذُہیر عباس عابدی

قلم کی ذمہ داری

ہمارے برادر عزیز محقق علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی کی وساطت سے جناب ثقلین حیدر سے تعارف ہوا اور ساتھ ہی انکی کتاب ھذا زندگانی بی بی آمنہؑ پر کچھ لکھنے کی فرمائش بھی میں ناچیز اپنی کم علمی اور بے بضاعتی کا مکمل ادراک رکھتے ہوئے دونوں حضرت کی خواہش کو رد نہ کر سکا۔ محبت کی وجہ سے ان کے برخوردار ثقلین حیدر کو میں ان لوگوں میں شمار کرتا ہوں جن پر آل محمدؑ کی خاص طور پر نظرِ کرم ہے۔ جنہیں آل محمدؑ نے ہدایت کے راستے پر لا کر قلم کی انتہائی اہم ذمہ داری سونپی ہے۔ ظاہر ہے اُدھر سے عطا ہو پھر وسائل بھی اُدھر ہی سے مہیا ہوتے ہیں۔ محترم ثقلین حیدر کے قلم کی صلاحیت اور سونے پہ سہاگہ پر عزیز علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی کی صحبت کا مل جانا کسی نعمت مترقبہ سے کم نہیں۔

برخوردار ثقلین حیدر کی زبانی معلوم ہوا کہ سب سے پہلے انہوں نے یزید کے حواریوں کے خلاف ایک کتاب ''وکلائے یزید'' مرتب کی مگر با جوہ وہ چھپ نہ سکی یہ انکی دوسری کاوش ہے۔ میں اسے دوسری نظر سے دیکھتا ہوں، شاید مرضی الٰہی یہ ہی ہے کہ تم ''اُم'' سے شروع کرو ''اُم'' جو وجہ مبدا، مرکز آغاز اور اُم بھی رسولؐ کی اُم جو وجہ خلقت کائنات ہے۔ جو رسولؐ کی اُم ہو اس سے شروع کرو گے تو تمہاری تحریر کو کائنات کی طرح رسول وسعت دے دیں گے۔ اُم یعنی مادر، مادر رسول مرکز رسول مبداءِ رسول پر جتنا لکھا جانا چاہیے تھا افسوس نہ لکھا گیا۔ برخوردار ثقلین حیدر نے اس موضوع کی اہمت کو مدنظر رکھتے ہوئے شاید جیسا کہ میں نے کہا کہ اس موضوع پر ان سے لکھوایا گیا ہے۔ احادیث میں آیا ہے کہ عورت

کا انتخاب کرتے ہوئے اس کے خاندان کی صفات بھی دیکھو۔ ثقلین حیدر نے مادر رسولؐ کے خاندان اور ان کی صفات پر جس انداز سے روشنی ڈالی ہے وہ ظاہری طور پر رسولؐ کی صفات پر اثر انداز ہونے والے کردار کی تصویر ہے۔ موصوف نے جو حوالے دیئے ہیں ان کے لئے میں نہ صرف ان کو بلکہ علامہ سید ارتضیٰ عباس نقوی کو بھی سلام پیش کرتا ہوں۔ ان کا اندازِ تحریر بہت سادہ اور پُراثر ہے اگر چہ کہ میں رسولؐ کے والدین کے اسلام پر گفتگو نہیں کرتا لیکن کتاب تحریر کرتے ہوئے اس رخ پر تحریر کرنا بھی ضروری ہے، موصوف نے ان کے ایمان پر بھی خوب دلائل پیش کیے ہیں اور ان کے کفر پر پیش کیے جانے والے دلائل کو بھی رد کیا ہے۔ موصوف نے بی بی آمنہؑ پر لکھی جانے والی کتابوں کے حوالے بھی دیئے اور ان کے لئے کہے جانے والے کچھ اشعار بھی تحریر کئے ہیں بہر حال یہ کتاب قارئین کے لئے ایک بہت خوبصورت تحفہ ہے میں بارگاہِ الٰہی میں دعا گو ہوں کہ ان کے زورِ قلم میں اور اضافہ فرما اور یہ موضوع ان کی تحریر کا بھی اُم ثابت ہو۔

سید ذُہیر عباس عابدی

۱۲ر فروری ۲۰۲۱

مولانا سید سبطین علی نقوی امروہوی

بسمہ تعالیٰ!

الحمد للہ رب العالمین و الصلاۃ و السلام علی محمد و آلہ الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین۔

قرآن مجید اور روایات معصومینؑ کی رو سے گزشتگان کے حالات و تاریخ سے آشنائی جہاں اولیائے الٰہی کی معرفت و قرب کا سبب بنتی ہے وہیں کافرین ومشرکین ومنافقین کی زندگی سے عبرت حاصل کر کے ان سے بیزاری کا باعث قرار پاتی ہے۔ اولیائے الٰہی کا قرب خود قرب الٰہی کی بہترین راہ ہے جبکہ دشمنان الٰہی سے دوری کلمہ "لا الہ الا اللہ" میں موجود نفی کا بہترین اقرار۔ یہیں سے اولیائے الٰہی کی سیرت وسوانح نگاری نیز دشمنان الٰہی کے مطائن و تاریخ بیان کرنے کی ضرورت آشکار ہو جاتی ہے۔

زیر نظر کتاب بھی انہی خطوط پر مشی کرتی ہے۔ یہ ولیۃ اللہ، زوجہ ولی اللہ و مادر اولیاء اللہ سیدہ آمنہ بنت وہب سلام اللہ علیہا کی سوانح حیات پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب جہاں بی بی کی بے مثال شخصیت اور فضائل سے روشناس کرواتی ہے وہیں اس زمانے کی خواتین کے لئے مشعل راہ اور اسوہ حسنہ کی حیثیت بھی رکھتی ہے۔

صد تحسین و تمجید کے لائق ہیں جناب ثقلین حیدر صاحب جنہوں نے ایسے موضوع پر قلم اٹھایا جس سے اردو زبان کا دامن خالی تھا۔ حقیر کی نگاہ میں یہ بی بی کی سوانح حیات پر اردو زبان میں پہلی کتاب ہے۔ یقیناً اس کا اجر مادر وجہ تخلیق ہستی ہی عنایت فرمائیں گی۔ دعا گو ہوں کہ اس نوجوان محقق کا قلم یونہی تشنگان معارف اسلام و اہل بیتؑ کی سقائی کرتا رہے۔۔۔۔ خدا کرے زور قلم اور زیادہ۔۔۔۔

کم ترین
سید سبطین علی نقوی امروہوی

مولانا بشارت علی جواد الفاطمی

سعادت مندی

"بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے" (القرآن)

صد عزت و وقار ہیں وہ لوگ جن کو اللہ رب العزت نے امور نیک انجام دینے کے لئے منتخب فرمایا ہے، تخلیق انسانی سے لے کر اب تک نیک و بد کا سفر جاری وساری ہے جہاں نیکوکار اعمال صالح کرنے میں مصروف ہیں وہیں پر بدکردار لوگ بدی کرنے اور اس کو پھیلانے میں مصروف عمل ہیں۔ ایسے ماحول میں جبکہ مغربی تہذیب ویلغار کا شکار ہمارا ہر نوجوان مغربی کلچر کا دلدادہ نظر آتا ہے جسکی وجہ سے وہ بے رہ روی کا شکار ہو چکا ہے دین اور سیرت (محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دور ہو گیا ہے اور اپنے واجبات بھول چکا ہے (نتیجہ) آج پیسہ اور شہرت کے لالچ میں ہر طرح کی برائی کرنے پر تیار نظر آتا ہے۔ لیکن خوش قسمت ہیں وہ والدین کہ جن کو اللہ رب العزت نے نیک اور صالح اولاد عطا فرما کر ان پر احسان عظیم فرمایا اور عظیم نعمت سے نوازا۔ اولاد نیک اور صالح ہو تو والدین کا نام روشن کرتی ہے اور بری اولاد ماں باپ کے لئے بدنما دھبہ ہوتی ہے (بالخصوص) اس دور پر آشوب میں، آج میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے داد تحسین پیش کرتا ہوں عزیزم ثقلین حیدر مؤلف کتاب ہذا کو کہ جنہوں نے انتہائی محنت شاقہ سے فخر موجودات سلطان الانبیاء ختم الرسلؐ پدر بزرگوار حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی قدر کے حضور میں ہدیہ عقیدت بشکل حروف، کتاب "زندگانی حضرت آمنہؑ بنت وہب" لکھنے کی سعادت حاصل کی، بعد از مطالعہ اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ سعادت ابدی کے حصول کے لئے شرفاء کی محفل علماء کی محبت بزرگوں کی خدمت اور والدین کی دعا انسان کو

بلند مقام و مرتبہ عطاء کرتی ہے۔ بلاشبہ عزیزم ثقلین حیدر موصوف کو یہ سارے شرف حاصل ہیں جبھی تو اس نے چھوٹی سی عمر میں بڑا کام کر دکھایا (ماشاءاللہ) میری نظر میں اس سے پہلے بی بیؑ کی زندگانی کے حوالے سے ایسی جامع اور مستند کتاب نہیں گزری عزیزم نے انتہائی اخلاص اور ایمانداری کے ساتھ فرض کو قرض سمجھ کر ادا کیا ہے۔ خوبصورت اور زبردست اندازِ تحریر، بہت عمدہ حوالہ جات اور حسن ترتیب کے ساتھ ساتھ الفاظ کا چناؤ اپنی مثال آپ نظر آتا ہے۔ موصوف نے سید قیصر بارہویؔ کے اشعار کو کتاب کے آخر میں شامل کر کے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ یہاں پر میں ''علامہ ارتضیٰ عباس نقوی'' صاحب کو دادِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ جن کی صحبت کا اثر ہر حرف و سطر سے نظر آ رہا ہے۔۔۔ اس شعر کا حوالہ دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ جس سے بی بی کی عظمت کا اعتراف خوبصورت انداز میں کیا گیا ہے۔

صدیوں کی ظلمتوں نے چھپایا تو کیا ہوا
اس لوحِ نور پر ہے محمدؐ لکھا ہوا

دعا گو ہوں کہ خداوند حنان و منان عزیزم کی اس کوشش و کاوش کو بحق امام زمانہ عجل اللہ فرجہ الشریف منظور و مقبول فرمائے۔ اور زورِ قلم، علم و عمل میں اضافہ فرمائے۔ (آمین بحق الحسین علیہ السلام) اور صحت و سلامتی عطا فرمائے آمین بحق آل عمرانؑ علیہ السلام۔

آخر میں پھر چند الفاظ ثقلین حیدر کے نام۔۔۔ محنت میں عظمت ہے، شرف ہے، عزت ہے، وقار ہے، لطافت ہے، نظافت ہے، ذہانت ہے، کمال ملتا ہے، عروج ملتا ہے، نام ملتا ہے، ماں باپ کی تربیت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ کریم آپ کو اس کا پاسدار بنائے رکھے۔ بحق الحسین علیہ السلام۔

احقر العباد۔۔ بشارت علی جواد الفاطمی

(خطیب مرکزی جامع مسجد و امام بارگاہ قصر ابو طالبؑ میاں چنوں)

۱۶ر فروری ۲۰۲۱ء بمطابق ۱۴۴۲ھ

پیش لفظ

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا وہ خاتون ہیں جن کو سید الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حق تو یہ تھا کہ آپ کی سیرت کے ہر پہلو پر لکھا جائے لیکن کتب تواریخ میں آپ سلام اللہ علیہا کے حالات نہ ہونے کے برابر ہیں لیکن اس کے باوجود بندۂ ناچیز نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ جناب سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی زندگانی پر کتاب مرتب کرنے کا فیصلہ کیا۔ کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ ہم نبیؐ کے گن تو گائیں لیکن وہ ہستی جن کے وجودِ اقدس سے جناب رسول خداؐ اس دنیا میں ہماری ہدایت کیلئے تشریف لائے اس کے ذکر کو ایک طرف چھوڑ دیں اور ان کے حالات پر کچھ بھی نہ لکھیں؟

ابھی تک جتنی بھی سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا پر کتب لکھی جا چکی ہیں ان میں آپؑ کے حالات کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی گئی، محققین نے صرف ایمان پر قلم اٹھانا گوارا سمجھا ''جب کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ جو ان پاک ہستیوں کے عدم ایمان سے متعلق روایات ہیں ان کو دیوار پر دے مارتے'' مگر اس امت کا حال یہ ہے کہ ہم صرف ایمان ثابت کرتے رہ گئے۔

۲۰۱۹ء کی بات ہے کہ ہم نے ایک کتاب ''وکلائے یزید'' لکھی مگر کچھ وجوہات کی بنا پر وہ شائع نہیں ہو سکی، لیکن اس کتاب کے لکھنے کے بعد میں نے جناب آمنہؑ کی زندگانی پر لکھنے کا ارادہ کیا اور اس پر کام شروع کیا۔ کتاب لکھنے میں مشکلات بھی پیش آئیں لیکن خود کو اس بات پر ثابت قدمی سے جمائے رکھا کہ ''جس پر کتاب لکھ رہا ہوں وہ کوئی معمولی ہستی نہیں ہیں'' وہ جناب رسول خداؐ کی والدہ ماجدہ ہیں۔ بس اس کتاب کو باذنِ رسول خداؐ جاری رکھا اور ہم نے پہلی بار آمنہؑ کے فضائل، ہندوؤں کی کتابوں میں آمنہؑ کا ذکر اور ولادت سے

شادی اور وفات و ایمان تک تمام حالات پر قلم اٹھایا، نہ صرف یہ بلکہ ہم نے اس کتاب میں زیارت آمنہؑ اور آمنہؑ پر شاعری و مرثیے بھی قلمبند کیے۔ کیونکہ شیعوں کی طرف سے اس موضوع پر اردو میں کام نہیں ہوا اور اہلسنت میں بھی صرف ایمان پر ہی زور دیا گیا ہے تو اس لحاظ سے ہماری اس کتاب میں تمام پہلوؤں پر لکھا گیا اور یہ مذہب جعفریہ کی طرف سے پہلی مفصل کتاب ہونے کی حیثیت رکھتی ہے۔

میں مولانا تلمیذ حسنین رضوی (امریکہ)، مولانا محمد عون نقوی (کراچی)، مولانا زہیر عباس عابدی (کراچی)، مولانا سید سبطین علی نقوی امروہوی (قم) اور مولانا بشارت علی جواد الفاطمی (میاں چنوں)، کا انتہائی متشکر ہوں کہ انہوں نے مجھ ناچیز کی اس حقیر سی تحریر پر اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرمایا خدا اعلائے حق کا سایہ ہمارے سروں پر باقی رکھے۔ مولانا تلمیذ حسنین رضوی نے بعض عربی اشعار کا ترجمہ فرمایا یہ تمام الفاظ ان کے شکریے کے ساتھ کتاب میں شامل کئے جا رہے ہیں۔

ہمارے استاد کا درجہ رکھنے والے محقق دوراں ریسرچ اسکالر علامہ سیّد ارتضیٰ عباس نقوی (کراچی) کا انتہائی سپاس گزار ہوں جنہوں نے ہماری ہمیشہ مدد کی اور کتاب لکھنے میں معاون ثابت ہوئے اور اس کتاب کو لکھنے کے لئے ہم نے آپ کے نایاب کتب خانے سے مکمل استفادہ کیا، یقیناً خدا آپ کو اس کا اجر دے گا اور امید کرتا ہوں جناب رسولؐ خدا و جناب سیدہ آمنہؑ مجھ حقیر کو اس معمولی سی کاوش کا اجر دیں گی۔ بقول قیصر بارہوی۔

صدقہ پسرؐ کا، آپ بقا دیں گی آمنہؑ
دنیا و آخرت میں جزا دیں گی آمنہؑ

احقر

ثقلین حیدر

۱۱ر فروری ۲۰۲۱ء بمطابق ۱۴۴۲ھ

باب۔۱

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے فضائل

اعلیٰ نسبی:

ملا باقر کجوری مازندرانی لکھتے ہیں کہ خدیجۃ الکبریٰ کے بعد جناب آمنہ جیسی جلیل القدر اور معروف مقام کی حامل خاتون مکے میں نہیں تھی۔ باوجود اس کے کہ فاطمہ بنت عمرو مادرِ حضرت ابوطالبؑ وعبداللہؑ انتہائی نبیل اور جلیل خاتون تھیں لیکن جناب آمنہؑ ان کی بہ نسبت رسولؐ کے نسب سے زیادہ قریب ہیں۔ یعنی اس ترتیب سے کہ آمنہؑ بنتِ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ، اور ماں کی طرف سے آمنہ بنتِ برہ بنتِ عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی اور برہ کی ماں ام حبیبہ بنتِ اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی تھیں۔

اس طرح جنابِ آمنہؑ نانہالی اور دادہالی سلسلے سے اجداد و آبائے پیغمبرؐ سے قلیل واسطے سے جاملتی ہیں۔

ابن قتیبہ کے قول کے مطابق جناب آمنہؑ کا کوئی بھائی نہیں تھا مگر بنی زہرہ کہتے تھے کہ ہم رسولؐ کے ماموں ہیں۔[۱]

معصومؑ کی زبان پر مدح آمنہ سلام اللہ علیہا:

جنابِ آمنہؑ کے اوصاف میں روایت ہے کہ آپ روشن پیشانی والی بی بی تھیں اور آپ کا چہرہ چاند کے ٹکڑے کی طرح تھا۔ اور آپ جمال، کمال، فضیلتِ حسب ونسب میں سب سے بہتر تھیں۔[۲]

شیخ ذبیح اللہ محلاتی کا بیان ہے کہ (کسی) امامؑ نے آپ کی مدح میں ارشاد فرمایا کہ:

خدا کی قسم مکے کی عورتوں میں آپ کے جیسا کوئی نہیں تھا آپ حشمت والی، پاک نفس، پاکیزہ، عفیفہ، ادیبہ، عاقلہ، فصیحہ، بلیغہ تھیں۔ اللہ نے آپ کو ایسا حُسن دیا تھا جس کی

۱۔ خصائص فاطمیہ، صفحہ ۴۴۱، ۴۴۲

۲۔ خصائص فاطمیہ، صفحہ ۴۴۲

تعریف نہیں ہوسکتی۔[۱]

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا پر آتش دوزخ حرام ہے:

شیخ ذبیح اللہ محلاتی ریاحین الشریعۃ میں اپنی کتاب تاریخ سامراء، جلد سوم کا حوالہ دیتے ہوئے یہ روایت درج کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

جبریل نے مجھے خبر دی اور کہا یارسول اللہؐ اللہ نے چھ افراد پر آتش دوزخ حرام کی ہے۔ ان میں ہاشم، عبدالمطلب، اور عبداللہ ہیں جن کے صلب میں آپؐ رہے اور آمنہؑ ہیں جن کے رحم میں آپ رہے اور حلیمہ سعدیہ جن کا آپؐ نے شیر پیا[۲] (تربیت پائی) اور ابوطالبؑ جن کے دامن میں آپ نے کفالت پائی۔[۳]

خاندانی شرف:

عرب میں قبیلہ قریش ہمیشہ سے ہی مکرم رہا ہے اور عرب کے دیگر قبائل میں خاص شہرت کا حامل یہ قبیلہ ہے اسی قبیلہ کے ممتاز گھرانے سے سیدہ طاہرہ آمنہ کا تعلق ہے حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے ایک ایسے گھرانے میں آنکھ کھولی جو سب گھرانوں میں معزز و مکرم شمار ہوتا تھا۔ اور حسب ونسب کی اصالت اور حسب کی رفعت دونوں چیزیں شامل تھیں۔ ان کے معاشرہ میں کوئی دوسرا ایسا نہیں تھا جو اپنے آباؤ اجداد کی شرافت اور خاندان بزرگی کی بناء پر ان کے مقابلہ میں فخر کرسکتا۔ چنانچہ ابن ہشام نے سیرۃ میں لکھا ہے:

۱۔ بحارالانوار، جلد ۱۵ صفحہ ۹۸، ریاحین الشریعۃ، جلد ۲ صفحہ ۳۸۷

۲۔ شیعہ عقیدے کے مطابق معصوم صرف معصوم ہی کا شیر پیتا ہے جس کی دلیل حضرت موسیٰؑ کا قصہ ہے کہ آپ نے فرعون کے محل میں تربیت پانے کے باوجود کسی عورت کا دودھ پینا قبول نہ کیا یہی صورت حضرت ابراہیمؑ کی بھی ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کیونکہ افضل بشر ہیں اس لیے آپ کا معاملہ بھی سب سے مختلف اور افضل ہے لہٰذا حلیمہ سعدیہ کے یہاں آپ نے صرف بچپن کا عرصہ گزارا کبھی دودھ نہیں پیا۔۔۔۔۔ (عرض مؤلف)

۳۔ ریاحین الشریعۃ، جلد ۲ صفحہ ۳۸۶

"انها مخدرة مصونة محجوبة في البيت لا تجتمع بالرجال"۔ [۱]

کہ آپؑ کمال درجہ کی باپردہ خاتون تھیں۔ گھر سے باہر نہ نکلتی تھیں اور نہ ہی مردوں سے میل جول رکھتی تھیں۔

آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے دور کی عورتوں کی سردار:

آپؑ کو اپنے زمانہ کی تمام عورتوں پر برتری حاصل تھی، وہ چاہے حسب و نسب کے لحاظ سے ہو یا خاندانی شرافت و عزت کی بنا پر، ابن کثیر سیرت النبی میں مرقوم ہیں کہ:

"وهي يومئذ سيدة نساء قومها"

اور وہ اپنے زمانے میں اپنی قوم کی عورتوں کی سردار تھیں۔ [۲]

آمنہ سلام اللہ علیہا کی دانائی:

جہاں اللہ رب العزت نے جناب آمنہؑ کو حسن و جمال سے نوازہ وہاں آپ سلام اللہ علیہا کو دانائی بھی عطا فرمائی چنانچہ، تاریخ الخمیس صفحہ ۱۸۴ جلد ا میں مرقوم ہے کہ:

"فاعطى الله آمنة من الجمال والكمال ما كانت تدعى به حكيمة قومها"

اللہ رب العزت نے آمنہ سلام اللہ علیہا کو حسن و جمال رفعت و کمال کی ان بلندیوں پر فائز فرمایا تھا کہ آپ کو اپنی قوم کی دانا ترین عورت کہا جاتا تھا۔

کریموں میں کریم آمنہ سلام اللہ علیہا:

"دلائل النبوۃ" میں ابوبکر احمد بن حسین البیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے لکھا ہے کہ

۱۔ الدرج المنیفہ، صفحہ ۲

۲۔ سیرۃ النبویہ، جلد ا صفحہ ۱۷۷

عبد المطلب کے وہ کلمات جو جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کی عزت و جلالت کے لیئے کافی ہیں وہ یہ کہ آپ فرماتے ہیں:

"كريمة من كرائم قومي آمنة بنت وهب بن عبد مناف"

میری قوم کی کریم عورتوں میں سے ایک کریم خاتون آمنہؑ بنت وہب ہیں۔ [۱]

سیدہؑ کی نیابت میں نماز و طواف ہدیہ کرنا:

حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا ایک شخص کے ذمہ میرا کچھ مال ہے اور مجھے خوف ہے کہ وہ میرے ہاتھ نہ آئے گا۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب مکہ میں تو پہنچے ایک طواف اور دو رکعت نماز حضرت عبد المطلبؑ کی نیابت میں ادا کرنا، اور ایک طواف اور دو رکعت حضرت ابوطالبؑ کے لئے ادا کرنا، اسی طرح حضرت آمنہؑ اور فاطمہؑ بنت اسد مادر امیر المومنینؑ کے لئے بجالانا۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور اسی روز میرا مال مجھے حاصل ہو گیا۔ [۲]

صرف رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں:

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا یہ شرف کہ آپ پیغمبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ آپ کے بطن سے سوائے خاتم النبیینؐ کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی اسی لئے علامہ علی ابن برہان الدین حلبی اور محدث دہلوی فرماتے ہیں آپ سلام اللہ علیہا کی اولاد میں صرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حمل کے سوا کبھی حمل نہیں ہوا۔ [۳]

۱۔ بیہقی از دلائل النبوۃ، جلد ۲ صفحہ ۳۱

۲۔ باقر مجلسی، حیات القلوب، جلد ۲ باب اول ص ۶۸

۳۔ سیرت حلبیہ، جلد ا۔ مدارج النبوۃ، جلد ۲ صفحہ ۲۹

جلال الدین سیوطی خصائص الکبریٰ میں مرقوم ہیں کہ یہ بات مسلم ہے کہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا جناب عبداللہ علیہ السلام سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔[1]

سیوطی نے "خصائص صغریٰ" میں بھی لکھا ہے کہ حضورؐ کے والدین نے آپ کے علاوہ کسی کو نہیں جنا۔ حضورؐ کی ولادت باسعادت کے وقت بت اوندھے منہ گر گئے۔[2]

۱۔ خصائص الکبریٰ، جلد ۱ صفحہ ۹۳

۲۔ خصائص صغریٰ، صفحہ ۹۳

باب۔۲

ہندوؤں کی قدیم کتاب میں حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا تذکرہ

کتب سابق میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارتیں:

جیسا کہ قرآن میں متعدد مقامات پر یہ اشارے پائے جاتے ہیں کہ پیغمبر اسلامؐ کی آمد سے قبل ہی انبیائے ماسبق نے اپنی کتابوں میں آپ کے آنے کی بشارتیں دی تھیں ہر چند کہ یہ کتابیں اب موجود نہیں ہیں یا ہیں بھی تو تحریف شدہ ہیں لیکن پھر بھی آج تک ان کتابوں میں پیغمبرؐ کی بشارتیں پائی جاتی ہیں۔

جیسا کہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُم مِّن كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُم مِّنَ الشَّاهِدِينَ۔

(ترجمہ) اور جب اللہ نے نبیوں سے اقرار لیا کہ میں جو کچھ تمہیں کتاب و حکمت سے دوں پھر اس کے بعد تمہارے پاس ایک رسول آئے جو اس کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس ہے تو تم سب ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا، کہا، کیا تم نے اقرار کر لیا اور ان باتوں پر میرے عہد کا بوجھ اٹھا لیا ان سب نے کہا ہم نے اقرار کیا، کہا، پس گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔[1]

اس سے پتہ چلتا ہے کہ انبیا پیغمبر اسلام کی بعثت سے نہ صرف یہ کہ باخبر تھے بلکہ اس کا عہد و پیمان بھی لے چکے تھے اس لیے ان کی کتابوں میں پیغمبرؐ کا تذکرہ باقاعدہ طور پر کیا گیا اور آپ کے آنے کی بشارت دی گئی۔ اس میں ہر مسلک و مذہب کی کتابیں شامل ہیں یہاں صرف ایک کتاب کا تذکرہ مقصود ہے جس کا نام ہے ”برہم اتر کھنڈ“۔

۱۔ سورہ آل عمران، آیت: ۸۱

برہم اُتر کھنڈ کا تعارف:

ہندو مذہب کے قدیم اوتاروں میں مہادیو اور ان کی زوجہ پاربتی بہت مشہور ہیں۔ ان کے قصے مختلف کتابوں میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی صداقت کے بارے میں کوئی حتمی رائے دینا اس وقت ہمارا موضوع نہیں لیکن ہم اس گفتگو کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں جو مہادیو اور پاربتی کے درمیان پیغمبر اسلام سے متعلق ہوئی اور اس میں جناب آمنہ کا تذکرہ بھی آیا۔

علامہ طالب جوہری لکھتے ہیں:

”یہ بات دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ تخلیق آدم سے قبل ہندوستان میں جنوں کی بستیاں آباد تھیں ہم بلا تبصرہ ذمہ تفسیر انوار القرآن کا ایک توضیح حاشیہ نقل کر رہے ہیں۔

مہا دیو کو ابوالجن (جنوں کا باپ) کہتے ہیں مہادیو اور بشست جنات میں سے تھے اور اپنی اپنی قوم میں پیغمبر تھے۔ اور بشست زیادہ تر علمی فیوجات مہادیو سے لیا کرتے تھے اور اپنی قوم تک پہنچایا کرتے تھے۔[1]

موی عبدالرحمٰن چشتی صاحب گیارہوں صدی کے علماء میں بہت بڑے شخص اور زبان سنسکرت سے خوب آگاہ تھے۔ مہادیو ابیان جو ہم یہاں لکھنے والے ہیں بعینہٖ یہی بیان پٹنہ میں غالباً ۱۳۳۶ھ میں ہم نے ایک کتاب میں دیکھا تھا جس کا نام حقیقت دین محمدی ہے۔ اور وہ کتاب ترجمہ تھی برم اتر کھنڈ کا اور موی عبدالرحمن صاحب کی کتاب کا نام مرآۃ المخلوقات ہے جو اوتر کھنڈ کا ترجمہ ہے“۔[2]

یہ مکمل مکالمہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اور اس کا متقاضی ہے کہ اسے یہاں مکمل نقل

۱۔ بشارت احمدی مصنفہ مولوی عبدالعزیز صاحب حوالہ کتاب موی عبدالرحمن صاحب

۲۔ احسن الحدیث، جلد ۲ صفحہ ۲۲۳، بحوالہ مقدمات انوار القرآن، سید راحت حسین گوپالپوری، صفحہ ۴۰ مطبوعہ مجموا ہندوستان ۱۳۵۵ھ

کیا جائے۔لیکن صفحات کی ضخامت کے سبب صرف وہی عبارت نقل کی جارہی ہے، جس کا تعلق جناب آمنہ سے ہے۔

مہادیو کی بشارت میں جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کا ذکر:

مہادیو اپنی ذوجہ پاربتی کو پیغمبر اسلامؐ کی جائے ولادت اور انکے والدین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"پاربتی نے مہادیو سے پوچھا کہ جس شخص کو وہ بڑا قادر اور اس کی برکت والی زمین میں پیدا کرے گا۔وہ شخص دیوتا کے گھر میں یا رکھسر میں یا کس جگہ پیدا ہوگا۔۔۔صاف بیان فرمایئے۔مہادیو نے فرمایا۔اے پاربتی وہ کانت بوجھ کی پیٹھ سے پیدا ہوگا۔اور اس کی عورت کا نام سانت رکھیا (سانک رکھیا) ہوگا"۔[1]

اس عبارت میں رسول کے لیے کہا گیا ہے کہ وہ "کانت بوجھ" کی پشت پیدا ہوگا۔کانت بوجھ سنسکرت زبان میں بندہ خدا کو کہتے ہیں اور یہی عربی میں "عبداللہ" کہلاتا ہے۔یعنی پیغمبر اسلامؐ کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ کی جانب واضح اشارہ ہے۔

اور سانت بوجھ کی زوجہ کا نام "سانت رکھیا" بتایا گیا ہے، جو سنسکرت زبان میں امن و امان اور بھروسے والی اور سچی خاتون کو کہا جاتا ہے اور عربی میں یہی "آمنہ" کے معنی ہیں۔

اس عبارت سے واضح ہوگیا کہ جناب آمنہ کو بھی کتب سابقہ میں یاد کیا گیا ہے۔

کلکی یا کالکی پوران میں آمنہ سلام اللہ علیہا کا ذکر:

بھارت میں شائع ہونے والی کتاب "کالکی اوتار" نے دنیا بھر میں ہلچل مچادی ہے۔اس کتاب میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں جس کالکی اوتار کا تذکرہ

۱۔ بشارت احمدی مصنفہ مولوی عبدالعزیز صاحب دہلوی بحوالہ کتاب مولوی عبدالرحمٰن چشتی ترجمہ برماتر کھنڈ، صفحہ ۵۴

ہے۔وہ آخری رسول محمد بن عبداللہؐ ہیں۔اس کتاب کے مصنف کوئی مسلمان نہیں ہیں بلکہ اس کے مصنف پنڈت وید پرکاش برہمن ہندو ہیں۔اور الہ آباد یونیورسٹی سے وابستہ ہیں وہ سنسکرت کے معروف محقق اور اسکالر ہیں۔انہوں نے اپنی اس تحقیق کو ملک کے آٹھ مشہور و معروف پنڈتوں کے سامنے پیش کیا ہے جو اپنے شعبے میں مستند گردانے جاتے ہیں۔ان پنڈتوں نے کتاب کے بالغور مطالعے اور تحقیق کے بعد یہ تسلیم کیا ہے کہ کتاب میں پیش کیئے گئے حوالہ جات مستند اور درست ہیں۔انہوں نے اپنی تحقیق کا نام "کلکی اوتار" یعنی تمام کائنات کے رہنما رکھا ہے۔

کتاب کلکی پوران ادھیان ۲، اشلوک ۱۱ میں ہے:

یعنی "کلکی اوتار "سومتی" سے پیدا ہوگا اور اس کے باپ کا نام "وشنوویش" ہوگا"

"سومتی" کا لفظی ترجمہ "آمنہ" ہے۔اور "وشنوش" کا عبداللہ۔اور دنیا جانتی ہے کہ محمدؐ کے والد کا نام عبداللہ اور ماں کا نام آمنہ تھا۔

کلی پوران ادھیان ۲، اشلوک ۴ میں اور بھاگوت پوران، سرگ ۱۲، ادھیائے ۲، اشلوک ۱۸، میں بھی آپ کے والد کا نام "وشنویش" (یعنی عبداللہ) بتایا گیا ہے۔

❁❁❁❁❁

باب۔ ۳
خاندانی پس منظر

بنی زہرہ کون ہیں:

آپ سلام اللہ علیہا قریش کے قبیلہ بنو زُھْرَہ سے تھیں۔

زُھْرَہ جناب کلاب کے بیٹے تھے۔اور جناب کلاب سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے تیسرے دادا ہیں۔اور یہی وہ مقدس ہستی ہے جن میں نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی سیدنا عبداللہ اور والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا سلسلۂ نسب جمع ہوتا ہے۔[1]

بنو زُھْرَہ جس کی توصیف میں انساب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔اہل انساب نے اس خاندان کو بے حد اہمیت دی ہے۔اس قبیلے میں نامور شخصیات پیدا ہوئیں لیکن اس کی فضیلت کو اس دن چار چاند لگ گئے جب حضرت عبدالمطلبؑ نے اپنے چہیتے فرزند حضرت عبداللہؑ کی شادی اس خاندان میں کی اور ان سے پیغمبر اسلام ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔

بلاذری نے بھی "انساب الاشراف" کی دسویں جلد میں اس خاندان کے نسب پر بے حد تفصیل سے لکھا ہے۔

بنوزہرہ کے بانی جناب زہرہ بن کلاب ہیں۔جس کی وجہ سے اس قبیلہ کو بنوزہرہ کہا جانے لگا۔

زہرہ بن کلاب کے دو فرزند تھے،ایک عبد مناف جس کی ماں جمل بنت مالک بن قبہ بن سعد خزاعیہ تھی،دوسرا حارث،اس کی ماں عقیلہ بن عبدالعزیٰ بن عیزہ ثقفیہ تھی۔ان میں عبد مناف بن زہرہ سے وہب پیدا ہوئے جو جناب آمنہؑ کے والد اور پیغمبرؐ کے نانا ہیں۔

ان کا شجرہ اس طرح ہے:

۱۔ انسان العیون،جلد ۱ صفحہ ۵۲/اسد الغابہ،جلد ۱ صفحہ ۲۰

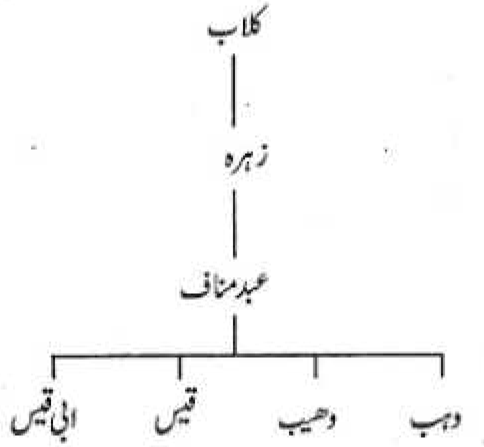

ان کی ماں ہند بنت ابی قیلہ وجرہ بن غالب بن خزاعہ تھی۔

آمنہؑ کے بھائی:

حضرت آمنہؑ کے تین بھائی تھے جن کا نام عبد یغوث،اسود،نوفل تھا جو رسولؐ کے ماموں تھے۔[1]

بنوزہرہ اور دشمنانِ رسولؐ:

قریش کی رسولؐ دشمنی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ انھوں نے رسول کی مخالفت میں خونی رشتوں اور خاندانی رواداریوں تک کا لحاظ نہیں کیا۔جہاں بنوزہرہ رسولؐ اللہ کا ننھال ہے وہاں اسی خاندان میں دشمنِ رسولؐ بھی پیدا ہوئے۔عبدالرحمن بن اسود بن یغوث بن وہب جنگ صفین میں حضرت امام علیؑ کے مقابل تھا۔عبدالرحمن بن ارقم بن عبد یغوث بن وہب عمر بن خطاب کے زمانہ میں بیت المال پر مقرر تھا۔اور عہد عثمان بن عفان میں اسی منصب پر قائم رہا،بعد میں خود ہی بیت المال کی چابیاں واپس کردی۔اور پھر یہ ذمہ داری زید بن ثابت کو دے دی گئی۔

۱۔ مراۃ الانساب،صفحہ ۲۷

مراۃ الانساب صفحہ ۲۷ میں سعد صحابی رسول کا شجرہ بھی بنوزہرہ سے جاملتا ہے۔ اسی خاندان میں عقبہ بن ابی وقاص تھا۔ جس نے احد کے دن رسولؐ خدا کے دندان مبارک شہید کئے۔ کہا جاتا ہے کہ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے اور بعض کا کہنا ہے کہ فتح مکہ سے پہلے ہی وفات ہوگئی۔ لیکن اسی کے فرزند ہاشم مرقال تھے جو جنگ صفین میں حضرت علیؑ کی حمایت میں شہید ہوئے۔ مشہور محدث محمد بن مسلم بن شہاب زہری کا تعلق بھی اسی خاندان سے ہے۔ جس نے امام زین العابدین علیہ السلام سے احادیث روایت کی ہیں۔ عبدالرحمٰن بن عوف حضرت امام علیؑ کے حمایتیوں میں نہیں تھے۔ ان کا تعلق بھی بنوزہرۃ سے تھا۔

شجرہ حضرت عبداللہ علیہ السلام و حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا:

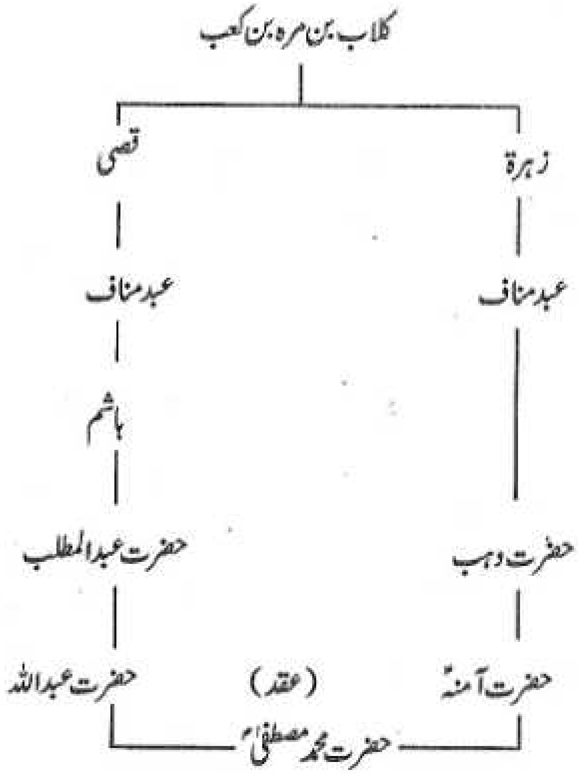

عبدمناف بن زہرہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے دادا گرامی ہیں۔ تعظیم کی وجہ سے عبدمناف بن زہرہ اور عبدمناف بن قصی کو منافان کہا جاتا ہے۔ یہ نام ان کے چچازاد بھائی عبدمناف بن قصی کے نام پر رکھا گیا۔ آپ سلام اللہ علیہا کی دادی محترمہ قیلہ تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے وہب کی والدہ ہند بنت ابی قیلہ تھیں۔[1]

آمنہ کی والدہ کا نام برہ ہے جو کہ عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصی بن کلاب کی بیٹی تھیں۔ اور اس طرح سے آپ ماں کی طرف سے بھی کلاب بن مرہ بن کعب ہی سے جاملتی ہیں۔[2]

برہ کی ماں کا نام اُمّ حبیبہ بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی تھا۔[3]

ابن کثیر نے سیرۃ نبی میں جناب وہب بن عبدمناف سے متعلق لکھا ہے کہ:

"وهو يومئذ سيد بني زهرة سناً و شرفاً"

اور جناب وہب بن عبدمناف عمر اور شرافت کے اعتبار سے اپنے دور میں تمام بنوزہرہ کے سردار تھے۔[4]

کلاب بن مرہ کی شخصیت:

ان کی کنیت ابوزہرہ اور ان کی والدہ کا نام ہند ہے جو سریر بن ثعلبہ بن حارث بن فہر بن مالک کی بیٹی ہیں۔ مدرک الطالب میں آپ کا اصل نام حکیم لکھا ہے۔ آپ کو کلاب اس لئے کہتے ہیں کہ آپ شکار کیلئے کتوں کو جمع کیا کرتے تھے آپ کا نسب ماں اور باپ

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۶۹
۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۱ ص ۶۸، الکامل فی التاریخ، ج ۲ صفحہ ۴۸
۳۔ ریاحین الشریعۃ، ج ۲ صفحہ ۳۸۶
۴۔ سیرۃ النبویۃ، ج ۱ صفحہ ۱۷۷

دونوں کی جانب سے مشہور تھا لوگ مجادلات اور مسائل میں انکے پاس آتے تھے آپ نے عوام کیلئے تین کنویں کھدوائے تھے آپ کے فرزندگان قصی اور زہرہ تھے۔

آپ کے دو باپ شریک بھائی ہیں ان کے نام تیم اور یقظہ ہیں۔اور یہ دونوں اسماء کے بطن سے ہیں جو جاریۃ البارقیہ کی بیٹی تھیں۔بعض مورخین نے کہا ہے کہ یقظہ ہند بن سریر (یعنی کلاب کی) ماں کا لڑکا ہے۔[1]

مرہ بن کعب کی عرب میں حیثیت:

ان کی کنیت ابو یقظہ ہے آپ کی والدہ وحشیہ بنت شیبان ابن محارب بن فہر بن مالک تھیں۔مرہ عرب قبائل کے سردار تھے آپ نے عرفات کے قریب ایک کنواں کھودا جو لوگوں کی پیاس بجھاتا تھا آپ کے فرزند کلاب، سریر اور یقظہ ان کی والدہ بنت سعد بن عدی بن حارثہ بن عمرو بن عامر تھیں۔

آپ کے حقیقی بھائی عدی اور ہصیص تھے۔بعض مورخین نے کہا ہے کہ عدی کی ماں کا نام رقاش بنت رکبہ بن نائلہ بن کعب بن حرب بن تمیم بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان ہے۔[2]

سب سے پہلے خطیب کعب بن لوی اور آپ کی خدمات:

(مرہ کے والد کا نام کعب ہے) اور کنیت ابو ہصیص ہے۔اور کعب کی والدہ کا نام ماریہ ہے جو کعب بن القین بن جسر قضاعی کی بیٹی تھیں۔کعب کے دو سگے بھائی تھے ایک کا نام عامر اور دوسرے کا نام سامہ تھا اور ان تینوں کا ایک علاتی بھائی تھا جس کا نام عوف تھا اور اس کی ماں باردہ تھی جو عوف بن غنم بن عبداللہ بن غطفان کی بیٹی تھی مگر عوف عوف بن لوئ کی جگہ عوف بن

۱۔ مدرک الطالب، جلد ۲ ص ۲۲، الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۳۸ تا ۳۹

۲۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۳۹، مدرک الطالب، صفحہ ۲۲ جلد ۲، طبری، جلد ۱ صفحہ ۳۷

غطفان سے پکارا جاتا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عوف بن لوئ اپنی ماں باردہ کے ساتھ غطفان کے پاس چلا گیا تھا وہاں اس سے سعد بن ذیبان نے نکاح کر لیا تھا اور اس نے عوف کو اپنا متبنی بنالیا تھا۔آپ اپنے کردار کی وجہ سے مشہور تھے۔ہمیشہ مظلوموں کی مدد کرتے تھے عرب میں ایک کیلینڈر انکی وفات سے شروع ہوا اور عام الفیل پر ختم ہوا اور ثابت کرتا ہے کہ عرب میں آپکی شہرت تھی۔عرب کیلینڈر بڑے واقع یا حادثے یا بڑی شخصیت سے منسوب ہوتا ہے۔یہ کیلنڈر ۵۲۰ سال جاری رہا اور وہ وقت تھا جو انکی موت اور عام الفیل کے درمیان تھا اہل عرب جمعہ کو عروبہ کہتے تھے۔سب سے اول انہوں نے عروبہ کو جمعہ سے بدل دیا۔

کعب جمعہ میں خطبہ دیا کرتے تھے اور لفظ اما بعد ان سے ہے رائج ہوا۔آپ بہت بڑے خطیب تھے اور آپکے خطبوں کی شہرت دور دور تک تھی اور قیس بن سعیدہ نے اما بعد کو خطوط میں لکھنا شروع کر دیا۔اور آپ حج کے ایام میں حجاج کو بھی خطبے سناتے تھے۔کعب اپنے خطبوں میں اہم موضوعات کو زیر بحث لاتے جیسے حقوق الانسانی، دفاع حق، رسول اکرمؐ کی ولادت کی بشارت بھی ایک خطبے میں دی تھی جس میں انہوں نے کہا۔نرمی رکھو اور صلہ رحمی پر توجہ دو اپنے وعدہ کو وفا کرو اپنی دولت کو تجارت کے ذریعہ زیادہ کرو سخاوت بڑھاؤ کعبے کی عزت اور شرف سمجھو جلدی بہترین خوشخبری آئے گی اور آخری نبی ظہور فرمائیں گے اور یہ خبر موسیؑ اور عیسیؑ بھی لائے تھے آپ کی اولاد میں عدی جنکی والدہ حبیبہ بنت بحالہ بن سعد بن فہم بن عمرو بن قیس بن عیلان بن حضر بن نزار جبکہ مرہ اور ہصیص کی والدہ وحشیہ بنت شیبان بن صحارب بن فہر بن مالک تھیں۔[1]

لوی بن غالب کی شخصیت:

کنیت ابو کعب ہے۔لفظ لوی لئی سے نکلا ہے جس کا مطلب روشنی ہے آپکی والدہ کا

۱۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۳۹، تاریخ طبری، جلد ۲ صفحہ ۳۷، مدرک الطالب، صفحہ ۲۱ تا ۲۲

نام عاتکہ بنت یخلد بن نضر بن کنانہ تھا۔ بقول طبری رسول اللہ کے نسب میں سب سے پہلی عاتکہ یہ ہیں۔ لوئی کے دو بھائی ہیں ایک کا نام تیم الادرم ہے، تیم نام اور ادرم صفت ہے۔ ادرم ہر اس شخص کو کہتے ہیں جسکی ٹھوڑی میں نقص ہو اور یہ ایسے ہی تھے اس لئے تیم الادرم نام پڑا۔ دوسرے بھائی کا نام قیس ہے، اور دونوں بھائیوں کی نسل سے کوئی باقی نہیں رہا تھا اور آخری مرنے والے خالد بن عبداللہ القسری کے زمانے میں مرا ہے۔ اور اس کی میراث لینے والا کوئی وارث باقی نہیں رہا تھا ان کی ماں کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ سلمیٰ نام کی تھیں، جو عمرو بن ربیعہ کی بیٹی تھیں اور یہ ربیعہ یحییٰ بن حارثہ کی شاخ میں سے ہیں۔

کعب اپنے والد کی وفات کے بعد عرب کے سردار منتخب ہوئے کعبہ کے نزدیک ایک کنواں کھودا جس کا نام عسرا تھا حاجی اس کنویں سے سیراب ہوتے تھے۔ لوی کے فرزند کعب، حارث، عامر اور سامہ اور سعد تھے۔[1]

غالب بن فہر کی شخصیت:

آپ کی کنیت ابو تیم ہے۔ آپکی والدہ کا نام لیلیٰ بنت الحارث بن تمیم بن سعد بن ھذیل بن مدرکہ تھا، بقول طبری آپ کے حقیقی بھائی حارث، محارب، اسد، عوف، جون، اور ذئب تھے۔ حارث اور محارب قریش ظواہر سے تھے۔ ان دونوں میں سے حارث بطاح یعنی باشندگان شہر مکہ میں داخل ہوگئے۔ غالب اپنے پدر بزرگوار کے بعد عرب قبائل کے سردار تھے آپکے فرزند لوی اور تیم تھے۔[2]

کعبہ پر حملہ اور فہر بن مالک کی بہادری:

آپ کی کنیت ابو غالب تھی۔ ابو ہشام کے قول کی رو سے لقب جماع قریش تھا۔ آپ

۱۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۲۰، طبری، صفحہ ۷ ۳ جلد ۲، مدرک الطالب، صفحہ ۲۲

۲۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۲۰، طبری، جلد ۲ صفحہ ۷ ۳، مدرک الطالب، صفحہ ۲۱

کی والدہ جندلہ بنت حارث بن جندل بن عامر بن سعد بن الحارث بن عضاض بن جرہم تھیں۔ مورخین نے ان کا نام قریش لکھا ہے۔ بقول طبری و کامل فی التاریخ فہر اپنے عہد میں مکہ کے رئیس تھے۔ آپ کی دانش اور علم کا شہرہ دور دور تک تھا۔ ان کی شجاعت اور مردانگی دور دور تک تھی ان کے زمانے میں حسان بن عبدالکلال یمن سے بڑا لشکر لیکر آیا اور مکہ پر حملہ کیا تا کہ کعبہ کو تباہ کر سکے اور کعبے کے پتھر یمن لے جا کر وہاں کعبہ بنائے۔ جب فہر کو پتا چلا تو انہوں نے ایک پرچم کے نیچے تمام قبائل کو جمع کیا اور جنگ پر آمادہ کیا۔ لہٰذا بہت شدید جنگ ہوئی اور فہر کے ایک بیٹے حارث جنگ میں شہید ہوگئے آخر جنگ اہل مکہ نے جیت لی اور حسان کو قیدی بنالیا اور پھر تین سال کے بعد رہا کردیا۔ آپ کے چار فرزندوں میں محارب اور غالب قابل ذکر ہیں جبکہ حارث اور خالد بھی تھے۔[1]

مالک بن نضر

آپ کی کنیت ابو الحارث تھی اور آپ کی والدہ کا نام عاتکہ ہے۔ جو عدوان بن عمرو بن قیس بن عیدان تک بیٹی تھی۔ اور ان کا لقب عکرشہ ہے۔ دیار البکری نے لکھا ہے کہ ان کا نام مالک اس لئے تھا کہ عرب میں ہر شہ کے مالک تھے۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ فہر، حارث اور شیبان۔[2]

نضر بن کنانہ اور قریش کی وجہ تسمیہ:

آپ کی کنیت ابا یخلد تھی، یخلد ان کے بیٹے کا نام تھا۔ نضر کا اصلی نام قیس ہے۔ نضر کا نام خوش رو ہونے کی وجہ سے نضر (تر و تازہ) رکھا گیا۔ آپ کی والدہ برہ بنت مر تھیں۔ کچھ مورخین کا خیال ہے کہ آپ ہی اول تھے جن کو قریش کے لقب سے یاد کیا جاتا

۱۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۲۰، طبری، جلد ۲ صفحہ ۳۸، مدرک الطالب، صفحہ ۲۱

۲۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۲۱، نسب القریش، صفحہ ۱۱۔ مدرک الطالب، صفحہ ۲۱

ہے۔یعنی آپ کی اولاد ہی قبیلہ قریش کہلانے لگی تھی۔اس بات کی کافی توجیہات ہیں۔ایک وجہ یہ ہے کہ انکے قبیلے کے لوگ صبح شام انکے دسترخوان میں بیٹھتے تھے۔اس مجمع کی وجہ سے بھی قریش کہلاتے تھے۔دوسری یہ کہ قریش اکٹھا کرنے کو کہتے ہیں دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو ڈھونڈتے تھے تاکہ ان کو کھانا کھلاسکیں اور انکی حمایت کرسکیں عربی مین تقریش ڈھونڈنے کو بھی کہتے ہیں یا آسانی دینے کو بھی کہتے ہیں۔ایک اور وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ کسی سفر پر کشتی کے ذریعہ گئے تو ان کے اصحاب نے ایک سمندری جانور دیکھا۔جس کا نام قریش تھا۔نضر نے اس جانور کو ماردیا آپ کے اصحاب اس جانور کو مکہ لائے اور ایک پہاڑ پر رکھا جسکا نام ابوقبیس تھا جس نے بھی اس جانور کو دیکھا اس نے کہا نضر نے قریش کو مارا۔اس کے بعد آپ کا لقب قریش ہوگیا۔ابوحنیفہ الدینوری نے اخبار الدیوال میں کہا کہ اسکندر یونانی جب یمن سے مکہ آیا تو اس نے نضر سے ملاقات کی اس زمانے میں مکہ پر بنوخزاع کی حکومت تھی سکند نے بنوخزاع سے کہا وہ مکہ چھوڑ کر کہیں اور چل جائیں اسکندر یونانی نے مکہ نضر کے حوالے کردیا۔اور معد بن عدنان کی اولاد کو تحائف بھی دیئے۔اور جب نضر کی حکمرانی آئی تو اخلاقی اور اقتصادی بدلاؤ لائے۔اور اصطلاحات نافذ کیں۔لوگوں پر سخت نظر رکھی تاکہ وہ قانون نہ توڑیں اور قانون توڑنے پر سزائیں بھی مقرر کیں کچھ مورخین کے خیال میں آپ نے قتل پر سو اونٹ جرمانہ مقرر کیا آپ کے دو بیٹے مخلد اور مالک تھے آپکے دوسرے حقیقی بھائی نضیر، مالک، ملکان، غامر، حارث، عمرو، سعد، عوف، غنم، جرول اور حدال تھے اور ایک علاتی بھائی عبد مناۃ تھا اس کی ماں فکیہ تھی اور فلکہ بھی بیان کیا گیا ہے اور یہ ذفراء بھی کہلاتی ہیں اور یہ حنی بن بلی بن عمرو بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھی۔[1]

---

[1] الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۲۱ تا ۲۲، مدرک الطالب، صفحہ ۲۱۔طبری، ج ۲ ص ۳۹

کنانہ بن خزیمہ اور مہمان نوازی:

ابونضر کنیت ہے جبکہ بقول جمال الدین ابن عنبہ کہ آپکی کنیت اباقیس تھی۔آپکی والدہ عوانہ بنت قیس بن عیلان کی بیٹی تھیں۔اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کنانہ کی ماں ہند تھی اور یہ عموا ابن قیس کی بیٹی تھیں۔آپ اپنے والد کے بعد عرب قبائل کے سردار تھے۔آپ بہت رحمدل تھے۔سیرت حلبیہ میں علامہ حلبی لکھتے ہیں کہ کنانہ بہت زیادہ صاحب علم تھے۔اور اس وجہ سے انکی منزلت عرب قبائل میں بہت زیادہ تھی۔مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کبھی اکیلے کھانا نہیں کھاتے تھے۔اور کہتے تھے کہ ہر غذا کے وقت ایک نہ ایک مہمان ضرور ہونا چاہیئے۔اور اگر اکیلے کھانا کھانا پڑجاتا تو ایک نوالہ خود کھاتے ایک پتھر پر رکھ دیتے اور یہ ذہن میں رکھتے کہ مہمان کھارہا ہے آپکی اولاد نضر میں نضر ہی مشہور تھے۔آپ کے دو باپ شریک بہن بھائی اسد اور اسدہ تھے۔کنانہ کی کنیت ابوجذام والھون بھی تھی۔[1]

خزیمہ بن مدرکہ:

کنیت ابواسد ہے آپکی والدہ سلمیٰ ہے جو اسلم بن الحاف بن قضاعہ کی بیٹی تھیں۔آپ مذہب ابراہیم کے پیروکار تھے اس مذہب پر سختی سے کاربند تھے یعقوبی لکھتے ہیں کہ عرب حکام انکی بہت زیادہ تکریم کرتے تھے آپ کی اولاد میں اسد اور الھون انکی والدہ برہ بنت مر بن اد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار تھیں جو تمیم بن مر کی بہن تھیں اور تیسرے بیٹے کنانہ جنکی والدہ عوانہ بنت قیس بن عیدان تھیں۔آپ کا خیافی بھائی تغلب بن حلوان بن عمران بن الحاف ہے اور خزیمہ کے سگے بھائی ہذیل ہیں۔کہا گیا ہے کہ خزیمہ اور ہذیل، دونوں کی ماں کا نام سلمیٰ ہے جو اسلم بن ربیعہ کی بیٹی تھیں۔[2]

---

[1] الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۳۲۔مدرک الطالب، صفحہ ۲۰ تا ۲۱

[2] الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۳۴، نسب القریش، صفحہ ۸، مدرک الطالب، صفحہ ۲۰

مدرکہ بن الیاس:

آپ کا اصلی نام عامر تھا اور آپ مدرکہ مشہور تھے لیکن الکامل فی التاریخ اور عمدہ الطالب میں آپ کا اصل نام عمرو لکھا ہے اور کنیت ابو ہذیل اور ابو خزیمہ بیان کی گئی ہے۔ آپ کی والدہ خندف جنکا اصل نام لیلیٰ بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ جن کو خندف کہا جاتا ہے۔ لیلیٰ کی ماں کا نام ضریہ ہے۔ جو ربیعہ بن نزار کی بیٹی تھیں اور ان ہی کے نام سے حمی ضریہ (یعنی ضریٰ کی چراگاہ) منسوب ہے۔ آپ کے سگے بھائی عامر تھے جو طابخہ کے نام سے مشہور تھے۔ ایک بھائی عمیر تھے جو قمعہ کے نام سے پکارے جاتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ابو خذاعہ تھے۔ مدرکہ اس لئے کہلائے کہ ایک مرتبہ ان کے والد محترم سفر پر گئے تو راستے میں قافلے میں اونٹوں کے درمیان ایک خرگوش آیا جس کی وجہ سے اونٹ ڈر کے بھاگنے لگے۔ تو مدرکہ گئے اور انہوں نے بھاگ کر خرگوش کو پکڑ لیا اس لئے ان کو مدرکہ کہا گیا۔ یعنی جس نے پکڑ لیا، عامر نے اس کو پکڑ کر ذبح کیا اور پکایا تو ان کا نام طابخہ (یعنی پکانے والا) پڑ گیا اور عمیر خیمہ میں علیحدہ بیٹھے رہے تو ان کا نام قمعہ (یعنی علیحدہ بیٹھا رہنے والا) پڑ گیا۔ اس کے علاوہ ایک اور وجہ بھی بیان ہوتی ہے۔ کہ ان کے پاس اجداد کی تمام خوبیاں تھیں۔

"تاریخ الخمیس" میں دیار البکری لکھتے ہیں۔ کہ ان کو مدرکہ اس لیئے کہتے ہیں کہ انہوں نے ساری خوبیاں اپنے اجداد سے حاصل کیں۔ یہ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ تاریخ الیعقوبی جلد اول صفحہ ۲۲۹ میں یعقوبی لکھتے ہیں کہ مدرکہ اپنی قوم کا سردار تھا اسکی شہرت اور عظمت واضح تھی آپکے دو فرزند ھذیل اور خذیمہ تھے۔[1]

1۔ عمدۃ الطالب، صفحہ ۲۸، مدرک الطالب، صفحہ ۱۹، جلد اول صفحہ ۲۲۹
الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۴۲ تا ۴۳

الیاس بن مضر کے ایمان کی تصدیق:

آپ کی کنیت ابو عمرو ہے آپ کی والدہ کا نام الحنفا بنت ایاد بن معد بن عدنان تھا لیکن تاریخ کامل کے مطابق آپ کی ماں رباب ہے جو حیدہ بن معد کی بیٹی تھیں۔ آپ کا پیدائشی نام حبیب تھا الیاس کی پیدائش کے وقت مضر بوڑھے تھے۔ آپ جب قوم کے سردار ہوئے تو انہیں کبیر القوم اور سید العشیر ۃ کے القاب سے یاد کیا جانے لگا۔ آپ ابراہیمی قبائل مین بہت محترم تھے۔ آنحضرت محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ان کے ایمان کی تصدیق کی ہے۔ اور فرمایا کہ الیاس کے بارے میں برا نہ بولو وہ اہل ایمان میں سے تھے۔ جو شہرت انہوں نے حاصل کی وہ ان کے زمانے میں کسی دوسرے کے پاس نہ تھی۔ دیار البکری لکھتے ہیں۔ کہ عرب الیاس کا اس طرح احترام کرتے تھے۔ جو معاملہ ان کی جانب لایا جائے گا اس کا عادلانہ فیصلہ کیا جائے گا۔ انہوں نے عربوں سے جہالت دور کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کوشش میں رہے کہ آل اسماعیلؑ مذہب ابراہیمؑ پر باقی رہے۔

یعقوبی رقم طراز ہیں۔ کہ انہوں نے بدعات کو دور کیا اور لوگوں کو مذہب ابراہیم کی دعوت دی انکو تپ دق (Tuber Closes) کی بیماری تھی۔ آپ کی زوجہ لیلیٰ بنت حلوان بن عمران بن الحاف بن قضاعہ جس کو خندف بھی کہتے ہیں انہوں نے قسم کھائی تھی کہ اگر اس بیماری کی وجہ سے الیاس فوت ہو گئے تو ساری زندگی جنگل مین رہیں گی۔ اور کبھی بھی چھاؤں مین نہیں بیٹھیں گی۔ آپ کی وفات کے بعد خندف جنگل مین چلی گئیں۔ اور ہر جمعرات کو آپ کی یاد مین شعر پڑھا کرتی تھیں۔ آپ کے تین بیٹے عمرو، عامر، اور عمیر تھے جو اس طرح طابخہ، مدرکہ اور قمعہ مشہور تھے۔ آپ کا سگا بھائی الناس ہے اور اسی کا عیلان بھی پڑ گیا تھا۔[1]

1۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۴۳، مدرک الطالب، ص ۱۹

مضر بن نزار کے ایمان کی تصدیق:

آپ کی والدہ کا نام سودہ بنت عک ہے اور مدرک الطالب کے مطابق آپ کی والدہ خبسہ بنت عک بن عدنان تھیں۔ آپ مزہب ابراہیمی کے مخلص پیروکار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ مضر اور ربیعہ کو برامت کہو وہ مسلمان تھے۔ اور لوگوں کو اس طرف دعوت دیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بھی اس کی تائید فرمائی کہ مضر اور ربیعہ دین ابراہیم پر تھے۔ اور ایک حدیث بھی فرمائی۔ کہ کبھی مضر کو برا نہ کہنا وہ مسلمان تھے۔ مضر اپنی سخاوت اور حکمت کی وجہ سے اپنے بھائیوں میں افضل تھے۔ نزار کے چار فرزند حکمت میں مشہور تھے۔ لیکن مضر ان پر بھی کمال رکھتے تھے۔ مضر دور اندیشی لوگوں کے ذہنوں میں جھانکنے کے ماہر تھے۔

احمد بن یحییٰ بن جابر البلازری اپنی کتاب "انساب الاشراف" میں کہتے ہیں کہ جب نزار فوت ہو گیا تو ربیعہ اور مضر ایک سفر پر جانے کی تیاری میں تھے کہ ربیعہ چھپ چھپ کر ان سے پہلے حاکم کے پاس پہنچ گیا تاکہ وہ حاکم کو مضر سے قبل متاثر کر سکیں تھوڑی دیر بعد مضر بھی پہنچ گئے۔ آپ ظاہراً خاموش طبع کے تھے اس لئے حاکم کے قریب نہ جا سکے پھر حاکم نے دونوں کو طلب کیا اور کہا تم کیا چاہتے ہو مضر کو ڈر تھا کہ ربیعہ ان پر برتری لے جائے گا اس لئے حاکم سے کہا آپ مجھے کچھ دیں ربیعہ کو اس سے دوگنا دیں کیونکہ وہ بڑا بھائی ہے۔ حاکم نے کہا آپ کو کیا چاہیے مضر نے جواب دیا آپ کی ایک آنکھ۔ یہ سن کر حاکم نے کہا عجیب طلب ہے۔ اور کہا کہ میں دونوں کو برابر دوں گا یہ ان کی حکمت کا ایک واقع ہے کہ کس طرح انہوں نے اپنے خیالات حاکم پر واضح کیا اور اپنا مقام برقرار رکھا۔[1]

۱۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۲۰۶، مدرک الطالب، ص ۱۸

نزار بن معد کی پیشانی پر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

آپ کی کنیت ابوایاد اور ابوربیعہ بتلائی گئی ہے۔ انکی والدہ کا نام معانۃ بنت جوشم بن جلھمۃ بن عامر بن عوف بن عدی بن دب بن جرہم تھا۔ نزار کی ولادت پر معد کے گھر اس قدر خوشی ہوئی کہ معد نے بچے کی پیشانی دیکھ کر کہا یہ ختم المرسلین کا جد ہوگا۔ اور ابراہیم کی ساری سنتوں کا وارث ہوگا۔ اس خوشی میں معد نے ایک ہزار اونٹوں کی قربانی دی۔ اور عرب کے قبائل میں تقسیم کیا۔ اور کہا اس بچے کی شان کے آگے یہ بہت کم ہے۔ دیار البکری کہتا ہے کہ وہ اپنی ذہانت حسن اور حکمت میں سرفہرست تھے۔ جب معد کی وفات ہوئی۔ تو عرب کی ساری سرداری معد کی طرف منتقل ہوئی۔ نزار نے ہے سب سے اول عربی حرف تہجی ایجاد کی اور اپنے آخری عمر میں بیٹوں کے ساتھ بیابان میں رہنے لگے۔ اور جب انہیں محسوس ہوا کہ ان کا آخری وقت آ گیا ہے۔ تو مکہ کی جانب چلے گئے۔۔ تاریخ الخمیس کے مولف کہتے ہیں کہ نزار مدینہ کے قریب ذات الجیش نامی جگہ پر رہ گئے آپ کے چار فرزند تھے ربیعہ اور انمار کی والدہ حدالۃ بن وعلان بن جوشم بن جلھمۃ بن عامر بن عوف بن دی بن دب بن جرہم تھیں۔ اور مضر اور ایاد کی والدہ خبسہ بنت عک بن عدنان تھیں۔ ابن اسحاق نے کہا ہے نزار بن معد کے تین لڑکے ہوئے۔ مضر بن نزار، ربیعۃ بن نزار اور انمار بن نزار۔ ابن ہشام نے کہا ہے اور چوتھا ایاد بن نزار۔ حارث بن دوس یادی نے یہ شعر کہا ہے اور بعض کی روایت میں یہ شعر ابوداؤد کی طرف منسوب ہے۔ جس کا نام جاریہ بن حجاج تھا۔

وفتو حسن اوجھھم

من ایاد بن نزار بن معد

"اور کتنے خوبصورت جوان ایسے بھی ہیں جو ایاد بن نزار بن معد کی اولاد میں سے ہیں"۔

نزار کے سگے بھائی، قناصہ، سنام، جندق، جناد، جنادہ، قحم، عبید الرماح، غرف، عوف، شک، قضاعۃ تھے۔ قضاعۃ کے نام سے معد کی کنیت تھی اور چند ان میں سے فوت ہو گئے اور نسل نہیں چلی۔[1]

معد بن عدنان کی شخصیت:

آپ کی والدہ منعا بنت لھم بن جلید بن طسم تھیں۔ "تاریخ کامل" میں آپ کی والدہ کا نام مہدہ ہے جو اللھم کی بیٹی ہیں اور اللھم بھی بتایا گیا ہے۔ اور یہ بھی بتایا گیا کہ اللھم بن جلحب بن جدیس۔ جدیس کی جگہ ابن طسم بھی کہا گیا ہے۔ جن کا تعلق قبیلہ بنی جرہم سے تھا آپ کی پرورش یمن میں ہوئی۔ جب بخت نصر گیا اور جزیرہ نما عرب میں امن واپس آ گیا تو حجازی قبائل نے معد بن عدنان کو حجاز واپس آنے کی اجازت دی۔ اہل حجاز نے اس سلسلے میں ایک قاصد یمن بھیجا۔ پھر معد حجاز میں واپس آئے۔ جبکہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب بخت نصر نے عرب پر حملہ کیا تو ارمیاہ معد کو شام لے گئے۔ اور جب بخت نصر گیا تو وہ معد واپس آئے۔ اور عرب پر اپنی کمان ڈالی۔ یعقوبی لکھتے ہیں اسمائیل کی اولاد میں سے کسی نے وہ مقام نہیں پایا جو معد نے پایا۔ ان کا کردار سب سے اعلیٰ اور بہترین تھا۔ وہ اپنے والد عدنان کی طرح بہادر تھے۔ اور مشہور جنگجو تھے۔ انہوں نے کبھی بھی جنگ مین دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔[2]

معد بن عدنان نے جس سے بھی جنگ کی اس پر فتح حاصل کی۔ وہ سب سے اول تھے جنہوں نے اونٹ کی کوہان پر پلان رکھا اور انہوں نے کعبے کی پتھروں سے حدیں بھی بنائیں۔

معد کے چار بیٹے تھے جبکہ مصعب الزبیری نے دو بیٹوں نزار اور قضاعۃ کا ذکر کیا ہے۔[3]

1۔ الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۴۶، سیرت ابن ہشام، جلد ۱ صفحہ ۸۷

2۔ تاریخ الخمیس، جلد اول صفحہ ۱۴۷

3۔ مدرک الطالب، صفحہ ۱۸، الکامل فی التاریخ، جلد ۲ صفحہ ۴۶

عدنان بن ادو:

حضرت عدنان اکیسویں پشت پر محمد رسول اللہ ﷺ کے جدامجد ہیں۔ آپ کی کنیت ابو معد تھی۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولادوں میں ایک بڑی شخصیت تھے۔ نسب نگاروں میں رسولؐ کے نسب میں معد بن عدنان تک کسی قسم کا اختلاف نہیں ہے۔ لیکن عدنان سے آگے بڑا اختلاف ہے اس کے لکھنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔

بعض مورخین عدنان اور اسماعیلؑ کے درمیان چار پشتیں لکھتے ہیں اور بعض چالیس لکھتے ہیں۔ تعداد سے بڑھ کر ناموں میں اختلاف ہے۔ قیدار کی اولاد کا یہ خاصہ تھا کہ وہ حجاز ہی میں رہی، عدنان بھی حجاز ہی میں پیدا ہوئے، بنو اسماعیل کے قبائل ان کی جانب منسوب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان قبائل کو آل عدنان کہا جاتا ہے۔

عدنان ایک خوبصورت شخص تھے۔ اور بااخلاق انسان تھے۔ ان کی پیشانی پر نور نمایاں تھا کہ آخری نبی ﷺ انہیں کی نسل سے ہوگا۔ وہ اپنے زمانے میں سردار تھے۔ اور شمشیر زنی میں ماہر تھے۔ باشا اور یثربؐ کے علاوہ عرب کے بدون قبائل بھی ان کے ماتحت جمع ہوئے۔ بقول بلاذری کے عدنان اول تھے جنہوں نے کعبہ پر غلاف چڑھایا۔

بخت نصر جب بیت المقدس پر قبضہ کرنے کے بعد عرب آیا اور حجاز پر حملہ کیا، عدنان نے اپنی پوری صلاحیت کے ساتھ کعبہ کا دفاع کیا۔ لیکن عدنان کے لشکر میں آدمیوں کی تعداد کم تھی اور وہ بھاگنے لگے اور اتنے کم آدمیوں کے ساتھ وہ لڑ نہ سکے۔ تو انہوں نے سوچا کہ وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ یمن چلے جائیں سو وہ یمن گئے اور وہیں وفات پائی۔

حضرت عدنان کی اولاد کے بارے میں مختلف مورخین کے مختلف اقوال ہیں۔

بعض کے مطابق آپ کے بیٹوں کی تعداد دو، بعض کے مطابق چار، بعض کے مطابق پانچ اور بعض کے مطابق دس تھی۔ کتب تاریخ میں حضرت عدنان کے چھ بیٹوں کے نام ملتے

ہیں۔ جن کے ہم نام درج کر رہے ہیں:

١۔ معد ٢۔ عک ٣۔ دیت

٤۔ العی ٥۔ عدین ٦۔ ابی۔

عدنان کے دو سگے بھائی تھے:

ایک کا نام نبت تھا اور دوسرے کا نام عامر تھا۔[1]

١۔ مدرک الطالب، صفحہ ١٨، سیرت انسائیکلو پیڈیا تصنیف حافظ محمد ابراہیم طاہر گیلانی، انساب الاشراف، جلد اول صفحہ ١٥، بلاذری، الکامل فی التاریخ، جلد ٢ صفحہ ٤٧

باب۔ ٤

آمنہ سلام اللہ علیہا کی ولادت اور حالات

آمنہ نام کا مطلب:

آمنہ "عربی" زبان کا لفظ ہے۔ عربی کی مشہور لغت مصباح اللغات اور المنجد میں آمنہ کے معنی "امن دینا" کے ہیں۔[1]

آمنہ سلام اللہ علیہا کی ولادت:

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی تاریخ ولادت سے متعلق کتب تواریخ خاموش ہیں۔ البتہ کہا جاتا ہے کہ (ارعام الفیل) میں جب عبداللہ علیہ السلام کے لئے آپ سلام اللہ علیہا کی خواستگاری کی گئی۔ اس وقت آپ سلام اللہ علیہا کی عمر مبارک ۲۴ سال تھی، لہٰذا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ سلام اللہ علیہا کی پیدائش کی تاریخ اس لحاظ سے چونسٹھ ۶۴ سال قبل از بعثت ہے۔[2]

تربیت:

ولادت کے بعد ان کی تربیت کی ذمہ داری ان کے چچا وہیب بن عبد مناف نے اٹھائی۔[3]

آمنہ سلام اللہ علیہا کی بہنیں:

آپؑ کی چچازاد بہن ہالہ بنت وہیب حضرت عبدالمطلب کی دوسری زوجہ تھیں ان سے حمزہ، مقوم اور حجلا اور ایک بیٹی صفیہ پیدا ہوئیں۔ اس طرح ہالہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دادی ہونے کے ساتھ ساتھ خالہ بھی تھیں۔

1۔ مصباح اللغات عربی اردو، ۴۴ / المنجد عربی اردو ۶۳

2۔ اعلام الوریٰ ص ۲۸۵ ج ۱، تاریخ یعقوبی، ج ۲ ص ۱۰

3۔ کمال الدین، صفحہ ۱۰۲، شیخ الصدوق، تراجم اعلام النساء، جلد ا صفحہ ۲۰۱

عرب کی کاہنہ کی پیشنگوئی:

علامہ علی ابن برہان الدین حلبی سیرت حلبیہ میں ایک واقعہ یوں نقل کرتے ہیں۔ عرب کی ایک کاہنہ جس کا نام سودہ بنت زمعہ تھا نے جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کے متعلق پیشنگوئی کی۔ اس کاہنہ نے خاندان بنی زہرہ کے لوگوں میں شرف کی علامتیں دیکھیں۔ اور اپنے علم سے معلوم کرلیا کہ اس خاندان میں یا تو کوئی عورت نبی ہے اور یا کسی نبی کو جنم دے گی۔ پھر اس نے چاہا کہ اس خاندان کی تمام لڑکیوں کو ایک نظر دیکھے۔ تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ نبوت کی علامتیں کس میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ بنی زہرہ کی تمام لڑکیاں سودہ کے سامنے پیش کی گئیں۔ وہ ہر لڑکی کو دیکھ کر اس کے متعلق کوئی نہ کوئی پیشن گوئی کرتی رہی جو کچھ عرصے کے بعد پوری ہوئی۔

آخر جب حضرت آمنہ بنت وہب اس کے سامنے پیش ہوئیں تو وہ فوراً بول اٹھی:۔
یہی ہے وہ جو خود نذیرہ ہے۔ اور یا اس کے پیٹ سے کوئی نذیر (یعنی نبی) پیدا ہوگا۔ اس کی ایک خاص شان ہے اور اس میں بڑی صاف علامتیں موجود ہیں۔[1]

1۔ سیرت حلبیہ، جلد ا صفحہ ۱۵۶

باب۔۵

آمنہ نامی خواتین

حضرت آمنہؑ کے اسم گرامی کی مقبولیت کے سبب تاریخ اسلام میں اس نام کی متعدد خواتین پیدا ہوئیں جن کا تذکرہ تاریخ، حدیث اور رجال کی کتابوں میں موجود ہے۔ اس کی ایک اجمالی فہرست یہاں درج کی جاتی ہے:

خاندان اہلبیت علیہم السلام میں آمنہ نامی خواتین:

۱۔ آمنہ بنت امام زین العابدین علیہ السلام۔

۲۔ آمنہ بنت امام محمد باقر علیہ السلام، یاقوت حموی کا بیان ہے کہ ان کی قبر مصر (قاہرہ) میں معروف ہے[۱]۔۔۔ شیخ عباس قمی نے منتہی کے تتمے میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

۳۔ آمنہ بنت حسین بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام۔

۴۔ آمنہ کبریٰ بنت حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام۔

۵۔ آمنہ بنت حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام۔ جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے خاندان میں شادی ہوئی۔

۶۔ آمنہ بنت حسین بن علی علیہم السلام۔ آپ ہی سکینہؑ ہیں۔ آپ کا ایک لقب آمنہ بھی بتایا گیا ہے اسی لئے یہاں ذکر کر دیا گیا ہے۔

۷۔ آمنہ بنت حمزہ بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام۔ ان کی شادی جعفر بن عبد اللہ بن جعفر بن محمد حنفیہ بن امیر المومنین علیہ السلام سے ہوئی تھی۔[۲]

۸۔ آمنہ بنت عبید اللہ اعرج بن حسین اصغر بن امام زین العابدین علیہ السلام۔ ابراہیم بن جعفر بن حسن مثنیٰ بن امام حسن علیہ السلام کی زوجہ تھیں۔

۹۔ آمنہ بنت زید بن زید بن حسین بن حسین بن زید شہید بن امام زین العابدین علیہ السلام زوجہ علی بن محمد بن حسین بن حسین بن زید بن امام زین العابدین علیہ السلام۔

۱۔ معجم البلدان، جلد ۸ ص ۷۷

۲۔ عمدۃ الطالب و بحر الانساب

۱۰۔ آمنہ بنت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔ یاقوت حموی کا بیان ہے کہ ان کی قبر مصر (قاہرہ) میں ہے۔ سید ارتضیٰ عباس نقوی لکھتے ہیں: "آپ کا روضہ مصر میں مشہور ہے۔ آپ کے روضے سے رات کو تلاوتِ قرآن کی آواز سنی گئی ہے۔ آپ مصر میں "قرافۃ الصغریٰ" کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کے روضے کا خادم روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے اسے روغن زیتون لا کر دیا اور کہا کہ حضرت آمنہ بنت امام موسیٰ کاظمؑ کے روضے کی قندیل میں ڈال دے کہ روشنی ہو جب رات آئی خادم نے قندیل میں روغن دیا خادم کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ چراغ روشن ہی نہیں ہو رہا ہے۔ پھر خادم کے خواب میں حضرت آمنہ آئیں اور کہا کہ یہ روغن اس شخص کو واپس کر دو اس لئے کہ ہم کوئی شے قبول نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ پاک ہو۔ جب صبح ہوئی تو خادم نے وہ روغن اس شخص کو واپس کر دیا اور سارا ماجرا بیان کیا اس شخص نے کہا کہ سیدہ (آمنہ) نے بالکل درست کہا کیونکہ میں رجل مکاس ہوں اور میری کمائی حرام کی تھی"۔[۱]

آمنہ نامی صحابیات:

۱۔ آمنہ بنت ابی حکم۔ صحابیہ ہیں۔

۲۔ آمنہ بنت ارقم۔ صحابیہ ہیں۔

۳۔ آمنہ بنت خلف اسلمیہ۔ صحابیہ ہیں۔

۴۔ آمنہ بنت رقیش۔ صحابیہ ہیں۔

۵۔ آمنہ بنت سعد بن وہب۔ کنیز ابو سفیان۔ زوجہ ابو عمر۔ (اسد الغابہ)

۶۔ آمنہ بنت عباس بن عبد المطلب۔ عباس بن عتبہ بن ابی لہب کی زوجہ تھی۔

۷۔ آمنہ بنت عفان بن ابی العاص بن امیہ۔ عثمان کی بہن تھی، فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئی۔

۱۔ حیاتِ حضرت قاسم بن امام موسیٰ کاظمؑ، صفحہ ۶۹

۸۔ آمنہ بنت قرط انصاریہ۔ صحابیہ۔

۹۔ آمنہ بنت قیس بن عبداللہ۔ زینب بنت جحش کی چچازاد بہن۔ صحابیہ۔

۱۰۔ آمنہ بنت محسن۔ صحابیہ۔

۱۱۔ آمنہ بنت نعیم۔ صحابیہ۔

آمنہ نامی محدثات:

۱۔ آمنہ بنت ابراہیم دمشقیہ۔ ۷۴۰ھ میں وفات ہوئی۔

۲۔ آمنہ بنت ابی حرب۔ محدثہ تھی ۵۵۰ھ میں وفات کی۔

۳۔ آمنہ بنت احمد بن محمد بن زید۔ محدثہ تھی صحیح بخاری کی روایت کی ہے۔ سخاوی نے اجازہ روایت دیا تھا ۸۶۰ھ میں وفات ہوئی۔

۴۔ آمنہ بنت احمد ارمنازی مصری۔

۵۔ آمنہ بنت شرف الدین موسیٰ انصاری۔ محدثہ۔

۶۔ آمنہ بنت عباد بن علی بن حمزہ طباطبائیہ علویہ محدثہ۔

۷۔ آمنہ بنت عبدالرحمن بن احمد بن محمد۔ محدثہ تھی۔

۸۔ آمنہ بنت عبدالکریم بن عبدالرزاق جنابذی۔ محدثہ تھی۔

۹۔ آمنہ بنت علی دمشقیہ۔ محدثہ۔ اوائل ۷۹۸ھ میں وفات کی۔

۱۰۔ آمنہ بنت محمد بن احمد حلبیہ۔ محدثہ۔

۱۱۔ آمنہ بنت محمد بن احمد مقدسی۔ محدثہ۔ ۵۵۵ھ میں دمشق میں پیدا ہوئی اور ۶۳۱ھ میں وفات کی۔

۱۲۔ آمنہ بنت محمد بن حسن قرشیہ۔

۱۳۔ آمنہ بنت محمد رشیدی آہری۔ محدثہ۔

۱۴۔ آمنہ بنت موسیٰ بن احمد۔ محدثہ۔

۱۵۔ آمنہ بنت عنان عذری بغدادی۔ ۶۵۶ھ میں وفات کی۔

۱۶۔ آمنہ بنت نصر اللہ بن احمد الکنانیہ۔ محدثہ۔ ۷۷۰ھ میں ولادت اور ۸۵۳ھ میں وفات کی۔

۱۷۔ آمنہ بیگم بنت محمد تقی مجلسی۔ علامہ مجلسی کی بہن تھیں۔ عالمہ، فاضلہ، صالحہ تھیں۔ محمد صالح مازندرانی کی زوجہ تھیں۔ علامہ حلی کی کتاب قواعد الاحکام کی شرح لکھی۔

حضرت ام البنینؑ کے خاندان کی ایک خاتون:

آمنہ بنت وہب بن عمیر بن نصر بن قعین۔ حضرت ام البنینؑ (مادرِ حضرت عباسؑ) کے اجداد میں تھیں۔

آمنہ زوجہ عمرو بن حمق خزاعی:

آمنہ بنت شرید زوجہ عمرو بن حمق خزاعی صحابیٔ امیر المومنینؑ۔ کوفے کی فصیح خواتین میں سے تھیں اور محبت علیؑ کے جرم میں گرفتار ہو کر دربار معاویہ میں لائی گئیں۔ اور پھر دو سال تک شام کے قید خانے میں رہیں۔ یہاں تک کے معاویہ کے جلاد نے آپ کے شوہر کو قتل کر کے ان کا بریدہ سر دربار میں پیش کیا۔ معاویہ نے حکم دیا کہ اس سر کو قید خانے لے جائے اور جب آمنہ بیدار ہوں تو ان کے دامن میں رکھ دینا۔ اچانک آپ کے دامن میں سر بریدہ رکھ دیا گیا جس کی طرف متوجہ ہو کر آپ بے ہوش ہو گئیں اور جب افاقہ ہوا تو گریہ و ماتم کیا اور پھر مامور افراد سے کہا: معاویہ کے پاس جا کر میری طرف سے کہو کہ اے معاویہ! خدا تیری اولاد کو یتیم، گھر کو ویران اور خاندان کو وحشت میں مبتلا کرے اور ہرگز تجھے معاف نہ کرے۔ معاویہ آمنہ کی باتیں سن کر ناراض ہوا اور انہیں دربار میں حاضر کر کے کہا کہ اے دشمن خدا! تو مجھ پر نفرین کرتی ہے۔ آمنہ نے کہا: ہاں۔ آمنہ اور معاویہ کے درمیان کافی دیر

تک باتیں ہوتی رہیں۔ یہاں تک کہ معاویہ نے کہا میرے ملک شام سے نکل جا کہ تیری صورت نہ دیکھ سکوں اور تیری آواز نہ سن سکوں۔ آمنہ نے بلا فاصلہ کہا: اے معاویہ بہت جلد چلی جاؤں گی آخرکار غمگین دل کے ساتھ شام سے رخصت ہوگئیں راستے میں عبید بن اوس معاویہ کے حکم سے آمنہ کے لئے ہدیہ لے کر پہنچا تا کہ آپ معاویہ کی برائی نہ کریں مگر آپ نے قبول نہیں کیا اور شہر حمص چلی گئیں وہاں جانے کے بعد بیمار ہوگئیں اور دعوتِ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ جب معاویہ نے آپ کی خبر وفات سنی تو بہت خوش ہوا۔[1]

آمنہ نامی دیگر خواتین:

ان سے مراد وہ خواتین ہیں جن کی کوئی خدمات نہیں ہیں یا ان کا تعلق دشمنانِ اہلبیتؑ کے خاندان سے ہے۔

۱۔ آمنہ بنت ابان بن کلیب۔ ابی عمرو بن امیہ کی زوجہ تھی اس سے ابو العاص، عاص، عیص، ابو العیص، صفیہ اور توبہ اور اروی پیدا ہوئیں۔

۲۔ آمنہ بنت ابی سفیان بن حرب بن امیہ۔

۳۔ آمنہ بنت حرملہ۔ عاتکہ بھی نام تھا۔ ولید بن ولید بن مغیرہ کی ماں تھی۔

۴۔ آمنہ بنت عمرو بن حرب بن امیہ۔ معاویہ کی چچازاد بہن۔

آمنہ نامی شاعرات:

۱۔ آمنہ بنت عتبہ۔ کنیت ام البنین۔ جاہلیت کے دور میں معروف شاعرہ تھی۔

۲۔ آمنہ۔ زوجہ ابن دینہ عبداللہ بن عبیداللہ۔ شاعرہ تھی۔

نوٹ:۔ (یہ تمام نام طبقات ابن سعد، جلد ۸، اعلام النساء، جلد ۱، تراجم اعلام النساء، جلد ۱، ریاحین الشریعۃ، جلد ۳، لباب الانساب، المجدی، اور تہذیب الانساب سے لئے گئے ہیں)۔

---

[1] احیان الشیعہ، جلد ۲ صفحہ ۶۵، تراجم اعلام النساء، جلد ۱ صفحہ ۱۹۸

باب۔ ۶

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے شوہر جنابِ عبداللہ علیہ السلام

عبداللہ علیہ السلام کا سلسلہ نسب:

والد ماجد کی طرف سے سلسلہ نسب: عبدالمطلب (شیبۃ الحمد) بن ہاشم (عمرو) بن عبد مناف (المغیرہ) بن قصی (زید) بن مرہ بن کعب۔

والدہ ماجدہ کی جانب سے سلسلہ نسب: فاطمہ بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب۔

دادی جان کی جانب سے سلسلہ نسب: سلمٰی بنت عمرو ابن عمرو بن زید بن لبید بن خداش بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار

نانی جان کی جانب سے سلسلہ نسب: صخرہ بنت عبد بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب۔[1]

عبداللہ علیہ السلام کے بہن بھائی:

آپ کے حقیقی بھائیوں میں حضرت ابو طالبؑ (عبد مناف)، عبد الکعبہ بن عبد المطلب اور زبیر بن عبد المطلب شامل ہیں۔ آپ کی حقیقی بہنوں میں ام حکیم بیضاء بنت عبد المطلب، عاتکہ بنت عبد المطلب، امیمہ بنت عبد المطلب، اروٰی بنت عبد المطلب اور برہ بنت عبد المطلب شامل ہیں۔ ایک روایت کے مطابق ام الحکیم بیضا اور حضرت عبداللہ ام (جڑواں) بہن بھائی تھے۔ ان کے علاوہ آپ کے بہن بھائیوں میں حارث بن عبد المطلب، ابولہب (عبد العزی)، مقوم، حجل، مغیرہ، ضرار، قثم، غیداق، مصعب، حضرت حمزہ بن عبد المطلب، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ اور حضرت صفیہ بنت عبد المطلب شامل ہیں۔ یہ تمام اولاد حضرت عبد المطلبؑ کی چھ بیویوں سے ہے۔ سیرت ابن ہشام میں حضرت عبد المطلبؑ کے دس بیٹوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں قثم، عبد الکعبہ، مغیرہ اور مصعب

۱۔ طبقات ابن سعد، جلد اول

کا ذکر شامل نہیں اور اس میں حجل اور غیداق کو ایک شمار کیا گیا ہے اور اس میں عبد المطلب کی پانچ بیویوں کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ علامہ ابن سعد نے بارہ بیٹوں کا ذکر کیا ہے لیکن تفصیل دیکھنے پر پتا چلتا ہے کہ علامہ صاحب تیروں کا ذکر کر رہے ہیں اور علامہ ابن سعد نے مصعب اور غیداق کو اور حجل اور مغیرہ کو ایک ہی شمار کیا ہے۔ حضرت عبداللہؑ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ آپ حضرت عبد المطلبؑ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے لیکن امام سہیلی نے لکھا ہے کہ یہ بات ٹھیک نہیں کیونکہ حضرت حمزہ آپ سے چھوٹے تھے اور حضرت عباس حضرت حمزہ سے چھوٹے تھے۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ حضرت عبد المطلبؑ کی بیوی فاطمہ بنت عمرو کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔[1]

ولادت:

عالمان علم تاریخ و ذمہ داران فن سیرت نے لکھا ہے کہ جب نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلب عبد المطلب سے رحم فاطمہ میں منتقل ہوا اور وہ حضرت عبداللہ کے حمل سے مشرف ہوئیں۔ آسمانی کتابوں کے عالم جو مسلسل اس تلاش و جستجو میں مشغول رہتے تھے اور ہمیشہ ان علامتوں کی تلاش میں رہتے تھے کہ کسی نہ کسی طرح ان علامتوں کو معلوم کر لیں جو نبی آخر الزمانؐ کی تشریف آوری اور ولادت کا اظہار کرتی ہوں۔ ان لوگوں کے پاس وہ جبہ مبارک موجود تھا جس کو پہنے ہوئے حضرت یحیٰی علیہ اسلام نے جام شہادت نوش فرمائی تھی اور انہوں نے کتب سماوی میں دیکھا تھا جس دن اس جبہ کے خون کے دھبے تازہ ہو جائیں گے وہ نبی آخر الزمانؐ کی ولادت کا قریبی زمانہ ہوگا۔ جب انہوں نے اس جبہ پر خون کے نشانات کو تازہ پایا تو یقین کر لیا اب نبی آخر الزمانؐ کی ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

۱۔ سیرت انسائیکلو پیڈیا تصنیف و تالیف حافظ محمد ابراہیم طاہر گیلانی، حافظ عبداللہ ناصر مدنی اور حافظ محمد عثمان یوسف، جلد دوم صفحہ ۷۴

جب وہ ساعت آ گئی جس رات جناب حضرت عبد اللہؑ کی ولادت مبارک ہوئی ملک شام کے انجینئر و عالمان اہل کتاب نے ایک دوسرے کو متنبہ کیا کہ پیغمبر آخرالزمانؐ کے والد بزرگوار ام القریٰ مکہ میں تولد ہو چکے ہیں۔ حضرت عبد اللہؑ کی ولادت ایک روایت کے مطابق (اندازاً) ۲۴ جلوس نوشروانی یعنی نبی کریمؐ کی ولادت سے تقریباً سترہ برس قبل ۵۵۴ء میں ہوئی اور دوسری روایت کے مطابق آپ کی ولادت نبی کریمؐ کی ولادت مبارک سے ۲۵ برس قبل ۵۴۶ء مکہ مکرمہ میں ہوئی۔[1]

نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکات:

مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت عبد اللہؑ کی تربیت عالم غیب سے اس طرح ہوتی کہ ایک دن آپ نے اپنے والد ماجد حضرت عبد المطلب سے عرض کیا کہ جب کبھی میں بطائے مکہ اور کوہ بثیرہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے نور چمکتا دمکتا ظاہر ہوتا ہے اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو کر مشرق و مغرب کی طرف جاتا ہے پھر مجتمع ہو کر ابر کی شکل اختیار کر کے میرے اوپر سایہ فگن ہو جاتا ہے۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھلتے ہیں اور یہ ابر پارہ مدور شکل اختیار کر کے آسمان کی طرف جاتا ہے اور فوراً واپس آ جاتا ہے اور میری پشت میں واپس چلا جاتا ہے۔ میں جب زمین پر بیٹھتا ہوں تو زمین سے آواز آتی ہے

"اے وہ شخص جس کی پشت میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امانت ہے آپ پر سلامتی ہو"۔

آپ نے مزید فرمایا کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ میں ایک خشک درخت کے نیچے بیٹھا ہوں تو وہ سرسبز و شاداب ہو گیا اور مجھ پر سلام کرتا ہے۔ عبد المطلبؑ نے فرمایا کہ اے جانِ پدر تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری صلب سے رحم مادر میں ایسا نطفہ منتقل ہو گا جو تمام مخلوق الٰہی کی بزرگ ترین شخصیت ہو گا اور میں نے بھی ایسے بہت سے مشاہدات کیے ہیں اور مجھے خواب میں بھی بہت

[1] سیرت نبی ابن ہشام، جلد اول صفحہ ۱۵۷ تا ۱۶۰

سی بشارتیں دی گئی ہیں۔ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی۔ حضرت عبد اللہ اول تو بت خانے نہیں جاتے تھے لیکن اگر مجبوراً کسی خاص وجہ سے چلے جاتے تو بت چیخ چیخ کر کہتے کہ اے عبد اللہ تمہاری پیشانی میں نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگمگا رہا ہے لہٰذا تم ہمارے قریب نہ آنا اور یہ سعادت مند فرزند بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا سبب ہوں گے۔[1]

نسب اور کنیت:

عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم عبد المطلب کے سب سے چھوٹے فرزند تھے۔ عبد اللہ، امیر المؤمنینؑ کے والد ابو طالب، زبیر اور ان کی پانچ بہنوں کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومی تھیں۔ ان کی والدہ فاطمہ رسول خداؐ کے شجرہ نسب میں پانچ فاطماؤں میں سے ایک ہیں۔[2]

ان کی کنیتیں "ابو قثم"، "ابو محمد"، "ابو احمد" ہیں اور لقب "ذبیح" ہے۔

ذبح عبد اللہؑ کی داستان اور اس کی حقیقت:

ابن اسحاق سے مروی ہے کہ حضرت عبد المطلب نے زمزم کے کھودنے کے وقت جب قریش کی جانب سے رکاوٹیں دیکھیں تو منت مانی تھی کہ اگر انہیں دس لڑکے ہوں گے اور وہ سن بلوغ کو پہنچ کر قریش کے مقابلے میں ان کی حفاظت کریں گے تو ان میں سے ایک لڑکے کو کعبۃ اللہ کے پاس اللہ تعالیٰ (کی خوشنودی) کے لیے ذبح کر دیں گے۔ جب انہیں پورے دس لڑکے ہوئے اور انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ وہ ان کی حفاظت کریں گے تو ان سب کو جمع کیا اور اپنی نذر کی انہیں خبر دی اور انہیں اللہ تعالیٰ کی نذر پوری کرنے کی دعوت دی۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی بات مانی اور دریافت کیا کہ کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ حضرت

[1] معارج النبوۃ، جلد اول صفحہ ۳۵ ۷ اور ۳۶ ۷

[2] تاریخ یعقوبی، ج ۱، ص ۵۲۰، ابن اثیر، الکامل، ج ۲، ص ۳۳

عبدالمطلب نے کہا کہ تم میں سے ہر شخص ایک ایک تیر لے اور اس پر اپنے نام لکھ کر میرے پاس لائے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور عبدالمطلب کے پاس آئے۔ حضرت عبدالمطلب انہیں لے کعبۃ اللہ کے اندر ہبل کے پاس آئے اور ہبل ایک باولی پر تھا اور یہ باولی وہ تھی جس پر بیت اللہ کی نذر و نیاز میں جو چیزیں آئیں وہاں جمع رہتی تھی اور ہبل کے پاس سات تیر رکھے تھے اور ہر تیر پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ ایک پر خون بہا دوسرے پر ہاں تیسرے پر نہیں چوتھے پر تمہیں میں سے پانچویں پر تم میں ملا ہوا چھٹے پر تم میں سے نہیں ساتویں پر پانیوں کے متعلق کچھ لکھا تھا۔ حضرت عبدالمطلب اس تیروں والے کے پاس آ کر کہا کہ میرے ان بچوں کے یہ تیر ہلا کر نکالو اور جو نذر انہوں نے مانی تھی اس کی کیفیت بھی اسے سنا دی۔ ان میں سے ہر ایک لڑکے نے اپنا تیر اس کو دیا جس پر اس کا نام لکھا ہوا تھا۔ ابن اسحاق نے کہا کہ لوگوں کے خیال کے موافق عبداللہ عبدالمطلب کے بہت چہیتے فرزند تھے اور یہی دیکھ رہے تھے کہ اگر تیر ان پر سے نکل گیا تو گویا وہ خود بچ گئے۔ جب تیر والے نے تیر لیے تا کہ انہیں حرکت دے کر نکالے تو عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ سے دعا کرنے لگے۔ جب تیروں والے نے تیر چلائے تو حضرت عبداللہ کا نام نکلا۔ پھر تو عبدالمطلب نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور چھری لی اور انہیں لے کر لے اساف و نائلہ کے پاس آئے تا کہ انہیں ذبح کریں۔ جب قریش نے دیکھا تو وہ اپنی مجلس چھوڑ کر ان کے پاس آئے اور کہا عبدالمطلب تم کیا کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا میں اسے ذبح کرنا چاہتا ہوں۔ جب قریش اور آپ کے دوسرے لڑکوں نے دیکھا نے کہا خدا کی قسم اس کو ہرگز ذبح نہ کیجئے جب تک آپ مجبور نہ ہو جائیں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہر ایک شخص ہمیشہ اپنے بچے کو لایا کرے گا کہ اس کو ذبح کرے۔ اس طرح انسانی نسل باقی نہ رہے گی۔ مغیرہ بن عبداللہ نے کہا خدا کی قسم ایسا ہرگز نہ کیجئے جب تک کہ آپ مجبور نہ ہو جائیں۔ اگر ان کا عوض ہمارے مال سے ہو سکے تو ہم ان کا فدیہ اپنے مال سے دیں گے۔ قریش اور ان کے دوسرے بچوں نے کہا ان کو

ذبح نہ کیجئے بلکہ انہیں حجاز لے چلئے وہاں ایک عرفہ (غیب کی باتیں بتانے والی) ہے جس کا کوئی (موکل یا شیطان یا کوئی روح) تابع ہے اس سے آپ دریافت کیجئے۔ اگر اس نے بھی ان کو ذبح کرنے کا حکم دیا تو آپ کو ان کے ذبح کر ڈالنے کا پورا اختیار ہوگا اور اگر اس نے کوئی ایسا حکم دیا جس میں آپ کے اور اس لڑکے کے لیے اس مشکل سے نکلنے کی کوئی شکل ہو تو آپ اس کو قبول کر لیں۔ پھر وہ سب کے سب وہاں سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں انہیں معلوم ہوا کہ وہ خیبر میں ہے تو پھر وہاں سے سوار ہو کر خیبر آئے۔ عبدالمطلب نے اس عورت کو اپنے اور اپنے لڑکے کے حالات سنائے اور اپنے ارادے کا اظہار کیا۔ اس عورت نے کہا آج تو میرے پاس سے تم لوگ واپس جاؤ یہاں تک کہ میرا تابع میرے پاس آئے اور میں اس سے دریافت کر لوں۔ پس سب کے سب اس کے پاس سے لوٹ آئے اور عبدالمطلب اس کے پاس سے آ کر کھڑے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے رہے۔ دوسرے روز سویرے سب اس کے پاس گئے۔ اس عورت نے کہا ہاں مجھے تمہارے متعلق کچھ معلومات ہوئی ہے۔ تم لوگوں میں دیت کی مقدار کیا ہے۔ سب نے کہا دس اونٹ اور واقعتہً یہی مقدار تھی۔ اس عورت نے کہا تم لوگ اپنی بستیوں کی جانب لوٹ جاؤ اور تم اپنے اس آدمی کو (اپنے لڑکے کو) اور دس اونٹوں کو پاس پاس رکھو اور ان دونوں پر تیروں کے ذریعے قرعہ ڈالو اگر تیر تمہارے اس لڑکے پر تو اونٹوں کو اور بڑھاتے جاؤ یہاں تک کہ تمہارا پروردگار راضی ہو جائے (اور) اونٹوں پر تیر نکل آئے تو اس کی بجائے اونٹ ذبح کر دو۔ اس طرح تمہارا رب بھی تم سے راضی ہو گیا اور تمہارا لڑکا بھی بچ جائے گا۔ (یہ سن کر) وہ وہاں سے نکل کر مکہ پہنچے۔ جب سب اس رائے پر متفق ہو گئے تو عبدالمطلب اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت عبداللہ کو اور دس اونٹوں کو وہاں لے آئے۔ اس حالت میں کہ عبدالمطلب ہبل کے پاس کھڑے ہو کر اللہ عزوجل سے دعا کر رہے تھے۔ پھر تیر نکالا گیا تو حضرت عبداللہ پر نکلا۔ تو دس اونٹ زیادہ کیے اور اونٹوں کی

تعداد بیس ہوگئی اس طرح بڑھتی بڑھتی جب اونٹوں کی تعداد سو ہوگئی تو تب جا کر تیر اونٹوں پر نکلا۔ وہاں پر موجود قریش اور دوسرے لوگوں نے کہا اے عبدالمطلب اب تم اپنے رب کی رضامندی کو پہنچ گئے۔ عبدالمطلب نے کہا اللہ قسم ایسا نہیں یہاں تک کہ تین وقت اونٹوں پر ہی تیر نکلے۔ پھر یہ عمل تین بار کیا گیا اور ہر بار ہی تیر اونٹوں پر نکلا۔

عبدالمطلب نے اللہ اکبر کی تکبیر کہی۔ عبدالمطلب کی لڑکیاں اپنے بھائی حضرت عبد اللہ کو لے گئیں۔ حضرت عبدالمطلب نے صفا و مروہ کے درمیان اونٹوں کو لے جا کر قربانی کی۔ حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب نے جب ان اونٹوں کی قربانی کی تو ہر ایک کے لیے ان کو چھوڑ دیا (جو چاہیے گوشت کھائے روک نہ رکھی)۔ انسان یا درندہ یا طیور کوئی بھی ہو کسی کی ممانعت نہ کی البتہ خود نہ کچھ کھایا نہ آپ کی اولاد میں سے کسی نے کوئی فائدہ اٹھایا۔ عکرمہ عبداللہ بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ان دنوں دس اونٹوں کی دیت (خون بہا) ہوتی تھی (دستور تھا کہ ایک جان کے بدلے دس اونٹ دیے جائیں) عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنھوں نے ایک جان کا بدلہ سو اونٹ قرار دیا۔ جس کے بعد قریش اور عرب میں بھی یہی دستور ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کو بحال خود برقرار رکھا۔[1]

کہا گیا ہے کہ جب عبدالمطلب علیہ السلام چاہ زمزم کھودنے میں مصروف تھے تو ان کا صرف ایک فرزند تھا۔ اس زمانے میں قریش نے ان کی مخالفت کا آغاز کیا اور سب مدعی ہوئے کہ انہیں بھی اس اعزاز میں حصہ ملنا چاہیے۔ عبدالمطلب نے دیکھا کہ قریش ان کی مخالفت کر رہے ہیں اور دفاع کے لئے ان کا صرف ایک بیٹا ہے تو انھوں نے نذر مانی کہ اگر خداوند متعال انہیں ۱۰ بیٹے عطا کرے تو ان میں سے ایک کو اللہ کی راہ میں، خانہ کعبہ کے پہلو میں قربان کریں گے۔ ان کے بیٹوں کی تعداد ۱۰ ہوئی تو انھوں نے بیٹوں کے درمیان

1۔ طبقات ابن سعد، جلد اول حصہ اول صفحہ ۱۰۷

قرعہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام پر نکلا؛ لیکن لوگوں نے مخالف کر دی چنانچہ فیصلہ ہوا کہ عبداللہ اور ۱۰ اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا جائے، اگر قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلے تو ۱۰ اونٹوں کی قربانی دی جائے اور اگر عبداللہ کے نام پر نکلے تو ۱۰ اونٹوں کا اضافہ کیا جائے اور اسی طرح اونٹوں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے یہاں تک کہ قرعہ اونٹوں کے نام پر نکلے۔ قرعہ آخر کار عبداللہ اور ۱۰۰ اونٹوں کے درمیان ڈالا گیا جو ۱۰۰ اونٹوں کے نام نکلا۔[1]

رسول اللہ اس قضیے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أنا ابنُ الذَّبیحَین"۔ "میں دو ذبیحوں (قربانیوں) کا فرزند ہوں"۔

امام رضا علیہ السلام اس روایت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "اسمعیل اور عبداللہ"۔[2]

علی دوانی نذر عبدالمطلب کو امویوں کے ذہنوں کا گھڑا ہوا افسانہ سمجھتے ہیں جو انھوں نے رسول اکرم اور علیؑ کی قدر و منزلت گھٹانے کی غرض سے بنایا ہے۔[3]

عبداللہؑ کی شاعری:

حضرت عبداللہ شعر گوئی کا بھی ذوق رکھتے تھے، بعض کتب سیرت و متراجم میں آپ کے چند اشعار بھی نقل کیے گئے ہیں جو ادبی چاشنی اور فصاحت کی رونق سے مزین ہیں۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ" میں آپ کے مندرجہ ذیل اشعار نقل کئے ہیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں:

لقد حکم السارون فی کل بلدة
بأن لنا فضلاً علی سادة الارض

1۔ ابن ہشام، السیرة النبویة، ص ۱۰۳

2۔ بحار الانوار، ج ۱۲، ص ۱۲۲

3۔ تاریخ اسلام از آغاز تا ہجرت، ص ۵۴

یعنی ہر شہر میں یہ اطلاع ہے کہ ہمیں تمام زمین کے سرداروں پر فضیلت ہے۔

وأن أبي ذو المجد والسود والذي
يشار به ما بين بسر۔ الی حفض

یعنی میرے والد (عبدالمطلب) صاحب بزرگی اور ایسے سردار تھے کہ بسر سے حفض تک انہی کی طرف اشارہ کیا جاتا تھا۔

وجدي وآباء له ابلوا العلى
قديما لطلب العرف والحسب المحض .

یعنی اور میرے دادا (ہاشم) اور ان کے آباء کے لئے بلندیاں پرانی ہو گئیں سب لوگ نے ایسا تعارف اور حب ونسب کی بہت کوششیں بھی کیں۔[1]

یہود کی سازش اور تدبیر الٰہی:

اہل کتاب بعض علامتوں اور نشانیوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزماں سرور کون ومکاں کا وجود گرامی حضرت عبداللہ کے صلب میں ودیعت ہے اس لیے اطراف و اکناف سے وہ آپ کو ہلاک کرنے کی نیت سے مکہ مکرمہ میں آنے لگے۔[2]

یہود کی ایک جماعت جن کی تعداد ستر تھی ملک شام سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے آپس میں عہد کیا کہ جب تک حضرت عبداللہ کی روح کو قفس عنصری سے آزاد نہ کرا لے گئے اور حیات موت میں تبدیل نہ کر لے واپس نہیں لوٹیں گے۔ ان بدنہاد یہودیوں نے اپنے فاسد ارادے کی تکمیل کے لیے الو کی خاصیت کو اختیار کیا یہ لوگ رات کو سفر کرتے اور دن کو کسی جگہ چھپ کر آرام کرتے ہوئے مکہ مکرمہ پہنچے اور کسی ایسے موقع کی تلاش میں رہتے تھے کہ حضرت عبداللہ کو تنہا پا کر اپنے مقصد کو پورا کر لیں۔ حسن اتفاق سے

[1]۔ سیرت والدین مصطفیٰ، مولانا سید صادق انواری اشرفی قادری، صفحہ ۷۱ اور ۷۲

[2]۔ سیرت والدین مصطفیٰ، مولانا سید صادق انواری اشرفی قادری، صفحہ ۶۷

ایک دن حضرت عبداللہ تنہا شکار کے لیے مکہ سے باہر تشریف لائے اور ان بدبختوں نے موقع غنیمت جان کر حملہ کے لیے تلواریں نیاموں سے کھینچ لیں۔ یہود کی بدقسمتی کہ اس دن حضرت آمنہ والد ماجد حضرت وہب بن عبد مناف زہری بھی شکار کے ارادہ سے نکلے اور ابھی حضرت عبداللہ سے دور ہی تھے کہ انہوں نے تلواروں کی چمک اور کھنک کی آواز سنی۔ عربوں کی روایتی غیرت وحمیت نے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ ان کا ایک فرد کس مپرسی کے عالم میں دشمنوں کے ہاتھوں مارا جائے۔ جب انہوں نے حالات کا جائزہ لیا تو انہیں اندازہ ہوا کہ میرے ساتھ چند آدمی ہیں اور دشمنوں کی تعداد کافی ہے۔ ابھی اسی سوچ میں تھے کہ آپ نے دیکھا کہ آسمانی مخلوق ابلق گھوڑوں پر سوار چرخ اطلس فرش زمیں پر اتری اور ان کی انسانی مخلوق سے کوئی مشابہت نہ تھی۔ ان بہادر سواروں نے آتے ہی بدکردار یہودیوں پر حملہ کر کے چھکے چھڑا دیے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔[1]

عبداللہ علیہ السلام سے شادی کی خواہش مند خواتین:

ذبح کے واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ کی شہرت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ مکہ مکرمہ کی بہت سی نوجوان خوبصورت لڑکیوں اور عورتوں نے آپکے حسن وجمال سے متاثر ہو کر آپکو ورغلانے کی بھرپور کوشش کی حتیٰ بعض نے بڑی دولت کی بھی پیشکش کی۔ ان میں سے چند بہت مشہور ہیں۔[2]

اُم قتال:

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ رسم نذر کی ادائیگی کے بعد حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چل دیے۔ راستے میں خانہ کعبہ کے قریب انہیں ایک عورت ملی جس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی

[1]۔ معارج النبوۃ، جلد اول صفحہ ۷۳

[2]۔ سیرت والدین مصطفیٰ، صفحہ ۶۰

سے تھی ورقہ بن نوفل کی بہن ام قتال تھی۔ اس عورت نے وہاں سے دونوں باپ بیٹے کو گزرتے دیکھا تو عبداللہ سے پوچھا عبداللہ تم کہاں جارہے ہو؟ وہ بولے مجھے میرے والد اپنے ساتھ لیے جارہے ہیں، جہاں بھی یہ لے جائیں گے وہیں چلا جاؤں گا۔ ام قتال نے عبداللہ سے کہا کیا تم کوئی قربانی کے اونٹ ہو کہ تمہیں نکیل پکڑ کے جہاں کوئی چاہے لے جائے گا؟ حضرت عبداللہ نے جواب دیا یہ میرے والد ہیں، نہ میں ان کی حکم عدولی کرسکتا ہوں نہ ان سے جدائی برداشت کرسکتا ہوں۔[1]

اس عورت نے کہا جس قدر اونٹ تمہارے فدیہ میں ذبح کیے گئے ہیں وہ میں تم کو دیتی ہوں تم اس وقت مجھ سے ہم بستر ہو جاؤ۔ عبداللہ نے کہا میرے ساتھ میرے والد ہیں میں ان کی خلاف مرضی کوئی بات نہیں کروں گا اور نہ ان سے جدا ہونا چاہتا ہوں۔ حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ لیے ہوئے کعبہ سے باہر آگئے اور انہیں وہب بن عبد مناف کے پاس لے گئے جو اس وقت بنو زہرہ کے رئیس تھے۔ حضرت عبداللہ کی شادی حضرت آمنہ سے کردی گئی جو باعتبار شرافت نسب اور مرتبہ تمام قریش سے افضل خاتون تھی۔ شادی کے بعد وہب ہی کے مکان میں عبداللہ نے ان سے خلوت کی اور اسی وقت حضرت محمد ﷺ شکم مادر میں بصورت حمل جلوہ افروز ہوئے۔ جب حضرت عبداللہ حضرت آمنہ کے پاس سے برآمد ہو کر اس عورت کے پاس آئے جس نے اپنے کو ان کے لیے پیش کیا تھا۔ عبداللہ نے اس سے کہا آج تم وہ بات کیوں نہیں میرے سامنے پیش کرتی جو کل کی تھی۔ اس نے کہا آج تمہاری پیشانی پر وہ نور نہیں ہے جو کل تھا وہ جاتا رہا اور مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔

فاطمہ بنت مراء الخثعمیہ:

حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب حضرت عبداللہ کو

1۔ البدایہ والنہایہ، جلد دوم صفحہ ۱۵۵

لے کر ان کی شادی کرنے چلے تھے تو وہ بنی خثعم کی ایک کاہنہ فاطمہ بنت مرا کے پاس سے گزرے جو اہل تبالہ کی ایک یہودیہ عورت تھی اور اس نے یہود کی مذہبی کتابیں پڑھی ہوئیں تھیں۔ اس نے حضرت عبداللہ کے چہرے پر ایک خاص نور کو دیکھا اور اس سے کہا اے نوجوان اگر تو اسی وقت مجھ سے مباشرت کرتا ہے تو میں تجھے سو اونٹ دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہؓ نے کہا

اما الحرام فالممات دونہ
والحل الاحل فاستبینہ
فکیف بالامر الذی تبغینہ

ترجمہ: حرام ہو نہیں سکتا، اس سے موت اولی ہے اور حلال کی یہ شکل نہیں لہذا جو تم چاہتی ہو وہ بات کیسے ہو۔ اس کے بعد انہوں نے یہ کہا کہ میں اس وقت اپنے والد اور کسی طرح ان کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ عبدالمطلب ان کو اپنے ساتھ لیے ہوئے چلے گئے اور انہوں نے حضرت آمنہ بنت وہب سے حضرت عبداللہ کی شادی کردی۔ تین دن حضرت عبداللہ حضرت آمنہ کے پاس رہے۔ پھر پلٹے اور اب پھر اس خثعمیہ عورت کے پاس جس نے مباشرت کی خواہش کی تھی آئے اور کہا اب بھی اس بات کے لیے آمادہ ہو۔ اس نے کہا اے شریف میں بدکار نہیں ہوں، میں نے تمہارے چہرے میں ایک نور دیکھا تھا، میری خواہش تھی کہ وہ نور مجھ میں آجائے مگر اللہ کو یہ بات منظور نہ تھی کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہو، اس نے جہاں مناسب سمجھا اسے ودیعت کردیا۔ یہ بتاؤ یہاں سے جا کر تم نے کیا کیا؟ حضرت عبداللہ نے کہا میرے والد نے میری شادی آمنہ بنت وہب سے کردی اور میں تین دن ان کے ساتھ مقیم رہا۔

جب حضرت عبداللہ نے حضرت آمنہ سے شادی کا تذکرہ کیا تو اس عورت نے کہا:

انی لأحسبك أبا النبی قد أظل وقت مولدہ۔

ترجمہ میرا خیال ہے کہ تم اس نبی کے باپ ہو جس کی ولادت کا وقت آچکا ہے۔

جب قریش کے جوانوں کو فاطمہ خثعمیہ کی حضرت عبداللہ کو پیشکش اور ان کا انکار و اعراض کا علم ہوا تو انہوں نے اس معاملے میں اس کے ساتھ گفتگو کی تو اس نے یہ اشعار پڑھ کر خاموش کرا دیا۔

انی رأیت مخیلۃ بلغت

فتلألات بحناتم القطر

ترجمہ میں نے برسنے والی بدلی کو دیکھا جو برسنے کی حد کو پہنچی ہوئی تھی پس وہ چمکی مگر مصائب دآفات کے سرخ خونیں منکوں کے ساتھ (مجھے خون کے آنسو رلا گئی بلکہ خون کا سیلاب آنکھوں سے بہا گئی)۔

فلما تبھا نورا یضئی لہ

ماحولہ کاضاءۃ الفجر

ترجمہ: میں نے اس برسنے والی کو نورانی حالت میں دیکھا جو ان کے لیے اردگرد کو یوں روشن کیے ہوئے تھے جیسا سپیدہ سحر ظلمت شب کو نور سے بدلتا ہے۔

ورأیت سقیاھا حیا بلد

وقعت بہ عمارۃ القفر

ترجمہ: میں نے اس کی سیرابی کو دیکھا امت کے سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرار پزیر ہیں جب یہ جہان رنگ و بو میں تشریف لائیں۔

ورأیتہ شرفاً ابوء بہ

ما کل قادح زندہ یوری

ترجمہ: میں نے عظمت و برتری کا بلند پہاڑ دیکھا تو اس کی پناہ لینے کی کوشش کی لیکن

ہر وہ شخص جو چقماق پتھروں کو باہم رگڑ کر آگ حاصل کرنا چاہے ضروری نہیں کہ اپنے مدعا کو پاسکے اور آگ جلا سکے۔

بنی ھاشم قد غادرت من اخیکم

امینۃ اذ للباۃ یعتلجان

ترجمہ: اے بنی ہاشم آمنہ نے تمہارے بھائی کو جبکہ وہ دفاع اور مجامعت کے لیے چارہ سازی کر رہے تھے اس طرح کر دیا ہے اور اس حال میں چھوڑا ہے۔

کما غادر المصباح بعد خبوہ

فتائل قد میثت لہ بدھان

ترجمہ: جیسا کہ بتی بجھ جانے کے بعد اس فتیلہ کے ساتھ کرتی ہے جو تیل سے تر کر کے بتی روشن کرتے وقت رکھی جاتی ہے یعنی وہ اس کی تری کو کلیۃ جذب کر لیتی ہے اور بجھنے پر اس کی سرخی کو سیاہی سے بدل دیتی ہے۔

وما کل ما یحوی الفتیٰ من تلادہ

بحزم ولا ما فاتہ لتواقی

ترجمہ: حقیقت یہ نہیں ہے کہ ہر وہ مال اور نعمت جو عرصہ دراز تک کسی کے پاس رہنے والی ہو، اسے جواں ہمت لوگ اپنی ہوشیاری سے جمع کرتے ہیں اور نہ وہ جو میسر نہ آسکے وہ ان کی سستی و کاہلی کا نتیجہ ہے (بلکہ ہر ایک محض اپنا مقدر ہی حاصل کر سکتا ہے)۔

فاجمل اذا طالبت امرا فانہ

سیکفیکہ جدان یصطرعان

ترجمہ: جب تو کسی امر کا طلب گار بنے تو پھر حسن طلب سے کام لے کیونکہ اس کے حصول میں تجھے دو حصے اور نصیبے کفایت کریں گے جو باہم متحارب ہیں اور ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کے درپے۔

ستكفيكه امايد مقفعلة
وامايد مبسوطة ببنان

ترجمہ: یا تجھے کفایت کرے گا اس مقصد و مطلوب میں وہ ہاتھ جو منقبض ہے اور ضعیف وناتواں ہے (کیونکہ تجھ سے تیرا مطلوب چھین نہیں سکے گا) اور یا وہ ہاتھ جو لمبی انگلیوں اور دراز پوروں والا ہے (اگر تیرے لیے دراز بن جائے تو)۔

ولما قضت منه امينة ما قضت
نبا بصري عنه وكل لساني

ترجمہ: اور جب حضرت آمنہ سے (حضرت عبداللہ نے) اپنی حاجت کو پورا کرلیا تو میری آنکھ ان سے دور ہوگئی (کیونکہ سابقہ کشش باقی نہیں رہی تھی اور رونق و بہار جبین اقدس سے آگے منتقل ہو چکی تھی) اور (بوقت دعوت) میری زبان گنگ ہوگئی (اور اجابت سے قاصر رہی)۔[1]

فاطمہ شامیہ:

حضرت عبداللہ کے حسن و جمال اور ان کی پیشانی میں درخشاں نور کے چرچے عرب دنیا کے کئی مقامات پر پھیلے، جب اس کے اوصاف ملک شام کے اطراف و اکناف بھی شہرت تامہ پا گئے تو شاہ شام کی لڑکی مسماۃ فاطمہ جو اپنے حسن و جمال اور حشمت وجلال میں یکتا تھی اس نور سے اقتباس کرنے کے لیے مکہ آئی اور اپنے ساتھ حشم و خدام اور لونڈیوں کی ایک جماعت کے ہمراہ بیت اللہ کے قریب و جوار میں ٹھہر گئی اور چند روز کے بعد حضرت عبداللہ سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت تک آپ کی شادی حضرت آمنہ سے ہو چکی تھی۔ لیکن وہ نور نبوت ابھی رحم حضرت آمنہ میں منتقل نہیں ہوا تھا۔ اس عورت نے حضرت عبداللہ کی پیشانی میں نور مصطفی کا مشاہدہ کیا تو اس کے عشق سے مجبور

۱۔ تاریخ طبری تاریخ الامم والملوک، جلد دوم صفحہ ۲۶ اور ۲۷

ہو کر اپنے چہرہ سے پردہ اٹھا کر حضرت عبداللہ سے نکاح کی استدعا کی۔ حضرت عبداللہ نے جب اس کا حسن و جمال دیکھا تو اس کی گزارش قبول کرلی لیکن ساتھ یہ کہہ دیا کہ یہ کام میرے والد حضرت عبدالمطلب کے مشورہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ فاطمہ نے بھی اس بات کو پسند کیا۔ جب حضرت عبداللہ رات کو گھر گئے، اسی رات وہ نور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کے رحم میں منتقل ہوا اور وہ نور حضرت عبداللہ کی پیشانی سے غائب ہو گیا۔ صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ نے فاطمہ شامیہ کا قصہ اپنے والد ماجد حضرت عبدالمطلب سے بیان کیا۔ عبدالمطلب نے رضامندی ظاہر کردی۔ حضرت عبداللہ فاطمہ کے پاس آئے اور اپنے والد کی رضامندی کی اطلاع دی۔ فاطمہ کو وہ نور ان کی پیشانی میں نظر نہ آیا تو دل سے درد بھری آہ نکلی، پھر کہا اے عبداللہ وہ نور جو تمہاری پیشانی میں مجھے محسوس ہوتا تھا اس کا اقتباس کسی اور نے کرلیا ہے وہ گوہر جو تیرے وجود کے صدف میں، میں نے دیکھا تھا کوئی اور اڑا لے گیا ہے۔ چلئے اب آپ سے مجھے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ میری خواہش کا ستارہ ڈوب گیا ہے اور میری آرزو کی چنگاری بجھ گئی ہے۔ یہ کہہ کر وہ بے نیل مراد مرام اپنے وطن مالوف کو واپس چلی گئی۔[1]

عبداللہ علیہ السلام صاحبِ ایمان:

عبداللہ بن عبدالمطلب علیہ السلام کے ایمان کے سلسلے میں مسلمانوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ اہل سنت کے بعض فرقوں کے علماء انہیں کافر سمجھتے ہیں لیکن علمائے امامیہ کا اتفاق ہے کہ رسول خداؐ کے آباء و اجداد عبداللہ سے لے کر آدمؑ تک سب یکتا پرست اور مؤمن تھے۔[2]

۱۔ سیرت والدین مصطفیؐ، صفحہ ۶۲ تا ۶۶
۲۔ الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم، ج ۲، ۷۵

تاریخ ومقام وفات:

رسول اللہ ﷺ کے والد ماجد "عبداللہ" نے ۲۵ سال کی عمر میں یثرب کے ایک گھر دار النابغہ میں اپنے نانا کے خاندان بنونجار میں وفات پاگئے اور اسی گھر میں سپرد خاک کئے گئے۔[1]

قول مشہور یہ ہے کہ عبداللہ میلادِ رسول خداؐ سے قبل دنیائے فانی سے رحلت کر گئے لیکن یعقوبی نے اس کو قول کو غیر صحیح اور اجماع کے خلاف قرار دیا ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے قول سے استناد کرتے ہوئے کہا ہے کہ "عبداللہ بن عبدالمطلب رسول خداؐ کی ولادت کے دو مہینے بعد وفات پا گئے ہیں"۔ یعقوبی مزید لکھتے ہیں: بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ان کی وفات رسول اللہؐ کی ولادت کے ایک سال بعد ہوئی۔ جبکہ وہ اپنے والد کے ننھیال میں تھے۔[2]

کلینی رازی نے بھی یعقوبی کے قول کی تائید کی ہے جبکہ کلینی نے بھی یہ قول دوسروں سے نقل کیا ہے عبداللہ آنحضرتؐ کی ولادت کے ایک سال بعد رحلت فرما گئے ہیں۔ نیز بعض مؤرخین کے قول کے مطابق عبداللہ کی وفات میلاد النبی کے ۲۸ مہینے بعد یا ۷ ماہ بعد ہوئی ہے۔[3]

علاوہ ازیں مسعودی نے ان کی وفات آپ کی ولادت کے ایک ماہ بعد اور میلاد کے دوسرے سال بھی نقل کی ہے۔[4]

سبب وفات:

مدینہ میں عبداللہ بن بن عبدالمطلب علیہ السلام کی وفات کے بارے میں مروی ہے:

۱۔ الکامل فی التاریخ، ج ۲، ص ۱۰
۲۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۰
۳۔ اسد الغابۃ، ج ۱، ص ۱۳، مجلسی، بحار الانوار، ج ۱۵، ص ۱۲۵
۴۔ التنبیہ والاشراف، ص ۱۹۶

"عبداللہ قافلۂ قریش کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے اور واپسی میں بیماری کی وجہ سے قبیلہ بنونجار کے ہاں رک گئے۔ قافلۂ قریش مکہ پہنچا تو عبدالمطلب نے ان کا حال پوچھا اور اپنے بڑے فرزند حارث بن عبدالمطلب کو ان کے پاس یثرب روانہ کیا؛ لیکن حارث یثرب پہنچے تو عبداللہ وفات پا چکے تھے"۔

عبداللہ علیہ السلام کا ترکہ:

ایک کنیز بنام ام ایمن، پانچ اونٹ، بھیڑ بکریوں کا ایک ریوڑ، ایک پرانی تلوار، کچھ نقد رقم۔ کنیز ام ایمن آخر عمر تک رسول خداؐ کی خدمت کرتی رہیں۔ اور باقی اشیاء بھی ترکے کے طور پر رسول خداؐ کو ملیں۔[1]

عبداللہ علیہ السلام کی قبر:

عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر شریف مدینہ میں ہے اور اس کی زیارت مستحبات میں سے ہے۔[2]

تدفین ثانی:

مالف کتاب خاندانِ مصطفیٰ مرقوم ہیں کہ: مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۷۸ء کو پاکستان کے معروف اخبار روزنامہ نوائے وقت میں ایک خبر شائع ہوئی جس کا متن درج ذیل ہے۔ کراچی ۲۰ جنوری (ج،ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلہ میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب کا جسد مبارک جس کو دفن ہوئے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے، بالکل صحیح وسالم حالت میں برآمد ہوا۔ علاوہ ازیں صحابی رسول حضرت مالک بن سونائی اور دیگر

۱۔ طبقات ابن سعد، اسوۃ الرسول، جلد دوم، صفحہ ۳
۲۔ کاشف الغطاء، قلائد الدرر فی مناسک من حج و اعتمر، ص ۱۰۱ و ۱۱۴

صحابہ کرام کے جسد ہائے مبارک بھی اصلی حالت میں پائے گئے جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفنایا گیا، جن لوگوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا، ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ کرام کے جسم نہایت تروتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔ اس خبر اشاعت کے بعد اس کی تردید میں کوئی خبر تا حال اس بندہ ناچیز (مولف کتاب خاندان مصطفی ﷺ) کی نظر سے نہیں گزری بلکہ اس کی تائید میں کچھ مضامین شائع ہوئے۔

کتاب اجساد جاویدان (جس کا عربی ترجمہ بعنوان الاجساد الخالدۃ بیروت سے شائع ہوا ہے) نے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے موجودہ مدفن کے بارے میں صحیح ترین معلومات فراہم کی ہیں اور کتاب کے مؤلف علی اکبر مہدی پور کا کہنا ہے کہ عاشقان اہل بیت قبور شہداء کے بعد اسمعیل بن جعفر صادق کا زیارت نامہ پڑھنے کے ساتھ ہی مسجد النبی) کے قریب جناب عبداللہ کی قبر شریف کی زیارت کریں۔ مؤلف کا کہنا ہے کہ رسول اللہؐ کے والد ماجد جناب عبداللہ کا جسم مطہر ۱۴۴۷ سال بعد مدینہ منورہ میں ظاہر ہوا جبکہ بالکل تروتازہ تھا۔ ان کی قبر مسجد النبی کے قریب واقع ہوئی تھی اور شیعیان اہل بیت مدینہ مشرف ہونے کے بعد اس کی زیارت کرتے تھے۔ سعودی حکومت نے وہابیت کی مذموم روش کے تحت سنہ ۱۳۹۴ ہجری قمری کو ان کی قبر منہدم کر کے زمین کے برابر کر دی تا کہ ان کا کوئی نام ونشان تک باقی نہ رہے؛ لیکن چونکہ خداوند متعال نے ارادہ فرمایا تھا کہ اس خاندان کی عظمت زمانے کی کشمکش میں محفوظ رہے چنانچہ قبر کا ایک حصہ کھل گیا اور ان کا جسم مطہر تروتازہ حالت میں نمایاں ہوا۔ یہ واقعہ ہزاروں تماشائیوں کی موجودگی میں رونما ہوا لہذا سعودی حکمرانوں نے مجبور ہو کر جسم مطہر کو عزت واحترام کے ساتھ قبرستان بقیع میں منتقل کر کے شہداء کی قبروں کے قریب سپرد خاک کر دیا۔ جناب عبداللہ کا مدفن موجودہ زمانے میں بقیع میں واضح اور معروف ہے۔[1]

[1] مہدی پور اجساد جاویدان، ص ۴۵ تا ۴۷

عبداللہ علیہ السلام قرآن پاک کی روشنی میں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا۔[1]

ترجمہ: "اور ہم عذاب نازل نہیں کرتے جب تک ہم نہ بھیجیں کسی رسول کو"۔

سرکار دو عالم ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ جہنمی ہیں۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیت کے حوالہ سے ان کا قول قطعاً قابل قبول نہیں کیونکہ نص صریح کے ساتھ اس آیت میں مذکور ہیں کہ جب تک کسی کے پاس کوئی نذیر نہیں آتا اور پھر وہ کفر وشرک پر اصرار کرے۔ اس وقت تک وہ عذاب کا مستحق نہیں۔ آپ کے والدین کریمین جس زمانہ میں آئے اور تشریف لائے اس میں کوئی پیغمبر مبعوث نہیں ہوا۔ لہٰذا آیت ہذا کی نص صریح کے مقابلے میں ان کے قول کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور نہ ہی سرکار دو عالم کے والدین کا دوزخی ثابت ہوگا۔ علمائے کرام نے ایمان آبا النبی کے بارے میں کئی دلائل ذکر کیے جن میں چند درج ذیل ہیں۔

پہلی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۝ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَ تَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ۔[2]

ترجمہ: آپ توکل اسی ذات پر کریں جو غالب ورحیم ہے۔ وہ (اللہ) آپ کو دیکھتا ہے جب آپ قیام کرتے ہیں اور آپ کا ساجدین میں گردش کرنا بھی ملاحظہ کرتا ہے۔ مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں:

[1] سورہ بنی اسرائیل، آیت: ۱۵

[2] سورہ شعراء، آیات: ۲۱۷-۲۱۹

ارادتقلبك فى اصلاب الا نبياء من نبى الى نبى حتى اخرجتك فى هذه الامة۔[1]

ترجمہ: یہاں گردش سے مراد انبیا علیہم السلام کی مبارک پشتوں میں یکے بعد دیگرے منتقل ہونا ہے۔ یہاں تک کہ آپ اس امت میں مبعوث ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ایک اور تفسیر ان الفاظ میں منقول ہے:

اى تقلبك من اصلاب الطاهرة من أب الى أبالى ان جعلك نبيا۔[2]

ترجمہ: یعنی گردش سے مراد پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ پشتوں کی طرف منتقل ہونا ہے۔ ساجدین سے مراد مومنین ہیں۔ آیت مبارکہ میں مفسرین نے ساجدین سے مراد مومنین لیے ہیں یعنی آپ ﷺ حضرت آدم وحوا سے حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ تک جن جن کے رحموں اور پشتوں میں جلوہ افروز ہوئے وہ تمام احباب صاحب ایمان ہیں۔

تفسیر جمل میں ہے:

اى يزك متقلباً فى اصلاب و ارحام المؤمنين من لدن آدم حوا الى عبدالله و آمنه فجميع اصوله رجالا و نساء مومنون۔[3]

ترجمہ: اے محبوب حضرت آدم وحوا سے لے کر حضرت عبداللہ و حضرت آمنہ تک جن جن مومن مردوں اور عورتوں کے رحموں اور پشتوں میں آپ منتقل ہوئے، ان کو آپ کا رب ملاحظہ کر رہا ہے۔ پس آپ کے تمام آباؤ اجداد خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، تمام اہل ایمان میں سے ہیں۔ دوسری دلیل قرآن مجید نے جہاں ذات مصطفیٰ کی قسم کھائی ہے وہاں اس

۱۔ تفسیر الخازن: الجزء ۳۔ سورۃ الشعراء، آیت: ۲۱۰

۲۔ مسالک الحنفاء، ص ۴۰

۳۔ الجمل: ۳-۲۹۶

نے آپ کے والد ماجد کی بھی قسم کھائی ہے اور قرآن کا یہ قسم کھانا آپ کے نسب کی طہارت و کرامت پر شاہد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ۔[1]

ترجمہ: قسم ہے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی اس آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں:

"المراد بالوالد ادم و ابراهيم عليهما السلام اواى والد كان وما ولد محمد صلى الله عليه وآله وسلم۔[2]

اس آیت میں لفظ والد یا تو مراد حضرت آدم و ابراہیم علیہ اسلام ہیں یا ہر والد مراد ہیں اور وماولد سے مراد نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ اس آیت کریمہ میں ہر والد گرامی کے بارے میں قسم کھائی گئی ہے جس کے صلب میں نور محمدی نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا حضور نبی اکرم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب اور پھر آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی پشت مبارک میں مستقر ہوا اور پھر حضرت آمنہ کے بطن پاک سے صورت انسانی میں ظہور پزیر ہوا۔ گویا وہ تمام افراد جو نسب مصطفیٰ میں شامل ہیں مورد قسم ٹھہرائے گئے۔ تیسری دلیل قرآن مجید نے آپ ﷺ کے نسب کو تمام انساب سے اعلیٰ قرار دیا: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔[3]

ترجمہ: بے شک تمہارے پاس وہ رسول آئے جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت

۱۔ سورہ بلد، آیت: ۳

۲۔ التفسیر المظہری: ۱۰-۲۶۴

۳۔ سورہ توبہ، آیت: ۱۲۸

گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کے نہایت خواہاں ایمان والوں کے لیے نرم خو (اور) بے حد رحیم ہیں۔ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ایک دفعہ اس آیت کی تلاوت میں اَنفُسِکُم کی بجائے اَنفَسِکُم فا کی زبر کے ساتھ اسم تفضیل کے طور پر پڑھا:

قرء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم لقد جآء كم رسول من انفسكم، بفتح الفاء وقال انا انفسكم نسباً وصهراً وحسباً ليس من آبائي من لدن آدم سفاح.

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اَنفَسِکُم کو فا کی زبر کے ساتھ تلاوت کیا اور فرمایا کہ میں حسب ونسب میں تم سب سے زیادہ پاکیزہ ہوں۔ میرے آباؤ اجداد میں حضرت آدم سے لے حضرت عبداللہ تک کسی نے بدکاری کا ارتکاب نہیں کیا۔ اللہ تعالی نے نبی کریم کی طہارت نسبی کو پر مذکورہ بالا ارشاد ربانی کی توثیق وتصدیق کی صورت میں صراحت کے ساتھ آپ کے حسب ونسب کو بنی آدم میں سب سے افضل اور اعلی قرار دیا اور یہ وضاحت فرمادی کہ میرے محبوب کے تمام آباء واجداد سفاحت یعنی بدکاری سے پاک تھے اور اللہ تعالی کا فرمان ہے:

اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ۔[1] ..... ترجمہ: مشرک نرے ناپاک ہیں۔

اس سے ثابت وواجب ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد میں سے کوئی بھی مشرک نہ تھا۔

عبداللہ علیہ السلام احادیث کی روشنی میں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد کے ایمان اور یکتا پرستی کے بارے میں دو قسم کی حدیثیں وارد ہوئی ہیں:

۱۔ سورہ توبہ، آیت: ۲۸

۱۔ وہ احادیث جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء اور ماؤں کی پاکیزگی اور طہارت پر دلالت کرتی ہیں جیسا کہ امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جبرائیل مجھ پر نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ! خداوند عزّ وجلّ خداوند متعال نے آپ پر درود بھیجتا ہے اور فرماتا ہے: بے شک میں نے آگ کو حرام کر دیا ہر صلب پر جس نے آپ کو اتارا ہے اور ہر رحم پر جس نے آپ کو حمل کیا ہے، اور ہر دامن پر جس نے آپ کو پالا ہے اور آپ کی کفالت کی ہے"۔[1]

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "خداوند عزّ وجلّ نے مجھے یکے بعد از دیگرے پاک صلبوں سے پاک اور مطہر کوکھوں میں منتقل کیا اور جاہلیت کی برائیاں مجھ تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔ یہ احادیث معنوی تواتر کی حد تک پہنچی ہیں"۔[2]

۲۔ وہ احادیث جن کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن اپنے آباء واجداد کی شفاعت کرتے ہیں جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے اپنے پروردگار سے التجا کی کہ چار افراد کو بخش دے اور خدا انہیں بخش دے گا ان شاء اللہ: میری والدہ آمنہؑ بنت وہب، میرے والد عبداللہؑ بن عبدالمطلب، میرے چچا ابو طالب بن عبدالمطلبؑ اور ایک انصاری مرد جس کے ساتھ میرا عہد وپیمان تھا۔"[3]

حالانکہ قرآن کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ مشرکین کے لئے طلب مغفرت اور ان کی شفاعت کریں:

ارشاد ہوتا ہے:

۱۔ علل الشرائع، ج۱، ص ۱۷۷، کلینی، الکافی، ج۱، ص ۴۴۶
۲۔ تفسیر برہان، ج۳، ص ۳۱۲
۳۔ قرب الاسناد، ص ۵۶

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ۔[1]

ترجمہ: "پیغمبر ﷺ کو اور انہیں جو ایمان لائے ہیں، یہ حق نہیں کہ وہ دعائے مغفرت کریں مشرکوں کیلئے، چاہے وہ عزیز ہوں بعد اس کے کہ ان پر ثابت ہو گیا وہ دوزخ والے ہیں"۔

اور یہ جو رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ "میں اپنے والدین کی شفاعت کرتا ہوں" اس بات کی دلیل ہے کہ وہ موحد اور یکتا پرست تھے۔[2]

۳۔ شیخ صدوقؒ نے امام صادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے امام علی علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"عبدالمطلبؑ نے کبھی بھی قمار بازی نہیں کی اور بتوں کی پوجا نہیں کی اور۔۔۔۔ اور وہ کہا کرتے تھے کہ میں اپنے باپ ابراہیم خلیل علیہ السلام کے دین پر ہوں"۔[3]

۴۔ نیز شیخ صدوقؒ کہتے ہیں: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ رسول خدا ﷺ کے آباء و اجداد آدم علیہ السلام تک، نیز ابوطالب علیہ السلام اور رسول اکرم ﷺ کی والدہ آمنہؑ سب مسلمان اور صاحب ایمان تھے۔[4]

۵۔ خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے ارشادات عالیہ کے ذریعے اپنے نسب کی کرامت وطہارت کی نشان دہی بھی فرما دی تا کہ کسی بھی شخص کو آپؐ کے نسب کے بارے میں کسی بھی بدگمانی کی جرأت نہ ہو۔ حدیث نمبر ۱ حضور اکرم کا ارشاد ہے:

۱۔ سورہ توبہ، آیت: ۱۱۳

۲۔ بحار الانوار، ج ۱۵، ص ۱۰۸

۳۔ خصال، ج ۱، ص ۴۵۵

۴۔ الاعتقادات، ص ۱۱۰

ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتھم ثم خیر القبائل فجعلنی فی خیر ثم خیر بیوتھم فأنا خیرھم نفساً و خیرھم بیتاً۔[1]

ترجمہ: "جب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھ کو ان میں سے بہترین گروہ میں شامل فرمایا۔ پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ عطا فرمایا، جب گھرانے بنائے تو مجھے ان میں سے اعلیٰ خاندان عطا فرمایا۔ میں از روائے ذات اور خاندان کے سب سے افضل ہوں"۔

۶۔ لم ازل انقل من اصلاب الطاھرین الی ارحام الطاھرات۔[2]

ترجمہ: "میں پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام میں منتقل ہوتا رہا"۔

۷۔ عن ابن عباس قال: دخل ناس من قریش علی صفیة بنت عبدالمطلب فجعلوا یتفاخرون و یذکرون الجاھلیة فقالت صفیة: منا رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم. فقالو: تنبت النخلة اولشجرة فی الارض الکباء . فذکرت ذلك صفیة لرسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم . فغضب وامر بلا لا فنادی فی الناس فقام علی المنبر فقال ایھا الناس من انا؟ قالو: انت رسول اللہ . قال: انسبونی . فقالو: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب. قال: فما بال اقوام ینزلون اصلی؟ فواللہ انی لا فضلھم اصلا و خیرھم موضعاً"۔[3]

۱۔ جامع ترمذی، جلد دوم، ابواب المناقب، باب ماجاء فی فضل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر ۱۵۴۱

۲۔ شرح الزرقانی علی المواہب، جلد اول ذکر وفاۃ امہ و ما یتعلق بابویہ السیرۃ الحلبیۃ، جلد ۱، باب تزویج عبداللہ ابی النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم

۳۔ الحاوی للفتاوی مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ الجزء الثانی بحوالہ مسند بزار

ترجمہ: "حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ ایک دفعہ قریش میں سے کچھ لوگ میری پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب کی خدمت میں آئے اور انہوں نے اپنے حسب ونسب پر تفاخر کیا۔ حضرت صفیہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا نسب سب لوگوں سے اعلیٰ کیسے ہوسکتا ہے۔ حالانکہ ہم میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں یعنی نبی کریم کا مبارک نسب ہی سب سے اعلیٰ ہوسکتا ہے نہ کہ تمہارا۔ اس پر وہ تمام لوگ غصے میں آگئے اور کہنے لگے کہ حضور کا نسب تو ایسے ہے جیسے کوئی کھجور کا پودا کسی کوڑے کرکٹ سے اگ آئے۔ (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت صفیہ نے یہ تمام واقعہ حضور سے عرض کیا تو رسالت مآب سخت ناراض ہوئے اور حضرت بلال کو حکم دیا کہ تمام لوگوں کو جمع کرو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے مقدس منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور لوگوں سے مخاطب ہوکر پوچھا: اے لوگوں میں کون ہوں؟ انہوں نے عرض کیا آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے بعد فرمایا: میرا نسب بیان کرو۔ انہوں نے نسب بیان کرتے ہوئے کہا آپ حضرت عبداللہ کے بیٹے ہیں اور حضرت عبدالمطلب کے پوتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اس قوم کا کیا حال ہوگا جو میرے نسب کو کم تصور کرتی ہے انہیں علم ہونا چاہیے کہ میں نسب کے لحاظ سے انسے افضل ہوں"۔

اسی طرح حدیث کی کئی کتابوں میں ہے:

فانا خیرھم نسباً و خیرھم بیتاً۔

ترجمہ: "میں نسب اور خاندان کے لحاظ سے سب سے بہتر ہوں"۔

۸۔ عائشہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ آقائے دوجہاں ﷺ نے اپنی اور اپنے خاندان کی فضیلت کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے عرض کیا:

"فلبث مشارق الارض و مغاربھا فلم اجد رجلاً افضل من محمد علیہ وسلم و لم اجد نبی اب افضل من بنی ھاشم"۔[1]

ترجمہ: "میں نے زمین کے تمام گوشے مشارق و مغارب میں گھوم کر دیکھے ہیں لیکن کوئی شخص آپ سے افضل نظر نہیں آیا اور نہ ہی کوئی خاندان بنی ہاشم کے خاندان سے بڑھ کر افضل دکھائی دیا"۔

مذکورہ بالا احادیث مبارکہ سے اس بات پر واضح طور پر دلالت کررہی ہیں کہ آپ کے آباواجداد میں کوئی مشرک نہیں کیونکہ کافر ومشرک کو اللہ تعالیٰ نے انما المشرکون نجس فرما کر پلید قرار دیا ہے۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آپ اپنے آباواجداد کو پاکیزہ کس طرح فرما سکتے تھے؟

صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم کے اجداد میں ہر جد اپنے زمانے کی قوم میں سب سے بہتر تھا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت ہے:

"بعث من خیر قرون بنی آدم قرناً فقرناً حتی کنت من القرن الذی کنت فیہ"۔

صحیح بخاری - کتاب المناقب - باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم) میں بنوآدم کی بہترین صدی میں مبعوث ہوا ہوں۔ صدیاں گزرتی گئیں یہاں تک کہ اس صدی میں میری بعث ہوئی۔

یہ بھی ثابت ہے کہ روئے زمین کبھی بھی سات یا سات سے زیادہ مسلمانوں سے خالی نہیں رہی جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اہل زمین سے عذاب ٹالتا تھا۔

حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

۱۔ کنزالعمال - الفصل الثانی فی فضائل متفرقۃ ۳۱۹۱۳ - مجمع الزوائد باب فی کرمۃ اصلہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۳۸۲۹۔

"لم یلزل علی وجہ الدھر فی الارض سبعۃ مسلمین فصاعدا فلولا ذلک لھلکت الارض ومن علیھا"۔ [۱]

ترجمہ: "ہر زمانے میں روئے زمین پر سات یا اس سے زیادہ مسلمان رہے اگر وہ نہ ہوتے تو زمین اور اہل زمین برباد ہو جاتے"۔

امام احمد نے بھی صحیحین کی شرط پر حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت کیا ہے:

"ما خلت الارض من بعد نوح من سبعۃ یدفع اللہ تعالی بھم عن اھل الارض"۔ [۲]

ان دونوں روایات کے درمیان موازنہ کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر نبی کریم کے اجداد میں ہر جد ان سات لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ مسلمان تھے تو یہی مدعا ہے اگر کوئی اور ان کے علاوہ سات پر مشتمل تھا تو پھر تین میں سے ایک بات لازم آئے گی۔ ۱ یا تو دوسرے لوگ ان سے بہتر تھے تو یہ باطل نتیجہ ہے کیونکہ اس سے صحیح حدیث کی مخالفت ہوتی ہے۔ ۲ یا اجداد ہی ان سے بہتر تھے جبکہ وہ مشرک بھی تھے تو بالاجماع یہ باطل نتیجہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ولعبد مومن خیر من مشرک۔ [۳] ... لہٰذا ثابت ہوا کہ وہ سب توحید پر تھے اور اپنے زمانے میں تمام اہل ارض سے بہتر تھے۔

۹۔ "عن عبداللہ بن ابی قتادہ عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر ما یخلف الرجل من بعدہ ثلاث: ولد صالح یدعولہ و صدقۃ تجری یبلغہ اجرھا و علم یعمل بہ من بعدہ"۔ [۴]

۱۔ سبل الھدی والرشاد شامی۔ جلد اول ۲۵۶
۲۔ سبل الھدی والرشاد شامی۔ جلد اول ۲۵۶
۳۔ سورہ بقرہ آیت: ۲۲۱
۴۔ سنن ابن ماجہ۔ الجزاول ابواب الفضائل۔ باب ثواب معلم الناس الخیر

ترجمہ: "حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ انسان مرنے کے بعد جو کچھ چھوڑ کر مرتا ہے ان میں سے بہترین چیزیں تین ہیں، اول نیک لڑکا جو اس کے لیے دعا کرے، دوم صدقہ جاریہ کہ اس کا اجر اسے پہنچتا رہے اور سوم وہ علم جس پر لوگ اس کے بعد عمل کریں"۔

مذکورہ حدیث میں تین ایسے اعمال کی نشان دہی کی گئی ہے جو کسی کے مرجانے کے بعد اس کے کام آتے ہیں اور اس کے ثواب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ سرکار دوعالم کی صورت میں حضرت آمنہؑ اور حضرت عبداللہؑ نے اپنے پیچھے ایسا صدقہ جاریہ چھوڑا جو پوری کائنات میں کسی کو نہ حاصل ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔ اب ایک عام بچہ اگر عام والدین کے لئے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے رد نہیں فرماتا اور اگر حضورؐ اپنے والدین کے لئے دعا فرمائیں تو اس کی قبولیت کا عالم کیا ہوگا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے والدین کے لئے جو دعا کروں گا وہ منظور ہوگی۔ یہ تو قیامت کی بات ہے۔ دنیا میں آپؐ نے جہاں یہاں تک فرمایا کہ اگر دوران نماز وہ مجھے بلائیں تو میں لبیک کہتا ہوا حاضر ہو جاؤں گا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین دن بدن بلند درجات پر فائز ہو رہے ہیں۔

۱۰۔ "عن علی ابن ابی طالب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من قرأ القرآن و حفظہ ادخلہ اللہ الجنۃ و شفعہ فی عشرۃ من اھل بیتہ کلھم قد استوجب النار"۔ [۱]

ترجمہ: "حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ بیان کرتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے قرآن نے قرآن کریم پڑھ لیا اور حفظ کیا تو اللہ

۱۔ سنن ابن ماجہ، الجزاول، باب فضل من تعلم القرآن

تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کی اس کے گھر والوں میں سے دس آدمیوں کے متعلق شفاعت مقبول فرمائے گا۔ ایسے دس آدمی جن پر جہنم لازم ہو چکی ہوگی"۔

ایک حافظ قرآن مجید دس جہنمیوں کو شفاعت کر کے جنت میں پہنچا دے گا تو سرکار دو عالم ﷺ اپنے والدین کو جنت میں کیوں نہ لے جائیں گے۔ یہ کم از کم دلیل ہے ورنہ اہل سنت و جماعت تو والدین مصطفیٰ کو پہلے ہی سے جنتی تسلیم کرتی ہے۔

حدیث نمبر ۷ امام طبرانی نے المعجم الاوسط میں حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسالت مآب حجون قبرستان میں تشریف لے گئے۔

"ان النبیؐ نزل الی الحجون کئیبا حزینا. فاقام به ماشاء ربه عزوجل ثم رجع مسروراً. مقالت: یا رسول اللهؐ نزلت الی الحجون، کئیبا حزینا. فأقمت به ماشاءالله ثم رجعت مسروا؟ قال: سألت ربی عزوجل فأحیالی أمی فآمنت بی ثم ردها"۔[1]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ حجون کی طرف افسردہ اترے وہاں کچھ دیر ٹھہرے رہے، پھر خوشی کے ساتھ واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ افسردہ اور غمزدہ حالت میں حجون کی طرف گئے تھے وہاں کچھ دیر ٹھہرے اور پھر خوش ہو کر واپس لوٹے؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے دعا کی تو اس نے میرے میری والدہ محترمہ کو زندہ فرما دیا وہ مجھ پر ایمان لائیں، پھر انہیں قبر میں لوٹا دیا"۔

اگر اس موقع پر یہ سوال کیا جائے کہ سابقہ گفتگو میں جن آیات اور احادیث کا ذکر کیا گیا جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ کے والدین فوت ہونے سے پہلے ہی موحد تھے،

۱۔ مسالک الحنفاء فی والدی المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امام سیوطی، ص ۵۶۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان، الجزء ۴، سورہ محمد۔

مسلمان تھے جبکہ مذکورہ روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ آپؐ کے والدین پہلے مسلمان نہ تھے بلکہ دوبارہ زندہ ہو کر اسلام لائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپؐ کے والدین پہلے دین حنیف کے پیروکار تھے ان کو امت محمدی میں شامل کیا گیا تا کہ آپؐ کے والدین بھی درجہ صحابیت پر فائز ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ کے والدین کو غیر مسلم کہنے سے آپؐ کے والدین کی شان میں فرق نہیں آئے گا بلکہ ایذائے رسولؐ کی وجہ سے کل قیامت کے دن رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اور آپؐ کے والدین کو صحیح موحد اور مسلم ماننے کے عقیدہ سے باعث راحت و شفاعت مصطفیٰ ﷺ ہوگا۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کو اسی ایک مسئلہ کی برکت سے سرور دو عالم نے ۲۶۰ مرتبہ اپنی زیارت مشرفہ سے نوزا ہے۔

عبداللہ علیہ السلام تاریخ کی روشنی میں:

تاریخی متون و مآخذ کے مطابق، نہ صرف رسول خدا ﷺ کے آباء و اجداد کے مشرک ہونے کے سلسلے میں کوئی روشن دلیل موجود نہیں ہے بلکہ اسلامی مآخذ میں ایسے دلائل بکثرت پائے جاتے ہیں جو ثابت کرتے ہیں کہ وہ عظیم اور بہترین شخصیت کے مالک تھے۔ مثال کے طور پر مکہ پر ابرہہ کے حملے کے دوران حضرت عبدالمطلب علیہ السلام کا کلام اور ان کی دعا اس امر کی بہترین دلیل ہے۔ ابرہہ نے کعبہ کی ویرانی کی غرض سے مکہ پر حملہ کیا تو عبدالمطلب نے بتوں کی پناہ میں چلے جانے کے بجائے اللہ عزوجل کی بارگاہ میں التجا کی اور کعبہ کی حفاظت کے لئے اللہ پر توکل فرمایا۔[1]

ابرہہ کے گماشتے قریش کے اونٹ چوری کر کے لے گئے۔ عبدالمطلبؑ اور ابرہہ کے درمیان ملاقات ہوئی۔ عبدالمطلبؑ نے صرف اپنے اونٹوں کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے کہا: "میں نے گمان کیا کہ تم کعبہ کے بارے میں گفتگو کرنے آئے ہو"۔ عبدالمطلبؑ نے

۱۔ شیعہ شناسی و پاسخ بہ شبہات، ج ۱، ص ۲۶۱

کہا: "میں اپنے اونٹوں کا مالک ہوں اور اس گھر کا اپنا مالک ہے جس کی وہ خود حفاظت کرے گا"۔ عبدالمطلبؑ مکہ واپس آئے اور مکیوں سے کہا کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر پہاڑیوں میں چلے جائیں اور اپنے اموال بھی ساتھ لے جائیں۔[1]

روایات کے مطابق جناب عبدالمطلبؑ دین حنیف پر تھے اور انھوں نے کبھی بھی بت کی پوجا نہیں کی ہے۔ تیسری صدی ہجری کے مؤرخ مسعودی نے عبدالمطلبؑ کے دین کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا کہ ایک مشترکہ قول یہ ہے کہ عبدالمطلبؑ سمیت رسول اللہؐ کے اجداد میں سے کسی نے بھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔[2]

عمل صالح بھی شرط ایمان ہے جیسا کہ قرآن کی متعدد آیات میں ارشاد ہوا ہے اور رسول اللہؐ کے آباء واجداد کی ایک وجہ شہرت ان کا عمل صالح ہے۔ مثال کے طور پر اسلامی ماخذ میں منقولہ اقوال کے مطابق آمنہ بنت وہب سلام اللہ علیہا کے اعمال صالح ان کی اعلی شخصیت کی دلیل ہیں۔ عبدالمطلب اپنے فرزند عبداللہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

"فواللہ ما فی بنات اھل مکّۃ مثلھا لانّھا محتشمۃٌ فی نفسھا طاھرۃٌ مطھرۃٌ عاقلۃٌ دیّنۃٌ۔

"خداوند متعال کی عزت وجلال کی قسم! مکہ میں کوئی لڑکی آمنہ کی طرح نہیں ہے کیونکہ وہ باحیا اور باادب ہے اور پاکیزہ نفس کی مالک اور عاقل وفہیم ہے اور دین پر ایمان رکھتی ہے"۔[3]

پس رسول خداؐ کے والدین اور آباء واجداد کی زندگی کی بنیادیں نیکی اور عمل صالح پر استوار تھیں جس کی وجہ سے اُس زمانے اور اس ماحول میں ان کی وجہ شہرت نیکی اور عمل صالح اور انسانی عظمتوں سے عبارت تھی۔

۱۔ آفرینش وتاریخ، ج۱، ص۵۳۲

۲۔ مروج الذہب، ج۲، ص۱۰۹

۳۔ بحار الانوار، علامہ مجلسیؒ، ج۱۵، ص۹۹

باب ۔ ۷

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کی شادی

شادی کی تاریخ:

آپ کی شادی کی تاریخ تو کتب تواریخ میں درج نہیں لیکن ابن ہشام سیرت میں مرقوم ہیں کہ ہجرت سے ۵۳ یا ۵۴ سال قبل آپ کی شادی جناب عبداللہ سے ہوئی تھی۔[1]

نکاح شرعی:

عائشہ اور حضرت ابن عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے کہ آپ نے فرمایا: میں نکاحوں کے ذریعہ پیدا ہوا ہوں، زنا کے ذریعہ نہیں!

(یعنی آپؐ کے آباء واجداد میں جتنے بھی ہیں سب شرعی نکاح ہوئے ہیں اور ان کی جتنی اولادیں یعنی جو آپؐ کے نسبی دادا ہیں وہ سب کے سب اپنے ماں باپ کی جائز اولاد ہیں، ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو ماں باپ کی بدکاری کے ذریعہ پیدا ہوا ہو)۔[2]

سلمان قندوزی حنفی بھی اپنی کتاب ینابیع المودۃ میں مرقوم ہیں:

"جمع الفوائد" میں رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے حضرت آدمؑ سے لے کر میرے والدین کے مجھے پیدا کرنے کے وقت تک میں نکاح کی حالت پر ظاہر ہوتا رہا ہوں مجھے زنا کی ہوا تک نہیں لگی۔

ابن عباس، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ﷺ نے فرمایا:

"میری پیدائش سفاح پر نہیں ہوئی میں نکاح اسلام پر پیدا ہوا ہوں"۔[3]

۱۔ سیرۃ نبوی ابن ہشام، ج ۱ ص ۱۵۶
۲۔ سیرت حلبیہ، ج اول ص ۱۴۵
۳۔ ینابیع، باب ۲ ص ۳۷

عبداللہ علیہ السلام کو خواتین کی پیشکش:

جناب آمنہؑ کی شادی کا تذکرہ جو کتب تاریخ اہلسنت میں ملتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جب عبداللہؑ کی قربانی کے بدلے سو اونٹ فدیہ دیئے گے۔ اسکے بعد جناب عبدالمطلبؑ حضرت عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے گھر چلے گئے۔

مورخین لکھتے ہیں عبداللہ ابھی راستے میں تھے تو راستے میں ایک خاتون جس کا تعلق بنو اسد سے تھا کھڑی تھی۔ یہ حسن و جمال و جاہ وجلال کی مرقع تھی۔ اور اسکے قبیلے میں اسکے جیسی کوئی بھی صفت موصوف عورت نہ تھی۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ورقہ بن نوفل کی بہن تھی۔ اسکی نظر جب جناب عبداللہ پر پڑی اور اس نے پیشانی عبداللہ میں نور (محمدی) چمکتا دیکھا تو جناب عبداللہ کے پاس آ کر کہا عبداللہ کہاں جا رہے ہو؟ ۔۔

انھوں نے کہا اپنے والد کے ساتھ۔ اس عورت نے کہا کیا تمہارے لئے یہ ممکن ہے کہ تم میرے ساتھ اس وقت چل کر خلوت کرو اس کے بدلے میں تم کو سو اونٹ دوں گی۔ اور اس طرح ان اونٹوں کو جو تمہارے فدیہ کے طور پر ذبح کئے گئے ہیں نقصان کی تلافی ہو جائے گی۔ اسکے علاوہ جو تم چاہو گے وہ تمہیں دیا جائے گا۔

جناب عبداللہ نے کہا اس وقت تو میں اپنے والد کے ساتھ جا رہا ہوں اور اس وقت کہیں جانا میرے لئے ممکن نہیں۔[1]

اور کہا جاتا ہے کہ فاطمہ بنت مر خوبصورت ترین عورت تھی اور عفت و پاکدامنی میں خاص شہرت رکھتی تھی طبری اور ابن الاثیر کے بقول وہ خثعم کی کاہنہ تھی اس نے بھی عبداللہ کو پیغام نکاح دیا تھا۔ انھوں نے اس کاہنہ کی طرف دیکھ کر یہ اشعار کہے تھے۔

اما الحرام فالممات دونہ

۱۔ سیرت رسولؐ پاک بروایت ابن اسحاق، صفحہ ۱۳۸

والحل لا حل فاستبینہ

فکیف بالامر الذی تبغینہ

مگر حرام تو اس سے موت بھلی اور حلال تو وہ حلال نہیں جس کی مجھے چھان بین کرنی پڑے پھر وہ چیز کیسے ہو سکتی ہے جس کی طرف تو مجھے بلا رہی ہے۔[1]

عبداللہ علیہ السلام کو زرقاء کی پیشکش:

جس سال عبداللہؑ یمن میں تشریف لے گئے قبل اس کے کہ آمنہؑ سے عقد کریں اور نورِ رسالت ان کی پیشانی سے منتقل ہو وہ یمن میں ایک محل میں قیام فرما تھے اس وقت زرقاء کی نگاہ جو حضرتؑ پر پڑی تو آپؑ سے عقد کی متمنی ہوئی اور ایک تھیلی اشرفیوں کی لے کر اپنے محمل سے نکلی اور عبداللہؑ کی جانب دوڑی۔ آپؑ کو سلام کیا اور پوچھا آپؑ عرب کے کس قبیلہ سے ہیں کہ آپؑ سے زیادہ خوبصورت میں نے کسی کو نہیں دیکھا، آپؑ نے فرمایا: میں عبداللہؑ بن مطلب ہوں جو ہاشم بن عبد مناف سردار شرفاء اور مہمانوں کی ضیافت کرنے والے کے فرزند ہیں۔ زرقاء نے کہا: اے میرے سردار! کیا یہ ممکن ہے کہ ایک بار آپؑ مجھ سے مقاربت کریں۔ یہ تھیلی آپؑ کی نذر کرتی ہوں اس کے ساتھ ہی سو اونٹ خرموں سے لدے ہوئے دوں گی۔ جناب عبداللہؑ نے فرمایا: دور ہو میرے سامنے سے۔ تیری صورت کس قدر قبیح ہے شائد تجھ کو معلوم نہیں کہ ہم اس گروہ میں ہیں جو گناہ نہیں کرتے اور اپنی تلوار نیام سے نکال کر اس پر حملہ کرنا چاہا۔ زرقاء بھاگی اور ذلت کے ساتھ واپس ہوئی۔ اسی وقت عبدالمطلبؑ محل میں داخل ہوئے اور برہنہ تلوار عبداللہ کے ہاتھ میں دیکھ کر واقعہ دریافت کیا۔ جناب عبداللہؑ نے بیان کیا، عبدالمطلبؑ نے فرمایا: وہ عورت زرقاء یمنی ہے چونکہ تمہاری پیشانی نورِ نبوت جلوہ گر دیکھا پہچان گئی اور چاہتی تھی وہ نور خود حاصل کرے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس

۱۔ تاریخ طبری، جلد ۲ صفحہ ۱۵۷

نے تم کو اس کے شر سے محفوظ رکھا۔[1]

عبداللہ علیہ السلام کا حسن و جمال:

تاریخ سے ظاہر ہے کہ عبداللہ نہایت پاکباز اور حسین و جمیل تھے۔ یہی وجہ تھی کہ عورتیں ان پر فریفتہ تھیں یہاں پر عبداللہؑ کے حسن و جمال سے متعلق دو اقوال نقل کرتے ہیں ان اقوال کو ڈاکٹر عائشہ بنت شاطی نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے لیکن ہم انہیں اصل ماخذ سے نقل کرتے ہیں کیونکہ یہ اقوال لائق بیان ہیں۔

ڈاکٹر محمد حسین ہیکل کہتے ہیں کہ عورتوں کے راہ میں آنے کی وجہ کوئی اور نہیں۔ بس عبداللہ نہایت ہی وجیہ اور طاقت ور نوجوان تھے۔ اور تعجب نہیں کہ ایسے نوجوان سے شادی کے لیے آمنہ کے علاوہ دوسری دوشیزاؤں نے بھی سرگرمی دکھائی ہو۔

اسی طرح بوڈی کا بیان ہے جو اس نے اپنی کتاب الرسول میں لکھا ہے عبداللہ حسن و جمال میں شہرت رکھتا تھے۔ وہ مکہ میں تمام جوانوں سے زیادہ خوبصورت اور صاحب جمال تھا۔ اسی وجہ سے مکہ میں اس کے حسن صورت کا تذکرہ رہتا تھا کہا جاتا ہے کہ جب انہوں نے آمنہ بنت وھب کو پیغام نکاح دیا تو مکہ کی کئی سردار زادیوں کے دل جل کر راکھ بن گئے۔[2]

عبداللہ علیہ السلام پر حملہ اور وہبؑ کا بنی ہاشم کو خبردار کرنا:

سنی منابع کی رو سے تزویج کا پیغام بعدِ واقعہ عبداللہ کے فدیہ ہونے کے بدلے سو اونٹوں کا خون بہا ہونے کے بعد عبدالمطلب خود عبداللہ کو لے کر وہب کے پاس گئے اور نکاح کی خواست کی۔ لیکن شیعہ منابع میں آپ سلام اللہ علیہا کی تزویج کا واقعہ یوں درج ہے۔

۱۔ حیات القلوب، ج ۲ ص ۱۳۵ تا ۱۳۶

۲۔ محمد حسین ہیکل، حیاۃ محمدؐ، تاج کمپنی دہلی، صفحہ ۶۷، بوڈلی، الرسولؐ، مکتبہ مصر

کہ جب علمائے اہل کتاب نے نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کے آثار دیکھے، سب کے سب شام میں جمع ہوئے۔ اور پیغمبر آخرالزمانؐ کے ظہور کے بارے میں گفتگو کی، اور اپنے ایک عالم کے پاس اردن میں گئے جو سب زیادہ بزرگ و مسن تھا۔ اس نے ان لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے آنے کا کیا سبب ہے اور تم لوگ اس قدر پریشان و مضطرب کیوں ہو؟

انہوں نے کہا ہم نے اپنی کتابوں کو دیکھا اور اس میں اس پیغمبر جلیل کے اوصاف پڑھے جس کی فرشتے مدد کریں گے اور ہم اور ہمارا دین اس کے ہاتھوں زائل و برباد ہوگا۔ آپ سے اس کے بارے میں مشورہ کرنے آئے ہیں ممکن ہے اس کے روکنے کی کوئی تدبیر آپکی سمجھ آئے۔ اس عالم نے کہا جو شخص اس امر کو مٹانا چاہے جس کو قائم کرنے کا ارادہ خدا نے کیا ہو تو وہ شخص جاہل و مغرور ہے جو کچھ تم لوگوں نے دیکھا اور پڑھا ہے وہ واقع ہو کر رہے گا، اس کا روکنا ممکن نہیں۔ اسکے عزیزوں میں سے ایک وزیر ہوگا جو ہر امر میں اس کا معین و مددگار رہوگا۔ ان لوگوں نے اس عالم کی گفتگو سنی تو حیران رہ گئے۔ ان میں سے ایک عالم ہیوبا نامی اٹھا جو بڑا کافر، سرکش و شجاع تھا۔ اور بولا یہ شخص بڈھا ہوگیا ہے اور پیری کے سبب اس کی عقل زائل ہوگئی ہے۔ اس کی باتیں مت سنو۔

میں کہتا ہوں کہ جس درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے پھر کبھی وہ سرسبز نہیں ہوکرتا۔ مناسب ہے کہ اس شخص کو ہلاک کردو جس سے وہ پیغمبر پیدا ہونے والا ہے اور اس کی طرف سے بے خوف ہو جاؤ اس کی تدبیر یہ ہے کہ کچھ مال خریدو اور تجارات کے بہانے سے مکہ جاؤ وہاں تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا اور میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں۔ اپنی تلواروں کو زہر میں بجھالو اور سفر کا انتظام کرو۔ ان ملعونوں نے اس کفر بدبخت کی رائے پسند کی اور مکہ معظمہ کیلئے مناسب مال خرید کئے اور روانہ ہوئے جب مکہ کے قریب پہنچے ایک ہاتف کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے بدترین انسانو! بہترین شہر میں جار ہے ہو اور بہترین

خلق خدا کو نقصان پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہو۔ جو شخص خدائے جبار کی تقدیر پر غالب ہونا چاہتا ہے اس کی بازگشت آتش جہنم کی طرف ہوتی ہے۔ اور وہ دنیا و عقبےٰ میں خائن و نقصان اٹھانے والا ہوتا ہے۔ یہ وحشت خیز آواز اور ایسی باتیں سنکر وہ دوڑئے۔ اور چاہتے تھے کہ واپس چلے جائیں پھر ہیوبا نے وسوسوں کے ساتھ ان کو اس سفر پر قائم رکھا۔ راستہ میں جو لوگ ملتے تھے وہ ملاعین جناب عبداللہ کا حال پوچھتے وہ عبداللہ کے حسن و جمال اور کمال کی تعریف کرتے جس سے ان کا حسد اور بڑھ جاتا۔ وہ سب مکہ میں داخل ہوئے اور تاجروں کو اپنے مال دکھائے اور قیمت بہت زیادہ طلب کی تا کہ وہ نہ خریدیں، اور مکہ میں قیام کا عذر و بہانہ ان کے لئے موجود رہے اور موقع کے منتظر تھے۔ ایک رات جناب عبداللہؑ نے خواب میں دیکھا اور اپنے پدر عبدالمطلب سے بیان کیا کہ چند بندر برہنہ تلواریں ہاتھوں میں انکو حرکت دے رہے ہیں اور مجھ پر حملہ کر رہے ہیں یہانتک کہ میں ہوا میں بلند ہوگیا۔ اور آسمان کی جانب سے ایک آگ نازل ہوئی جس نے ان تمام بندروں کو جلا کر خاک کر دیا۔ عبدالمطلب نے فرمایا اے فرزند خداوند عالم تجھ کو تمام بلاؤں سے محفوظ رکھے گا تجھ سے حسد کرنے والے بہت ہیں اس نور کے سبب جو تیری پیشانی میں ہے۔ لیکن اگر تمام اہل زمیں اتفاق کرلیں تب بھی تجھ کو ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ کیونکہ یہ نور امانت پیغمبر آخرالزمان ہے اور خدا اس کا محافظ ہے۔

اکثر جناب عبدالمطلبؑ و عبداللہؑ شکار کو جایا کرتے تھے۔ لیکن وہ کفار عبدالمطلب کے خوف سے عبداللہ سے کچھ تعرض نہ کر سکتے تھے۔ ایک روز جناب عبداللہ تنہا شکار کے لئے گئے۔ ہیوبا اپنے ہمراہیوں کے پاس آکر بولا اب کیا انتظار کر رہے ہو۔ عبداللہ اکیلے شکار کو گئے ہیں۔ موقع غنیمت ہے۔ یہ سنتے ہی ان میں سے اکثر برہنہ تلواریں اپنے کپڑوں میں چھپا کر عبداللہؑ کے قتل کے ارادے سے چلے۔ اور اس وقت پہنچے جب عبداللہ پہاڑ کے دروں میں داخل ہوکر ایک شکار کو ذبح کر رہے تھے۔ یہودیوں نے ہر طرف سے آپ کو گھیر لیا

اور تمام راستے بند کر لئے۔ عبداللہؑ نے جو دیکھا کہ وہ قتل کا ارادہ رکھتے ہیں اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا اور ظاہر و باطن جاننے والے خدا کی بارگاہ میں تضرع و زاری کی۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے کہ کس سبب سے مجھے ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ خدا کی قسم میں نے تم میں سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی ہے نہ کسی کا مال چھینا ہے نہ تم مین سے کسی کا قتل کیا ہے۔ لیکن ان ملعونوں نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یکبارگی حملہ کیا۔ عبداللہؑ نے خدا کا نام لے کر ۴۴ چار تیر ان کی طرف پھینکے ہر تیر سے ایک ایک لعین کو واصل جہنم کیا تو ان کافروں نے حیلہ و بہانہ شروع کیا، کہنے لگے آپ ہم کو کیوں قتل کر رہے ہیں ہم کو آپ سے کوئی غرض نہیں۔ ہمارا ایک غلام بھاگ گیا ہے ہم اسکی تلاش میں آئے اور آپ کو غلطی سے وہی غلام سمجھ لیا۔ عبداللہ ان کے اس فریب آمیز عذر پر ہنسے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کمان اٹھائی اور چاہا کہ ان کے درمیان سے نکل جائیں ان لوگوں نے پھر حملہ کیا بعض پتھر مارنے لگے اور بعض تلوروں سے وار کرنے لگے۔ عبداللہ بھی شیر کی طرح ان پر جھپٹے اور بہتوں کو مار کر زمین پر گرا دیا۔ لیکن جب ان کی شدت و سختی زیادہ ہوئی تو گھوڑے سے کود پڑے اور پشت پہاڑ کے سہارے سے لگائی تو ان ظالموں نے پتھر مارنا شروع کیا۔ خوف سے نزدیک نہ آتے تھے۔ اسی حال میں جبکہ اشقیا نے عبداللہ کو گھیر رکھا تھا، وہب ابن عبد مناف اس درہ میں پہنچ گئے۔ ان یہودیوں کی کثرت دیکھ کر ڈرے اور ڈرے ہوئے مکہ میں آئے اور بنی ہاشم کو آواز دی کہ عبداللہ کی خبر لو دشمنوں نے فلاں درے میں انکو گھیر رکھا ہے۔ یہ سنتے ہی تمام بنی ہاشم ہاتھوں میں تلواریں لئے برہنہ گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی کے ساتھ اس درہ میں پہنچے۔ عبداللہ نے دیکھا کہ عبدالمطلبؑ، ابوطالبؑ، حمزہؓ، اور عباسؓ اور دوسرے بنی ہاشم درہ میں داخل ہوئے تو عبدالمطلب نے فرمایا اے فرزند یہ تھی اس خواب کی تعبیر جو تم نے دیکھا تھا۔ یہودیوں نے ان لوگوں کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ اب ہماری جانیں نہیں بچ سکتیں۔ اور بھاگنے لگے۔ بعض تنگ درہ میں جا کر چھپے جن پر بقدرت الٰہی پہاڑ سے پتھر گرا اور وہ جہنم واصل ہوئے۔ ان میں سے

اکثر گرفتار ہوئے۔ ان لوگوں نے چاہا کہ ان سب کو قتل کر دیں تو وہ کہنے لگے کہ ہم کو اتنی مہلت دیجئے کہ اپنے حسابات اہل مکہ سے صاف کر لیں پھر آپ کو اختیار ہے جو چاہیں کریں تو ان لوگوں کی مشکیں باندھ کر مکہ کی جانب روانہ ہوئے مکہ والے ان پر پتھر برساتے اور لعنت کرتے تھے۔ پھر عبدالمطلبؑ نے چند لوگوں کو برائے شکریہ وہب کے پاس بھیجا۔[1]

عبداللہ علیہ السلام و آمنہ سلام اللہ علیہا کے نکاح کی تجویز دینا:

وہبؓ جب اپنی زوجہ برہ کے پاس پہنچے تو بیان کیا کہا آج عبداللہ پسر عبدالمطلبؑ سے چند ایسے امور دیکھے کہ عرب کے تمام بہادروں سے کبھی نہ دیکھے تھے۔ خدا نے اس کو حسن و جمال اور نور و ضیا سے مخصوص فرمایا ہے۔ جس کو مانند دنیا میں نہ دیکھا نہ سنا۔ جب یہودیوں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو میں نے دیکھا کہ فرشتے اس کی مدد کے لئے آسمان سے اتر رہے ہیں۔ پھر بولے عبدالمطلبؑ کے پاس جا کر استدعا کرو شائد ہماری لڑکی آمنہ کو انکے عقد میں قبول کر لیں۔ اور ہم کو اس شرف سے سرفراز فرمائیں۔ برہ نے کہا اے وہبؓ تمام روسائے مکہ اور اطراف مکہ و جوانب کے بادشاہوں نے ان کی طرف رغبت کی کہ اپنی لڑکی ان کو دیں لیکن انہوں نے قبول نہ کیا، ہماری لڑکی کی طرف کب رغبت کریں گے۔ وہب نے کہا آج میں نے ان پر اپنا ایک حق قائم کیا ہے کہ عبداللہؑ کے معاملہ سے ان کو آگاہ کیا۔ شائد اس سبب سے میری دختر کے لئے راضی ہو جائیں۔[2]

حضرت عبداللہؑ کی حضرت آمنہؑ سے شادی کا واقعہ سنی شیعہ کتب میں مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، مرحوم شیخ عباس قمی اس سلسلے میں رقمطراز ہیں" جب عبداللہ نے جوانی کی دہلیز پر قدم رکھا نبوت کا نور اس کی پیشانی سے چمکنے لگا، اس علاقے کے سب اکابر اور

---

[1] حیات القلوب، ج دوم صفحہ ۸۷ تا ۸۹

[2] حیات القلوب، جلد ۲ صفحہ ۸۹

اشراف یہ تمنا کرتے تھے کہ ان سے اپنی بیٹی کا نکاح کریں تا کہ اس نور میں شریک ہونے کا شرف حاصل کر سکیں۔ کیونکہ حسن و جمال میں وہ یکتا فرد تھے اور ہر دن کے گزرنے سے ان سے مشک و عنبر کی خوشبو سونگھی جا سکتی تھی، مکہ کے لوگ انہیں "مصباح الحرم" کہتے تھے یہاں تک کہ تقدیر الٰہی سے عبداللہ حضرت رسالتمآب کے گوہر کے صدف یعنی حضرت آمنہ بنت وھب بن عبد مناف بن زھر بن کلاب بن مرہ سے متصل ہو گئے"۔[۱]

برہ کی عبدالمطلبؑ سے عبداللہ کی خواستگاری کرنا:

برہ عبدالمطلبؑ کے گھر آئیں۔ آپؑ نے فرمایا خوب آئیں آج تمہارے شوہر نے ہم پر ایک احسان کیا ہے۔ تمہاری جو حاجت ہو بیان کرو ہم پوری کریں گے۔ برہ نے کہا: اے عبدالمطلبؑ انہوں نے مجھ کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ چاہتے ہیں کہ نور عبداللہ انکی بیٹی آمنہ کی طرف منتقل ہو۔ اس کے علاوہ ہماری کوئی خواہش نہیں۔ آمنہ آپ کے لئے ہدیہ قرار دیتی ہوں۔ عبدالمطلب نے عبداللہ کو دیکھا اور فرمایا اے فرزند اگرچہ بادشاہوں کی بیٹیوں کو تم نے قبول نہیں کیا لیکن یہ لڑکی تمہاری خاندان کی ہے۔ عقل و طہارت عفت و دیانت صلاح و کمال اور حسن جمال میں مکہ میں کوئی لڑکی اس کی مثال نہیں ہے۔ عبداللہ یہ سن کر خاموش ہو گئے اور کراہت کا اظہار نہ کیا۔ تو عبدالمطلب نے برہ سے فرمایا تمہاری خواہش ہم کو منظور ہے اور ہم نے تمہاری دختر کو عبداللہؑ کے لئے قبول کیا۔ پھر رات کے وقت عبدالمطلب جناب عبداللہ کو وہب کے گھر لے گئے۔ اور اس سلسلہ میں گفتگو شروع کی دفعتہ وہ یہودی جو وہب کے گھر قید تھے اس موقع کو غنیمت سمجھے اور رسیاں اور زنجیریں توڑ کر اپنے اپنے گھروں کی جانب بھاگ کھڑے ہوئے، چونکہ اکے ہتھیار انکے پاس نہ تھے۔ اس لئے بنی ہاشم کو پتھروں سے مارنا شروع کیا لیکن باعجاز نور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ پتھر خود انہی کے سینہ و سر

۱۔ منتہی الآمال، جلد ۱ صفحہ ۴۱

پر واپس پڑنے لگے ادھر ان شیران بیشۂ شجاعت نے نیام سے تلواریں کھینچیں اور نور سید انامؐ سے توسل کر کے ان کافروں پر حملہ کیا اور ان سب کو جہنم میں پہنچا دیا۔ اس قضیہ داہیہ کے بعد عبدالمطلبؑ نے وہب سے فرمایا کہ کل صبح انشاء اللہ ہم اور تم قوم کی موجودگی میں اس تقریب نکاح کو سرانجام دیں گے۔[۱]

نکاح سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا:

دوسرے روز صبح کو عبدالمطلبؑ نے اپنی اولاد اور اعزاء کو ساتھ لیا۔ وہب نے بھی اپنے عزیزوں کو جمع کیا۔[۲]

خطبہ نکاح:

علامہ مجلسیؒ نے "بحار" میں واقدی کے حوالہ سے لکھا ہے عقیل ابن ابی وقاص نکاح خواں تھا اس نے خطبہ نکاح کی حمد و ثنائے خالق سے ابتداء کی تھی:

بسم الله الرحمن الرحيم الحمد الله الذى جعلنا من نسل ابراهيم من شجرة اسماعيل و غصن نزار و من ثمرة عبدمناف الها واحداً لاشريك له ولا نظير. ثم نظر الى وهب وقال. يا اباالوداح زوجتك كريمتك آمنة من ابن سيدنا عبدالمطلب على صداق اربعةالاف درهم بيض وخمساة مثقال ذهب احمر. قال نعم. ثم قال عبدالله قبلت هذا الصداق يا ايها السيدا مخاطب. قال نعم.

"رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اس اللہ کی حمد جس نے ہمیں نسل ابراہیم۔ شجرہ اسماعیل شاخ نزار اور ثمرہ عبد مناف سے قرار دیا وہ اللہ جو واحد ہے اس کا نہ کوئی

۱۔ حیات القلوب، ج ۲ ص ۸۹

۲۔ حیات القلوب از باقر مجلسیؒ جلد ۲ صفحہ ۸۹

شریک ہے نہ نظیر اس کے بعد آپ جناب وہب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوالوداح میں آپ کی اجازت سے آپ کی بیٹی کا عقد اپنے سردار زادے سے چار ہزار چاندی کے درہم اور پانچ سو مثقال سونے کے حق مہر کے عوض کرتا ہوں۔ جناب وہب نے فرمایا ہاں درست ہے۔ پھر جناب عبداللہؑ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے خواستگاری کرنے والے سردار آپ کو اس حق مہر پر یہ نکاح قبول ہے۔ جناب عبداللہؑ نے فرمایا۔ ہاں۔

بعد ازاں جناب عبدالمطلبؑ نے ایک ہزار درہم جناب عبداللہؑ کے سر پر نچھاور کئے۔ اور جناب وہب نے ایک ہزار کا مشک و عنبر اپنے داماد پر نثار کیا۔ پھر دستر خوان بچھایا گیا جس پر انواع و اقسام کے کھانے چنے گئے۔[۱]

زفاف آمنہ سلام اللہ علیہا:

جناب عبدالمطلبؑ نے فرمایا اے وہب زفاف آج ہی ہوگا کیونکہ مجھے واپس جانا ہے اور عبداللہؑ کو بھی ممکن ہے ساتھ لے جانا پڑے۔ جناب آمنہؑ کو سنوارا گیا جناب عبدالمطلبؑ حجلہ عروسی میں جناب عبداللہؑ کو ساتھ لے کر خود گئے، جناب آمنہؑ کو رونمائی میں نودی کے علاوہ دنیا اور آخرت کی بشارت دی۔ بہو کی پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور باہر تشریف لے آئے۔ اسکے بعد اپنے بیٹے عبداللہؑ سے کہا: اے بیٹے آمنہؑ کے پاس جاؤ اور انہیں دیکھ کر خوشی محسوس کرو۔ حضرت عبداللہؑ اٹھے اور دلہن کے پہلو میں جا بیٹھے۔ عبدالمطلبؑ خوش ہوئے حضرت عبداللہؑ اپنی اہلیہ کے پاس گئے جس طرح مرد بیویوں کے پاس جاتے ہیں۔[۲]

نورِ نبیؐ جبین آمنہ سلام اللہ علیہا پر:

دوسرے دن جب جناب عبداللہ اپنے والد گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو

۱۔ الدمعۃ الساکبۃ، جلد ۱ صفحہ ۲۸

۲۔ الدمعۃ الساکبۃ، جلد ۱ صفحہ ۲۸ تا ۲۹؛ بحارالانوار، جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۱

جناب عبدالمطلبؑ نے سب سے پہلے جناب عبداللہؑ کی جبیں پر نگاہ کی۔ دیکھا تو نور کی جو چمک پہلے ہوا کرتی تھی وہ ختم ہو چکی تھی اور پیشانی پر درہم کے برابر صرف مدہم سا سفید نشان رہ گیا تھا۔

جناب عبدالمطلبؑ فوراً اندر آئے جناب آمنہؑ کی پیشانی پر نگاہ کی تو وہی نور اب جناب آمنہؑ کی پیشانی میں چمک رہا تھا۔ آپؑ کبیدہ خاطر ہو کر باہر تشریف لائے اور حبیب راہب کے پاس گئے اس تمام حال سے آگاہ کیا حبیب راہب نے عرض کیا۔ آپؑ پریشان نہ ہوں نور وہی ہے صرف مکان بدلنے سے آپؑ کو مدہم سا نظر آ رہا ہے کیونکہ باپ کی پیشانی میں تھا اور اب صدفِ عصمت میں ہے۔[۱]

دوسو عورتیں ہلاک:

روایت ہے کہ جب عبداللہؑ کا عقد آمنہؑ سے ہو گیا تو دوسو عورتیں ان کی حسرت میں ہلاک ہو گئیں۔[۲]

زرقاء کا تکنا کو آمنہ سلام اللہ علیہا کے قتل کے لئے بھیجنا:

یہ وہی زرقاء نامی یمنی عورت ہے جسکا ہم پیچھے ذکر کر آئے ہیں جو عبداللہؑ سے شادی کی خواہاں تھی۔ اس نے نورِ نبوت کو بجھانے کے لئے آمنہؑ کو آراستہ کرنے والی عورت تکنا کو اپنا دوست بنایا اور بعد میں اس کو قتل آمنہؑ کی ترکیب دی، کہ جب وہ آمنہؑ کو آراستہ کرنے جائے تو آمنہؑ کو قتل زہر آلود خنجر سے قتل کر دے۔ اور اسے یقین دلایا کہ اگر وہ پکڑی گئی تو وہ اس کا خون بہا بھی ادا کرے گی اور جتنی اس میں طاقت ہوئی اس کے چھوڑانے اور بچانے میں کوشش کرے گی۔ زرقاء نے تمام اہل مکہ کی دعوت کی اور بنی ہاشم کو باتوں میں لگائے

۱۔ الدمعۃ الساکبۃ، جلد ۱ صفحہ ۲۹

۲۔ حیات القلوب، جلد ۲ صفحہ ۹۱

رکھا اتنے میں تکنا وہ زہر آلود خنجر لے کر آمنہؑ کے پاس پہنچی آمنہ نے اس کو انعام واکرام سے نوازش کی اور کہا آج تجھ کو دیر کیوں ہوئی تیری ایسی عادت تو نہ تھی کہ تو اتنی دیر مجھ سے جدا رہ، تکنا نے کہا اے خاتون پریشانیوں نے گھیر رکھا ہے اگر آپ کی مہربانیاں مجھ پر نہ ہوتیں تو میری حالت بد سے بدتر ہو گئی ہوتی، میں اب آپ کو آراستہ کردوں۔ آمنہؑ اس کے پاس آکر بیٹھیں۔ تکنا نے آپ کو بالوں میں کنگھی کی پھر وہی زہر آلود خنجر نکالا کہ ان کو ہلاک کرے باعجاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے اس کا دل پکڑ لیا اور ایک پردہ اس کی آنکھوں کے سامنے پڑ گیا اور کسی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑا اس اس خنجر سے واحسرتاہ کی آواز بلند ہوئی، آمنہ نے پلٹ کر دیکھا تو خنجر نظر آیا۔ چیخ اٹھیں۔ عورتیں ان کی آواز سن کر ہر طرف سے دوڑ آئیں اور تکنا کو پکڑ لیا۔ پوچھا اے ملعونہ! آمنہ کو کس خطا پر ہلاک کرنا چاہتی تھی؟ اس نے کہا میں ان کو مار ڈالنا چاہتی تھی لیکن خدا کا شکر ہے جس نے اس بلا کو ان سے دفع کر دیا۔ آمنہ تو سجدہ میں جھک گئیں، عورتوں نے اس سے اس فعل شنیع کا سبب دریافت کیا تو اس نے زرقاء کا پورا قصہ بیان کیا۔ اور کہا زرقاء کو پکڑو قبل اس کے کہ تمہارے قابو سے نکل جائے، یہ کہتے ہی اس کی جان نکل گئی یہ بات فوراً ہی مشہور ہو گئی اور بنی ہاشم کے چھوٹے بڑے سب آن پہنچے۔ زرقاء کی حرکت معلوم کر کے اس کی تلاش میں ہر طرف دوڑ پڑے۔ ابو طالبؑ نے مکہ میں منادی کرا دی کہ زرقاء منحوس کو گرفتار کرو وہ باہر نہ جانے پائے۔ اس ملعونہ کو بھی یہ خبر مل گئی۔ اور وہ مکہ سے بھاگ کر نکل گئی۔ اہل مکہ ہر طرف اس کی تلاش میں پھرتے رہے مگر کہیں سراغ نہ ملا۔[1]

---

[1] حیات القلوب، جلد ۲ صفحہ ۱۳۸

باب۔ ۸

آمد پُر نور حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سعادت بنی ہاشم و بنی زُہرہ:

گزشتہ آسمانی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کی اطلاع ہے جو انبیاء کے ذریعہ دوسروں تک پہنچی۔ چنانچہ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا اس سعادت اور بزرگی کے لئے گذشتہ دور میں ہر قوم آرزومند رہی، مگر اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے مقدر میں لکھی تھی کہ آنحضرتؐ کے والد عبداللہ قریش میں ہاشم کی اولاد میں ہوئے اور آپؐ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؑ زہرہ کی اولاد میں ہوئیں اور اس طرح ان دونوں خاندانوں کے ذریعہ سرور کائنات اس عالم میں تشریف لائے۔[1]

بنوزُہرہ کی فضیلت کا اندازہ نبی کریمؐ کے اس فرمان سے لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

"خرجت من افضل حیین من العرب هاشم و زهرة"

"میری ولادت عرب کے سب سے زیادہ فضیلت والے دو قبیلوں بنو ہاشم اور بنوزھرہ میں ہوئی"۔[2]

فرشتے کا حمل کی بشارت دینا:

آمنہؑ فرماتی ہیں ایک روز میری میری نیم خواب بیداری حالت میں ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا:

اے آمنہؑ! تمہیں معلوم ہے تم حاملہ ہو! میں نے جواب دیا کہ میں تو نہیں جانتی! پھر اس نے کہا تم ایک بڑی امت کے سردار اس امت کے نبیؐ کی تولید کے لئے حاملہ ہوئی ہو، یہ دن دوشنبہ یعنی پیر کا دن تھا اور مہینے گزرتے رہے یہاں تک کہ زمانہ ولادت قریب آ گیا اور

۱۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱ صفحہ ۱۳۶

۲۔ خصائص اکبریٰ، جلد ۱ صفحہ ۲۶ / تاریخ دمشق، جلد ۱ صفحہ ۲۰۲

پھر وہی شخص میرے خواب میں آیا اور کہا تم یہ پڑھا کرو:

اعیذہ بالواحد

من شر کل حاسد

میں اللہ واحد سے ہر حسد کرنے والے کی شرارت سے پناہ مانگتی ہوں۔[1]

"کعب الاحبارؓ نے معاویہ سے کہا میں نے بہتر کتابوں میں پڑھا ہے کہ فرشتے حضرت مریمؑ اور آمنہؑ بنت وھب کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی ولادت کیلئے زمین پر نازل نہیں ہوئے نیز مریمؑ اور آمنہؑ کے علاوہ کسی اور عورت کیلئے بہشتی حجاب نہیں لے آئے ہیں۔[2]

کیا غیر نبی پر فرشتہ نازل ہوسکتا ہے؟

اوپر بیان کی گئی روایت کے سلسلہ میں ایک اشکال پیدا ہوسکتا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب آمنہؑ غیر نبی تھیں۔ کیا یہ ممکن کہ غیر نبی کے پاس بھی فرشتہ نازل ہوسکتا ہے؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہمیں یہ صاف طور سے یہ خبر دی گئی ہے کہ پیغمبر ہمیشہ طبقہ رجل میں سے ہی مبعوث ہوئے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ قرآن کریم سورۃ یوسف میں ارشادؔ فرماتا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْٓ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰی۔[3]

"اے پیغمبرؐ! ہم تم سے پہلے بھی قریوں کے رہنے والے لوگوں میں سے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجتے رہے ہیں جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے"۔

اس آیت کی تفسیر میں اہلسنت کے نامور مفسر علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

۱۔ خصائص الکبریٰ، ج ۱ ص ۹۳

۲۔ بحار الانوار، جلد ۱۵، صفحہ ۱۱ تا ۱۹

۳۔ سورۃ یوسف، آیت: ۱۰۹

جنابِ عباس کا خواب:

بسندِ معتبر ابن بابویہؒ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی ہے کہ میرے والد عباس نے بیان کیا ہے کہ جب میرے بھائی عبداللہ پیدا ہوئے ان کے چہرہ پر آفتاب کے نور کی طرح ایک نور تھا تو میرے پدر بزرگوار عبدالمطلب نے فرمایا کہ میرے اس فرزند کی شان بلند ہوگی۔ پھر میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ عبداللہ کی ناک سے ایک سفید پرندہ نکلا اور پرواز کر کے مشرق و مغرب تک پہنچا۔

پھر واپس آ کر بام کعبہ پر بیٹھا۔ اس وقت قریش کے تمام لوگوں نے اس کو سجدہ کیا اور حیرت سے اس کو دیکھنے لگے ناگاہ ایک روشنی ہوئی جو آسمان و زمین اور مشرق و مغرب پر چھا گئی۔ میں بیدار ہوا تو ایک کاہنہ سے دریافت کیا جو بنی مخزوم سے تھی اس نے کہا: اے عباس! اگر تمہارا خواب سچا ہے تو عبداللہ کے صلب سے ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے تابع اہل مشرق و مغرب ہوں گے۔

عباس کہتے ہیں کہ اس کے بعد سے ہمیشہ میں عبداللہ کے لئے زوجہ کی فکر میں تھا تا آنکہ آمنہ سے ان کا عقد ہوا۔ وہ زنانِ قریش میں سب سے زیادہ حسین و جمیل تھیں۔ جب حضرت عبداللہ کا انتقال ہوگیا تو رسالت مآب پیدا ہوئے۔ میں نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک نور لامع دیکھا۔ میں نے انکو گود میں لیا تو ان کے جسم سے بوئے مشک آ رہی تھی اور میں نافہ مشک کے مانند معطر ہوگیا۔[1]

وقتِ ظہور ستاروں کی چالیں:

آپ کا طالع جدی ہے اس وقت زحل اور مشتری کا گھر عقرب تھا۔ مریخ برج حمل میں اپنے خانہ میں تھا۔ شمس شرف حمل میں تھا۔ زہرہ برج حوت کے خانہ شرف میں

۱۔ حیات القلوب، جلد ۲ ص ۱۱۴ باقر مجلسیؒ

تھا۔ عطارد بھی برج حوت میں تھا۔ قمر میزان کے خانہ اول میں تھا۔ راس برج جوزا میں تھا اور ذنب برج قوس میں تھا۔[1]

ظہورِ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کے معجزات:

شب میلادِ مبارک کو عالم ملکوت میں ندا کی گئی کہ سارے جہان کو انوار قدس سے منور کرو اور زمین و آسمان کے تمام فرشتے خوشی و مسرت میں جھوم اٹھے۔ اور دروغہ جنت کو حکم ہو کہ فردوس اعلیٰ کو کھولدے اور سارے جہان کو خوشبوؤں سے معطر کردے۔ اور زمین و آسمان کے ہر طبقے اور ہر مقام میں مژدہ سنادے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آج کی رات رحم آمنہ سلام اللہ علیہا میں قرار پکڑا ہے اور ایسا نہ ہوتا کہ تمام خیرات و برکات کرامات و سعادات اور انوار و اسرار کا مصدر اور مبدا اخلق عالم اصل اصول نبی آدم اس عالم میں تشریف آوری اور اس کے ظہور کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ یقیناً تمام جہان والوں کو منور و مشرف اور مسرور ہونا چاہئے۔[2]

شیطان کو ساتوں آسمانوں تک آنے کی ممانعت:

بسند معتبر حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے ابلیس علیہ اللعنۃ ساتویں آسمان جایا کرتا تھا۔ اور اخبار سماوی سنا کرتا تھا۔ جب عیسیٰؑ پیدا ہوئے اس کو تین آسمانوں تک جانے کی ممانعت کردی گئی، لیکن چوتھے آسمان تک جایا کرتا تھا۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے اس کو تمام آسمانوں سے روک دیا گیا۔ اور شیطانوں کو تیرہائے شہاب سے مار کر بھگایا جانے لگا۔[3]

۱۔ الدمعۃ الساکبہ، ج ۱ ص ۲۵: حیات القلوب، ج ۲ باب ۳ ص ۱۱۳

۲۔ مدارج النبوۃ، ج ۱ ص ۲۸

۳۔ حیات القلوب، ج ۲ باب ۳ ص ۱۱۵

وقتِ ظہور عجیب وغریب امور کا ظاہر ہونا:

جس روز صبح کو آنحضرتؐ پیدا ہوئے دنیا میں جہاں جہاں بت تھے منہ کے بل زمین پر گر پڑے اور کسرے بادشاہِ عجم کے محل کو زلزلہ ہوا اور اس کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ اور دریائے ساوہ جس کو پوجتے تھے خشک ہو گیا اور نمک ہو گیا۔ ساوہ جس میں کبھی پانی نہ تھا جل تھل ہو گیا اور آتشکدہ فارس ہزار سال سے روشن تھا اور کبھی خاموش نہیں ہوا تھا بالکل بجھ گیا۔[1]

رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ بیان فرماتی ہیں جب حضرت ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ کی ولادت کے ساتھ ساتھ ایک نور بلند ہوا جس کی روشنی کے باعث میں نے شام کے محلات کو روشن ہوتے دیکھا۔[2]

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کو انبیاءؑ کی مبارکباد دینا:

"بحار الانوار" میں علامہ مجلسیؒ نے جناب آمنہؑ کی زبانی ایک روایت یوں درج کی ہے کہ: پہلے ماہ مجھے حضرت آدمؑ کی زیارت ہوئی آپ نے فرمایا بیٹی مبارک ہو تو نور سید الانبیاءؑ کی امینہ ہو چکی ہے۔

دوسرے ماہ جناب ادریسؑ کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا آمنہ تجھے مبارک ہو تو نبی کونینؐ کی ماں بننے والی ہے۔

تیسرے ماہ جناب نوحؑ نے عالم خواب میں یہ فرما کر مبارکباد دی کہ تو فاتح نبی کی ماں ہونے والی ہے۔

چوتھے ماہ جناب ابراہیمؑ نے خواب میں مبارکباد دی کہ بیٹی تو جلیل نبی کے نور کی امینہ ہے۔

پانچویں ماہ جناب داودؑ نے مبارکباد دی کہ آمنہؑ صاحب مقام محمود کے نور کی امینہ ہے۔

۱۔ حیات القلوب، ج ۲ باب ۳ ص ۱۱۳: ۱۱۴
۲۔ ینابیع المودۃ، باب ۲ ص ۳۹

چھٹے ماہ جناب اسماعیلؑ نے مبارکباد دی بیٹی مبارک ہو تو باعظمت نبی کے نور کی امینہ ہے۔

ساتویں ماہ جناب سلیمانؑ نے آکر مبارکباد دی کہ آمنہؑ اللہ نے تجھے صاحب برہان نبی کی امینہ بنایا ہے۔

آٹھویں ماہ حضرت موسیٰؑ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کی ماں مبارک ہو۔

نویں ماہ حضرت عیسیٰؑ نے آکر مبارکباد دی آمنہؑ تجھے فصیح وبلیغ بیٹا مبارک ہو۔[1]

ارض وسما سے بشارتوں کی آوازیں آنا:

جناب آمنہ سلام اللہ علیہا برابر بشارت آمیز آوازیں ارض وسما سے سنا کرتی تھیں اور جناب عبداللہ سے بیان کیا کرتی تھیں۔ عبداللہ ان کو تمام باتیں پوشیدہ رکھنے کی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔[2]

قریش کے جانوروں کی مبارکباد:

حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات حمل میں سے ایک یہ ہے کہ اس رات قریش کا ہر پروردہ چوپایہ گویا ہوا:

"رب کعبہ کی قسم! آج کی رات رسول اللہ ﷺ حمل میں آئے اور اہل دنیا کی امان اور ان کے آفتاب ہیں"۔

نہ صرف قریشی کاہن بلکہ تمام جزیرہ نمائے عرب کے کاہن اپنی کہانت اور فنی کمال سے معرا ہو گئے اور دنیا کی بادشاہوں کا کوئی تخت نہ تھا جو اوندھا پایا گیا ہو اور ہر بادشاہ گونگا ہو گیا تھا اور اس دن وہ بولنے سے قاصر تھا اور مشرق کے چرند و پرند مغرب کے جانوروں کے پاس مژدہ اور مبارکباد لے کر گئے اور یہی عمل آبی جانوروں کا تھا۔ حمل کے ہر ماہ کے

۱۔ الدمعۃ الساکبۃ، ج ۱ ص ۲۴
۲۔ حیات القلوب، ج ۲ ص ۳۸

اختتام پر زمین و آسمان دونوں پر یہ ندا تھی:

''مبارک ہو کہ نبی آخر کی ولادت کی گھڑی نزدیک آ گئی وہ زمین پر امن و مبارکباد کیلئے ضمانت بن کر تشریف لانے والے تھے۔ ۱

حمل ظاہر نہ ہونا:

علی بن یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ نے اپنے والد سے انہوں نے اپنی چچی سے حدیث بیان کی کہ ہم نے سنا ہے کہ سیدہ آمنہؑ جب تولد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حاملہ ہوئیں تو فرماتی تھیں کہ مجھے محسوس نہ ہوا کہ حاملہ ہو گئی ہوں اور نہ گرانی پیدا ہوئی جیسا کہ عام طور پر عورتیں ایام حمل میں خود کو محسوس کرتی ہیں۔

زہری سے روایت ہے کہ حضرت آمنہ کہتی تھیں کہ میں نے زمانہ حمل میں کسی طرح کی تکلیف اور گرانی برداشت نہیں کی۔ ۲

عبداللہ علیہ السلام کی وفات کب ہوئی؟:

حضرت عبداللہؑ کی وفات اور عمر کے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں ابن سعد نے طبقات میں ان کو بھی جمع کر دیا ہے۔ پہلی روایت سے ثابت ہے کہ عبداللہؑ کے انتقال فرمانے کے وقت رسول اللہ حمل میں تھے پھر اس روایت کی نسبت آخر میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ کی وفات اور عمر سے متعلق ہمارے نزدیک تمام اقوال و روایات سے مزکورہ بالا روایات زیادہ ترجیح ثابت ہوتی ہیں۔ ۳

اسی طرح عبداللہؑ کی وفات کے وقت ابنِ ہشام نے رسولؐ کی عمر اٹھارہ مہینے بتائی

۱۔ خصائص الکبریٰ، ج ۱ ص ۱۰۴

۲۔ خصائص کبریٰ، ج ۱ ص ۹۳

۳۔ طبقات ابن سعد، جلد اول صفحہ ۶۲

ہے۔ اور ایک قول کے مطابق سات مہینے کی۔ ابن سعد نے طبقات میں اسی کی نسبت لکھا ہے کہ قول اول زیادہ ثابت ہے اور وہ یہ کہ عبداللہ کی وفات کے وقت آنحضرت حمل میں تھے۔ ۱

عقائد شیعہ کے مطابق حضرت عبداللہؑ رسولؐ کی ولادت کے وقت حیات تھے۔ شیخ محمد باقر کجوری مازندرانی کا بیان ہے کہ عبداللہؑ کی وفات کے وقت رسولؐ کی عمر ۲۸ ماہ تھی اور عبداللہؑ ۲۵ برس کے تھے۔ ۲

علامہ مجلسی کا بیان ہے کہ:

و کان موتُ ابیه بعد ولادته بمدّة قلیلة۔ ۳

''رسولؐ کے والد کی وفات ان کی ولادت کے قلیل ہی عرصے بعد ہو گئی تھی''۔

عبداللہ علیہ السلام کی مدینے میں وفات کیوں ہوئی:

واقدی کا بیان ہے کہ آمنہؑ مکے میں تھیں جب انہیں اپنے شوہر کے وفات کی خبر ملی تو انہوں نے گریہ کیا اور اپنے سر کے بال بکھرا دیئے اور گریبان چاک کیا اور نوحہ کرنے والی عورتیں ان کے پاس آئیں اور شدید گریہ وزاری کی۔ اسی کتاب میں ذکر ہے کہ جب مدینے میں فاطمہ بنتِ عبدالمطلب کی وفات ہوئی تو انہوں نے کثیر مال چھوڑا حضرت عبدالمطلبؑ مکے سے عبداللہ کے ساتھ مدینے گئے اور اپنی بیٹی کا چھوڑا ہوا مال محفوظ کیا ایک قول یہ بھی ہے کہ عبدالمطلب کے بڑے بیٹے حارث عباداللہ کے ساتھ گئے تھے۔ وہاں جا کر عبداللہؑ پندرہ دن یا ایک مہینے تک بیمار رہے اور داعی حق کو لبیک کہا اس وقت فاطمہ بنِ عبدالمطلب کے گھر کی دیوار میں شگاف ہوا اور ہاتف کی فریاد کی آواز آئی کہ وہ دنیا سے

۱۔ طبقات ابن سعد، جلد اول صفحہ ۶۲

۲۔ خصائص فاطمیہؑ، ص ۴۵۲

۳۔ بحار الانوار، جلد ۱۹ صفحہ ۱۳۷

رخصت ہوگیا جس کے صلب میں خاتم النبیینؐ تھے۔ واقدی کا بیان ہے کہ عبداللہ کو غسل و کفن دیا گیا اور ان کی قبر پر ایک عظیم گنبد تعمیر کیا گیا ان کا مزار بنی نجار میں مشہور ہے۔[1]

عبداللہ علیہ السلام کی وفات:

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے کہ رسولؐ کی ولادت اپنے والد کی زندگی میں ہوئی۔

ایک روایت کے مطابق عبدالمطلب نے عبداللہؑ کو ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ بغرض تجارت شام کی طرف روانہ کیا۔ واپسی میں عبداللہؑ بیمار ہو کر مدینہ میں اپنے رشتہ داروں کے پاس ٹھہر گئے اور اپنی بیماری کا حال باپ کے پاس کہلا بھجوایا۔ مکہ میں جب عبداللہ کی بیماری کا حال عبدالمطلبؑ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے بیٹے حارث کو عبداللہ کی خبر گیری اور مکہ میں بہ حفاظت واپس لانے کے لئے بھیجا۔ حارث کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی عبداللہؑ فوت ہو کر اپنے رشتہ دار بنو نجار کے قبرستان میں مدفون ہو چکے تھے۔ حارث نے مکہ میں واپس آ کر یہ روح فرسا اور جاں گسل خبر عبدالمطلب کو سنائی۔ عبداللہ نے اپنے بعد چند اونٹ چند بکریاں اور ایک لونڈی ام ایمن ترکہ چھوڑا تھا آپؐ کے والد عبداللہ کی عمر پچیس سال ہی تھی کہ فوت ہو گئے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ کو دالنابغہ میں دفن کیا گیا۔[2]

حضرت عبداللہ علیہ السلام کی وفات پر آمنہ سلام اللہ علیہا کے مرثیے:

حضرت آمنہ کا مرثیہ جو حضرت عبداللہؑ کے غم میں کہا گیا:

عفا جانب البطحاء من بن هاشم
وجاور لحدا خارجا فى الغماغم

1۔ خصائص فاطمیہ، صفحہ ۴۵۳، ۴۵۴
2۔ تاریخ اسلام، جلد ۱ صفحہ ۷۵، اکبر نجیب آبادی، سیرت معصومینؑ، جلد ۱ صفحہ ۲۰ شیخ محدث قمی

دعته المنايا دعوة فأجابها
وما تركت فى الناس مثل بن هاشم
عشية راحوا يحملون سريره
تعاوره أصحابه فى التزاحم
فإن يك غالته المنايا وريبها
فقد كان معطاء كثير التراحم[1]

(ترجمہ): "بطحا (مکہ) کی جانب سے بنی ہاشم کے لئے مٹی خاک اور تراب ہے جو لحد آمنہؑ سے ہمسائیگی میں ہے بیرونی حصے میں بادلوں میں ہے۔ موت نے آواز دی ایسی آواز جسے انھوں (آمنہؑ) نے قبول کر لیا۔ اور ہاشم جیسے افراد میں سے کسے کو بھی موت نے نہیں چھوڑا۔ وہ شام (مغرب سے لے کر اندھیرا ہونے تک) یاد ہے جب ان کا تابوت لے کر جا رہے تھے (جنازہ اٹھ رہا تھا) اور ان کے اصحاب بھیڑ بھاڑ میں کندھوں پر اٹھائے تبدیل کر کر کے لے جا رہے تھے۔ پس اگر موت اور مصیبت نے انھیں موت سے ہمکنار کر دیا ہے اور وہ حوادث دہر کا شکار ہو گئی ہیں۔ تو ذرا غور کرو ان کی عطائیں اتنی زیادہ ہیں جن کی رحمت واسعہ ہر طرف بکھری ہوئی ہے"۔

ولادت کی تاریخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام کا انتخاب:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت شبِ جمعہ صبح کے قریب سترھویں ماہِ ربیع الاول کو ہوئی جبکہ حضرت آدمؑ کی وفات کو سات ہزار نو سو سال چار مہینے سات روز گزرے تھے، ایک روایت کے مطابق نو ہزار نو سو سال چار مہینے اور سات روز گزرے تھے۔[2]

1۔ تراجم اعلام النساء، جلد اول صفحہ ۲۰۵
2۔ حیات القلوب، جلد ۲ ص ۱۲۷

ابن عباس کی روایت کے مطابق ولادت رسولؐ کے ساتویں دن جناب عبدالمطلبؑ نے آپ کا عقیقہ کیا اور اسی روز انھوں نے آپ کا نام ''محمدؐ'' رکھا۔[1]

حالِ ولادت پُرنور اور حُوروں کا نزول:

جناب آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں جب آنحضرتؐ کی ولادت قریب ہوئی تو میں نے دیکھا ایک طائر سفید نے میرے سینے پر اپنا پر ملا جس سے خوف وہراس میرے دل سے دور ہوگیا میں پیاسی تھی میرے پاس سفید رنگ کا شربت لایا گیا میں نے پی لیا۔ پھر ایک نور میرے گرد ظاہر ہوا اور میں نے کچھ عورتوں کو دیکھا جو دراز قد تھیں وہ مجھ سے باتیں کرنے لگیں ان کا کلام انسانوں سے مشابہ تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ آسمان وزمین کے درمیان سفید ریشم سی کوئی شے بھری ہوئی ہے اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے اسے سب سے زیادہ عزت والے انسان کے لئے لے لو۔ میں نے کچھ مرد دیکھے ہوا میں معلق جن کے ہاتھوں میں ابریق تھے، اور میں نے مشارق و مغارب ارض کو دیکھا اور ایک ریشمی پھریرے کا علم دیکھا جس کی چھڑ یاقوت کی تھی اور جو مابین زمین آسمان نصب تھا پشت کعبہ پر جب محمدؐ پیدا ہوئے تو انہوں نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی۔ میں نے ایک سفید بادل کو آسمان سے اترتے دیکھا جس نے محمدؐ کو ڈھانپ لیا اور کسی کو کہتے ہوئے سنا محمدؐ کا طواف کرو، پھر وہ بادل کھل گیا پھر میں نے دیکھا کہ محمدؐ کو سفید ریشم میں لپیٹا گیا ان کی مٹھی میں تین کنجیاں تھیں موتیوں سے بنی ہوئی اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ محمدؐ کے قبضے میں کلید نصرت دربح ونبوت ہے پھر دوسرا بادل آیا اور میرے اور محمدؐ کے اوپر چھا گیا کہنے والے نے کہا طواف کرو محمدؐ کا مشرق ومغرب میں در پیش کرو اس پر اطاعت کے لئے جن وانس طیور وسباع کو اور عطا کرو اس کو صفوت آدمؑ رقت نوحؑ خلت ابراہیمؑ لسان اسمٰعیلؑ، کمال

۱۔ سیرت حلبیہ، جلد ۱ صفحہ ۷۵

یوسف بشارت یعقوب لحن داؤد اور کرم عیسیٰ پھر وہ بادل ہٹ گیا۔ میں نے دیکھا محمدؐ کے ہاتھ میں ریشم کا ٹکڑا لپٹا ہوا ہے جس کو وہ مٹھی میں دبائے ہوئے ہیں اور کہنے والا کہہ رہا ہے کہ محمدؐ تمام دنیا پر قابض ہوئے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا میں ظہور فرمانے کے بعد عبدالمطلب نے آپ کی پیدائش کے ساتویں دن اس خوشی میں قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔[2]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا جب اپنے شوہر کی جدائی میں کمرے میں نالہ وبکاہ کر رہی تھی اسی دوران دردِزہ ہوا۔ انہوں نے چاہا کہ دوڑ کر دروازہ کھول دیں بہت کوشش کی دروازہ نہیں کھلا تو واپس آکر بیٹھ گئیں اور ان پر دہشتِ عظیم طاری ہوئی ناگاہ دیکھا کہ چھت شگافتہ ہوئی اور چار حوریں نیچے آئیں جن کے چہرے کے نور سے حجرہ روشن ہوگیا۔

انہوں نے کہا: اے آمنہؑ بی بی خوف نہ کیجئے آپ کو کچھ پریشانی نہ ہوگی۔ ہم تو آپؑ کی خدمت کے لئے آئے ہیں۔ آمنہؑ یہ سن کر مدہوش ہوگئیں۔ ہوش آیا تو دیکھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں اپنی پیشانی رکھے ہوئے اور انگشتِ شہادت اٹھائے ہوئے ''لا الہ الا اللہ'' فرما رہے ہیں۔[3]

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے آپ کو جنا تو میں نے دیکھا کہ ایک نور مجھ سے نکل کر بلند ہوا ہے حتیٰ کہ اس نے مجھے خوفزدہ کردیا اور میں نے ان چیزوں میں سے کوئی چیز نہ دیکھی جسے عورتیں دیکھتی ہیں۔[4]

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب، جلد ۱ صفحہ ۸
۲۔ تاریخ اسلام، جلد ۱ صفحہ ۷۵، اکبر نجیب آبادی
۳۔ حیات القلوب، جلد ۲ صفحہ ۱۲۷
۴۔ یعقوبی، جلد ۲ صفحہ ۲۲

یوسف نامی یہودی کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق پیشنگوئی کرنا:

شہر مکہ میں یوسف نامی ایک یہودی رہتا تھا۔ جب اس نے ستاروں کی حرکت کو دیکھا تو اپنے آپ سے کہا:

''یہ آسمانی دگرگونیاں اس پیغمبر کی وجہ سے ہیں جس کے متعلق ہماری کتابوں میں مذکور ہے کہ جب وہ پیدا ہوگا تو شیاطین کو مار بھگا دیا جائے گا، اور آسمان پر جانے سے ممنوع ہوجائیں گے۔ جب صبح ہوئی تو قریشیوں کی ایک محفل میں (جس میں ہشام و ولید فرزندانِ مغیرہ، عاص بن ہشام، ابوزہرہ بن ابی، اور عتبہ بن ربیع وغیرہ موجود تھے) سے آکر سوال کرتا ہے: ''گذشتہ شب تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟''

انہوں نے کہا: ''نہیں!''

اس نے کہا: ''توریت کی قسم! وہ بچہ پیدا ہوچکا ہے اور آخری پیغمبر ہے (جس کا نام احمد ہے اہل کتاب خصوصاً یہودیوں کی ہلاکت اسی کی وجہ سے ہوگی شاید آپ مطلع نہ ہوں) اگر وہ یہاں متولد نہیں ہوا تو یقیناً فلسطین میں متولد ہوا ہے''۔

جب یہ گفتگو ہوچکی اور قریشی اس گفتگو کے بعد متفرق ہوکر اپنے گھروں کو گئے تو انہوں نے یہ ماجرا اپنی عورتوں اور خاندان والوں کو سنایا تو انہوں نے کہا: ''ہاں کل رات عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ کے گھر لڑکا پیدا ہوا ہے'' انہوں نے یہ بات اس یہودی یوسف تک پہنچائی وہ پوچھتا ہے: ''کیا میرے پوچھنے سے پہلے پیدا ہوا ہے یا بعد میں؟'' انہوں نے کہا'' اس سے پہلے! اس نے کہا اس مولود کو مجھے دکھاؤ، قریشی اسے حضرت آمنہؑ کے گھر کے دروازے پر لائے اور حضرت آمنہؑ سے کہا: ''اپنے فرزند کو دکھلاؤ، یہ یہودی اسے دیکھنا چاہتے ہیں''۔

حضرت آمنہؑ نے اس فرمایا: خدا کی قسم! میرا فرزند دوسرے عام بچوں کی طرح پیدا

نہیں ہوا، آسانی سے متولد ہوا ہے اس نے آتے ہی ہاتھوں کو زمین پر رکھتے ہوئے سر کو آسمان کی طرف بلند کیا، اس سے ایسا نور ساطع ہو جس میں میں نے بصریٰ اور شام کے محلات دیکھے اور ہاتف غیبی سے آواز آئی کہ آپ سے سید البشر متولد ہوا ہے پس یہ کہو: ''اعیذہ بالواحد من شر کل حاسد'' اور اس کا نام محمدؐ رکھیں۔ بچے کو باہر لایا گیا، یوسف یہودی نے آپؐ کے کندھے سے کپڑا ہٹایا تو اس کی نگاہ آپ کے شانہ اقدس کے سیاہ تل پر پڑی، اس وقت قریشیوں نے اسے دیکھا کہ اس یہودی پر غشی کی حالت طاری ہونے لگی اور وہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑا، قریشی تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑے، انہوں نے آنحضرت کو حضرت آمنہؑ کے سپرد کیا اور کہا: ''خدا آپ کو یہ بچہ مبارک کرے'' جب وہ ہوش میں آیا تو انہوں نے اس سے پوچھا کیا ہوگیا تھا؟ اس نے جواب میں کہا کہ تاقیامت بنی اسرائیل سے نبوت منقطع ہوگئی ہے۔'' وہ ہنس پڑے'' تو یہودی نے کہا: ''تم ہنستے ہو! تمہیں جان لینا چاہیے کہ یہ پیغمبر، صاحب تلوار ہے، جو تمہارے ہی اوپر تلوار اٹھائے گا، خدا کی قسم! تمہارے اوپر ایسا غلبہ پائے گا کہ مشرق و مغرب والے اسے یاد رکھیں گے''۔ اس وقت ابوسفیان نے مذاق اڑاتے ہوئے کہا: ''وہ صرف اپنے شہر کے لوگوں پر ہی غلبہ پائے گا''۔[1]

۱۔ تاریخ یعقوبی، جلد ۱ صفحہ ۳۳۰، مناقب آل ابی طالب، جلد ۱ صفحہ ۵۶

باب۔۹

وفات جنابِ آمنہ سلام اللہ علیہا

وقتِ وفات آمنہ سلام اللہ علیہا کا اشعار پڑھنا:

جب آمنہؑ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آمنہؑ نے اپنے اکلوتے بیٹے حضرت محمدؐ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے ان اشعار کو پڑھا جو آپ کے ایمان اور ذہانت کی گواہی دیتے ہیں اس وقت جناب رسول خداؐ کی عمر تقریباً ۵ برس تھی:

بارك فيـــك الله من غــلام
يابن الــذی من حومــه الحمــام
نجــا بعون الملــك المنعــام
فــدی غداه الضرب بالســهام
بمــاة من ابــل ســوام
ان صح مــا ابصرت فی المنــام
فانــت مبعــوث الی الانام
تبعــث فی الحــل و فی الحــرام
تبعث فی التحقيــق و الاســلام
دين ابيــك الــبر ابراهــام
فــالله انهــاك عن الاصــنام
ان لا تو اليهــا مــع الاقــوام

یعنی اے میرے فرزند خداوند تمہیں خیر اور برکت عطا کرے، اے اس کے فرزند جس کو خدا نے اپنے فضل و کرم سے موت سے محفوظ رکھا۔

اس دن کہ جب عبداللہ اور اونٹوں کے درمیان قرعہ ڈالا گیا اور ایک سو قیمتی اونٹ اس پر فدا کیے گئے۔

اگر جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا سچ ہوگا تو بے شک جلدی تم کائنات کے لئے مبعوث ہو جاؤ گے تاکہ لوگوں کو حلال و حرام سکھاؤ

اسلام کے متحقق ہونے کے لئے وہی دین جو تمہارے دادا حضرت ابراہیمؑ کا دین ہے اسی پر مبعوث ہو گے۔ خدا نے تمہیں اور سب لوگوں کو بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور اسی طرح تم کو ان کی دوستی سے دور رکھا ہے۔

"کل حی میت و کل جدید بال و کل کثیر یغنی و انا میت و ذکری باق و قد ترکت خیرا و ولدت طهرا۔"[1]

"ہر زندہ مرجائے گا اور ہر نیا پرانا ہوگا ہر زیادہ کم ہوگا میں مرجاؤں گی لیکن میرا ذکر باقی، زندہ اور جاوداں ہوگا کیوں کہ میں نے ایک نیک اور پاکیزہ فرزند یادگار کے طور پر چھوڑ دیا ہے"۔

وفات سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا:

جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی حضرت آمنہؑ بنت وہب نے جب آنحضرتؐ کا سن کل چھ برس کا تھا بمقام ابواء رحلت فرمائی۔ یہ مقام مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے جناب آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے ننھیال عزیزوں سے ملنے کیلئے مدینہ تشریف لے گئیں تھیں، وہاں سے رخصت ہو کر مراجعت فرماتے ہوئے انتقال فرما گئیں۔ اور وہیں مدفون کر دی گئیں، ام ایمن آپ کو لے کر انہیں دنوں اونٹوں پر مکہ واپس آئیں جن پر سوار ہو کر مکہ سے مدینہ گئیں تھیں ام ایمن حیات اور بعد وفات آمنہؑ کے بھی حضورؐ کی کھلائی رہیں۔[2]

۱۔ اسوۃ الرسول، جلد ۲ صفحہ ۲۹ از خان بہادر سید اولاد حیدر بالگرامی، سبل الہدیٰ والرشاد، صفحہ ۱۲۱ جلد ۲، معارف و معاریف، جلد ۱ صفحہ ۳۴۷، تذکرۃ الخواتین، صفحہ ۶،۵، آخرین گفتار، جلد ۱ صفحہ ۱۶۹-۱۷۰

۲۔ اسوۃ الرسول، جلد ۲ صفحہ ۲۸ از خان بہادر سید اولاد حیدر بالگرامی، ابن عبد البر، الاستیعاب، ۱۴۱۲ق، ج ۱، ص ۲۹-۳۰، مقریزی، امتاع الاسماع، ۱۴۲۰ق، ج ۱، ص ۱۳۔ ابن اثیر، اسد الغابہ، ۱۴۰۹ق، ج ۱، ص ۲۲

وقتِ وفات آمنہ سلام اللہ علیہا کی عمر:

تاریخ یعقوبی کے مطابق جناب سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی عمر وقت وفات ۳۰ سال تھی۔[1]

آمنہ سلام اللہ علیہا کی وفات پر جنات کا نوحہ:

عظمت جناب آمنہ سلام اللہ علیہا کے لئے یہ بھی کافی ہے کہ آپ سلام اللہ کا جب وصال ہوا تو حاضرین نے جنات کے نوحے کی آواز سنی جنات یہ نوحہ کر رہے تھے:

نبکی الفتاۃ البرۃ الامینہ
ذات الجمال العفۃ الرزینہ
زوجہ عبداللہ والقرینۃ
ام النبی اللہ ذی السکینۃ
صاحب المنبر بالمدینۃ
صارت لدی حفرتہا رھینہ

ہم نوجوان، صالح امانت دار، صاحب جمال، کمال درجہ کی صاحب عفت خاتون پر روتے ہیں۔ جو عبداللہ کی زوجہ اور رفیقہ حیات ہیں جو اللہ کے نبیؐ صاحب سکینہ کی ماں ہیں۔ وہ نبی جو مدینہ میں صاحب منبر ہوں گے، اور وہ پاکیزہ خاتون اپنی قبر انور میں مدفون ہو چکی ہیں۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبر آمنہ سلام اللہ علیہا پر حاضر ہونا، گریہ کرنا اور قبر درست کرنا:

مورخین نے لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ میں جب رسول اللہ کا گزر ابواء کے مقام پر جناب

۱۔ تاریخ الیعقوبی، جلد ۲، صفحہ ۱۰
۲۔ تراجم اعلام النساء، جلد ۱، ص ۲۰۵، خصائص کبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۹۳

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی قبر کے نزدیک سے ہوا تو قبر آمنہ سلام اللہ علیہا پر جناب رسالت مآبؐ حاضر ہوئے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ گردش زمانہ و مرور ایام نے قبر آمنہ میں جو تبدیلیاں کردی تھیں، رسول اللہؐ نے اپنی ماں کی قبر کو درست فرمایا:

"وبکی عندہ وبکی المسلمون لبکاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"۔

"اور قبر آمنہ سلام اللہ علیہا کے پاس اتنا روئے کہ حاضرین مسلمان بھی آپ کو دیکھ کر رونے لگ گئے"۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمانے لگے۔

"ادرکتنی رحمتہا فبکیت"۔

"مجھے اپنی ماں کی شفقت اور مہربانی یاد آگئی اور میں رو پڑا"۔[1]

آمنہ سلام اللہ علیہا کا ولایت علی علیہ السلام کی گواہی دینا:

کتاب ''الدرجات الرفیعہ'' میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ:

''ایک دن ابوذر مسجد النبی میں آئے اور کہا'' کل رات میں نے عجیب سا خواب دیکھا ہے۔ سب نے پوچھا کیا دیکھا۔ ابوذر نے کہا میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر سے نکلے، علیؑ کا ہاتھ تھاما اور بقیع کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان کے ہمراہ ہو لیا یہاں تک کہ ہم مکہ کے قبرستان تک پہنچ گئے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والد عبداللہ کی قبر پر گئے اور وہاں دو رکعت نماز ادا فرمائی اچانک میں نے دیکھا کہ ان کی قبر شق ہوئی اور میں نے وہاں عبداللہ کو بیٹھے دیکھا وہ کہہ رہے تھے میں خدائے متعال کی وحدانیت اور محمدؐ کی عبودیت و رسالت کی گواہی دیتا ہوں''۔

۱۔ طبقات الکبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۱۱۷

پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اے بابا آپ کے ولی کون ہیں انھوں نے جوابا کہا ''اے میرے بیٹے مجھے بتاؤ ولی کون ہے؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ولی علی بن ابی طالب ہے پس عبداللہ نے کہا ''بیشک علیؑ میرے بھی ولی ہیں۔'' پھر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اے بابا آپ دوبارہ اسی باغ کی طرف لوٹ جائیں جہاں آپ تھے۔ پھر آپ اپنی والدہ آمنہ کی قبر پر آئے اور وہاں بھی اسی طرح نماز ادا کی اور پھر وہ قبر بھی شگافتہ ہوا اور میں نے دیکھا کہ آمنہ نے بھی اللہ واحد کی وحدانیت و محمدؐ کی رسالت کی گواہی دی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے بھی پوچھا اے اماں جان آپ کے ولی کون ہیں؟ انھوں نے جوابا کہا ''اے بیٹے ولایت کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا ''وہ علی بن ابی طالب ہی ہے'' چنانچہ آمنہ نے بھی ولایت علیؑ کی شہادت دی۔ پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اے اماں جان! اسی مسکن و باغ کی طرف لوٹ جائیں جس میں آپ پہلے تھیں۔'' جب لوگوں نے ابوذر سے یہ بات سنی تو اسے جھٹلا دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ''یارسول اللہ آج آپؐ پر ایک جھوٹ باندھا گیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کس نے باندھا ہے؟ انھوں نے کہا۔۔۔۔ (ابوذر) نے آپؐ کے متعلق ایسے ایسے کہا ہے۔ آپ نے فرمایا ''آسمان نے کسی پر سایہ نہیں کیا اور زمین پر کسی نے قدم نہیں رکھا کہ وہ ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔[1]

کفار کا قبر آمنہ سلام اللہ علیہا کی بے حرمتی کرنے کی کوشش کرنا:

کفار مکہ اُحد کے لئے آرہے تھے جب ان کا گزر ابواء سے ہوا تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ سیدہ آمنہؑ کے جسد کو ان کی قبر اطہر سے نکال لیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینے کی غرض سے جا کر ان کو دکھائیں اور کہیں۔

[1] الدرجات الرفیعہ، صفحہ ۲۳۴

"ھذہ رمۃ امك واعظمھا"۔۔ "یہ آپکی ماں کا بوسیدہ جسم اور اسکی ہڈیاں ہیں"۔

ابن اثیر کہتے ہیں "کفھم اللہ بھذا القول اکراما لأم النبیؐ"

اللہ نے اپنے نبیؐ کی ماں کے اکرام کیلئے ان کفار کو ان کے ناپاک ارادے سے روک دیا۔[1]

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کو یاد کرنا:

سیرۃ الحلبیہ میں مرقوم ہے کہ نبی کریمؐ اپنی والدہ کی قبر پر آئے تو رونے لگے، حاضرین نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا: مجھے اپنی والدہ کی شفقت و مہربانی یاد آگئی تو میں رو پڑا۔

محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باتوں کو یاد کرتے تھے جو آپ نے والدہ ماجدہ سیدہ آمنہؑ کے قیام کے دوران میں دیکھی تھیں اور جب اس مکان کو ملاحظہ فرماتے جس میں سیدہ آمنہ نے اقامت فرمائی تھی۔ تو فرماتے اس مکان میں میری والدہ ماجدہ نے قیام کیا تھا۔ آنے جانے والے یہودی میری طرف دیکھ کر کہا کرتے تھے یہ اس امت کا نبیؐ ہے اور یہ شہر ان کا مقام ہجرت ہے۔ مجھے یہ سب باتیں یاد ہیں۔[2]

اگر میری ماں مجھے نماز کے دوران پکارتی تو میں جواب دیتا:

اگر ہم جناب رسول اللہ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں تو جگہ جگہ آپ والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا حکم دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"نَظَرُ الوَلَدِ الی والدَیہِ حُبّاً لھما عبادَۃ"۔[3]

"والدین کی طرف محبت کے ساتھ دیکھنا عبادت ہے"۔

[1] الکامل فی التاریخ، جلد ۱، صفحہ ۳۶۱

[2] السیرۃ الحلبیہ، ج ۱، ص ۱۵۴ / مدارج النبوۃ، جلد ۲ صفحہ ۲۱

[3] بحار الانوار، جلد ۷۴، صفحہ ۸۰

ایک حدیث جس کو ہم ذیل میں بیان کررہے ہیں جس سے واضح ہوتا ہے کہ ماں مقدم ہے اس لئے امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"قال الامام الصادق علیه السلام: عن أبي عبد الله علیه السلام قال: جاء رجل إلى النبی صلی الله علیه وآله فقال: یا رسول الله من أبر؟ قال: امك، قال: ثم من؟ قال: امك، قال: ثم من؟ قال: امك، قال: ثم من؟ قال: أباك."

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا: ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں کس کے ساتھ نیکی کروں؟

رسول خداؐ: اپنی والدہ کے ساتھ۔

عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: والدہ کے ساتھ۔

عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: والدہ کے ساتھ۔

عرض کیا: پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنے والد کے ساتھ۔[1]

اس حدیث سے مقامِ مادر خوب واضح ہوجاتا ہے۔

اور اسی لئے جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں:

"لو ادرکت والدی او احدهما وقد افتتحت صلاة العشا وقرات الفاتحة فدعتنی امی یا محمد لاجبتها لبیك".

"اگر میں اپنے والدین میں سے دونوں کو یا کسی ایک کو پاتا جبکہ میں عشاء کی نماز شروع کرچکا ہوتا اور فاتحہ بھی پڑھ چکا ہوتا اور میری ماں مجھے پکارتیں: اے محمدؐ! تو میں ضرور جواب دیتا لبیک (حاضر ہوں)"۔[2]

۱۔ بحار الانوار، جلد ۱۷ صفحہ ۸۳

۲۔ الملوک والامم، جلد ۲ صفحہ ۲۷۲

باب۔ ۱۰

قبرِ جنابِ آمنہ سلام اللہ علیہا اور انہدام ابواء

ابواء کا مقام اور قبرِ آمنہ سلام اللہ علیہا:

سیدہ آمنہؑ کا مزار ابواء میں ہے۔ ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان "ودان" نامی جگہ کے نزدیک ایک چھوٹے سے گاؤں کا نام ہے جو سقیا سے انیس اور جحفہ سے ۲۷ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ قدیم شاہراہ جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتی ہے اس پر گاؤں مستورہ کے نام سے آتا ہے یہاں سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دائیں طرف چند میل کے فاصلہ پر ابواء کی بستی ہے۔ بستی سے باہر ایک اونچا ٹیلا ہے۔ اردگرد جھاڑیاں اور کیکر کے درخت اگے ہوئے ہیں۔ اس ٹیلے پر سیدہ آمنہ کا مزار پرانوار ہے۔ مزار کیا ہے کالے پتھر توڑ کر ایک جگہ بے ہنگم سا ڈھیر لگا دیا گیا ہے اس کے اردگرد چار دیواری ہے وہ بھی کالے پتھروں کو جوڑ کر بنادی گئی ہے۔[1]

قبرِ آمنہ سلام اللہ علیہا کا تعین:

اگرچہ تمام مورخ اس پر متفق ہیں اور صحیح روایتوں سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضرت آمنہ کا انتقال ابوا میں ہوا ہے مگر بعض اہلِ مکہ کا زمانہ قدیم سے یہ خیال بھی چلا آ رہا ہے کہ ان کا مزار جنت المعلیٰ میں ہے۔ چنانچہ ازرقی نے اپنی تاریخ اخبار مکہ میں جو تقریباً دوسری صدی ہجری کی تالیف ہے۔ حضرت آمنہ کی قبر کے متعلق یہ خیال ظاہر کیا ہے:۔

''بعض مکے والوں کا زعم ہے کہ حضرت آمنہ بنت وہب والدۂ رسولؐ اللہ کی قبر اسی مقبرۂ (معلیٰ) میں ہے۔''

اس بحث میں ازرقی نے ایک حدیث بھی نقل کی ہے جس پر اہل مکہ استدلال کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ کی قبر جنت المعلیٰ ہی میں ہے۔ خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے:۔

''ایک روز آنحضرتؐ چند صحابہ کے ساتھ معلیٰ کی قبرستان میں تشریف لے گئے اور

1۔ تاریخ الملوک والامم، جلد ۲ صفحہ ۲۷، ضیاء النبیؐ، جلد ۲ صفحہ ۵۹، سیرۃ حلبی، جلد ۱ صفحہ ۹۳

بہت سی قبروں سے گزرتے ہوئے معلیٰ کے آخری کنارے تک پہنچ کر ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور دیر تک طلب نجات فرماتے رہے۔ اس کے بعد آواز سے رونے لگے اس پر تمام صحابہ بھی رونے لگے۔ آنحضرت صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہؐ! آپؐ کس وجہ سے آبدیدہ ہوئے آنحضرتؐ نے اُن کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کیا میرے رونے کی وجہ سے تم بھی روئے! اور پھر ارشاد فرمایا کہ یہ قبر آمنہ بنت وہب کی ہے میں نے اللہ سے اس قبر کی زیارت کے لئے اجازت چاہی اس کی مجھے اجازت مل گئی اس کے بعد میں نے آمنہؓ کے لئے طلب مغفرت کی اجازت چاہی مگر اس کی اجازت نہ ملی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

ماکان لنبی والذین امنو ان یستعفروا للمشرکین ولو کانو اولی العربی.

"یعنی نبی اور مسلمانوں کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ مشرکوں کے لئے تنخواہ رشتہ داری کیوں نہ ہوں دعائے مغفرت کریں"۔[1]

اس کے بعد ایک دوسری جگہ ازرقی لکھتا ہے:

''بعض مکے والوں کا یہ زعم ہے کہ حضرت آمنہؓ بنت وہب والدۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شعب ابی ذب (واقع جنت المعلیٰ) میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ دار نابغہ میں ہے اور بعض مدنی کہتے ہیں کہ اُن کی قبر ابوا میں ہے اور کئی حدیثیں بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ ان کی قبر ابوا میں ہے''۔[2]

ازرقی نے یہ نہیں لکھا کہ اُس کے زمانہ میں حضرت آمنہؓ کی قبر کی علامت معلیٰ میں موجود تھی یا نہیں تھی۔ خیر بیان مذکورۂ بالا سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ حضرت آمنہؓ کی قبر تین جگہ

1۔ اخبار مکہ، ازرقی، عربی، مطبوعہ جرمنی، ص ۲۳۴

2۔ اخبار مکہ عربی، مطبوعہ جرمنی، صفحہ ۴۰۱، ۴۰۲

خیال کی جاتی ہے۔

(الف)۔ قبرستانِ معلیٰ میں۔ (مکے میں)

(ب)۔ دارالنابغہ (مدینہ میں)

(ج)۔ ابواء میں (مکہ و مدینہ کے درمیان)

جنرل ابراہیم رفعت پاشا "مراۃ الحرمین" میں لکھتے ہیں کہ ابوا رابغ سے جانب مدینہ تیرہ میل کے فاصلہ پر ہے۔[1]

اس حساب سے ابوا مدینہ منورہ سے (۱۴۷) میل دور ہوا۔

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت آمنہ کا مزار مقام ابوا میں سب بتاتے ہیں مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے قبر شریف دیکھی اور وہ اس ہیئت اور اس شکل کی تھی۔

اب رہی قبر حضرتِ آمنہؑ واقع جنت المعلیٰ اس کا ذکر ابن بطوطہ نے ۷۲۶ء میں کچھ نہیں کیا۔ مکۂ معظمہ کے مورخین فاسی ۸۱۷ء فاکہی (۹۰۰ء ہجری) قطب الدین مکی (۹۸۵ ہجری) اور ابن ظہیرہ (۱۰۱۹ ہجری) بھی اس قبر کی نسبت کچھ نہیں لکھتے اس لیے معلوم نہیں ہوتا کہ اُس زمانہ میں موجود تھی یا نہ تھی۔

تیرھویں صدی کے فرنگی سیاح حجاز برکھارٹ نے ۱۲۳۲ ہجری میں مزار حضرتِ آمنہ واقع معلیٰ کی یہ کیفیت لکھی ہے:

''مغربی سلسلۂ کوہی کے نشیب میں حضرت خدیجہ کی قبر سے تھوڑی دور حضرت آمنہؑ کی قبر ہے۔ اس پر سنگ مرمر کی عمدہ لوح نصب ہے اور خطِ کوفی میں کتبہ کندہ ہے۔ وہابیاں نے اس لوح کو بھی توڑ کر دو ٹکڑے کر دیئے تھے اور اُن ٹکڑوں کو بھی یہاں سے علیحدہ کر دیا تھا''۔[2]

۱۔ مراۃ الحرمین عربی، جلد اول ص ۳۱

۲۔ سفر نامۂ برکھارٹ، مترجمۂ خاکسار شبیر، مطبوعہ تاج پریس حیدر آباد دکن ص ۱۲۵

۱۲۶۹ ہجری میں انگلستان کا مشہور سیاح کپتان برٹن مکہ معظمہ گیا تھا اُس نے بھی حضرت آمنہ کی قبر اور اس کے قبے کا ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے:

حضرت خدیجہؓ کی قبر سے ذرا آگے بڑھ کر ہم ایک دوسرے قبے پر پہنچے جو سیدہ آمنہؑ کی قبر سمجھی جاتی ہے۔ یہاں ایک نہایت بدشکل بڈھی عورت دروازے پر آئی اور ہم سے فاتحہ کے لئے کہا۔ جب تک ہم فاتحہ پڑھتے رہے وہ ہماری صورت گھورتی رہی اس کے بعد اُسنے ہمارے منہ پر گلاب چھڑکا۔ اس عورت کی زبانی مجھے معلوم ہوا کہ یہ قبر بلاشرکت غیرے صرف ایک عورت کی جائداد ہے۔ وہ ہر روز یہاں جھاڑو دینے آتی ہے اور چڑھاوا لیکر چلی جاتی ہے''۔[1]

چودھویں صدی ہجری کے تمام سیاح اس قبر کا ذکر اپنے سفرناموں میں کرتے ہیں۔ ان میں سے یہاں صرف دو شخصوں کا بیان لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

جنرل ابراہیم رفعت پاشا کہتے ہیں: ''لوگوں کا زعم ہے کہ یہاں حضرتِ آمنہؑ کی قبر ہے مگر یہ افترا ہے وہ ابوا میں مدفون ہیں''۔[2]

قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں کہ:

تعجب خیز یہ ہے کہ سیدہ آمنہ والدۂ رسول پاک کا روضہ بھی یہاں بنا ہوا ہے حالانکہ روایاتِ صحیحہ وقطعیہ سے واضح ہے کہ اُن کا انتقال بمقام ابوا ہوا۔ اور اُسی جگہ اُن کا مدفن ہے۔[3]

اس امر کا پتہ نہیں چلتا کہ اہلِ نجد کی پہلی فتوحات حجاز کے وقت حضرت آمنہ کے مزار پر قبہ موجود تھا۔ یا نہ تھا اور اگر تھا تو وہ کب بنا تھا اور کس نے بنوایا تھا۔ محمد علی پاشا نے وہابیوں کے حجاز سے چلے جانے کے بعد جو قبہ تعمیر کرایا تھا اور جس کا ذکر زمانہ حال کے سیاح کرتے

۱۔ سفرنامۂ برٹن انگریزی، جلد دوم صفحہ ۲۵۰

۲۔ مراۃ الحرمین عربی، جلد اول ص ۳۱

۳۔ الہاد، صفحہ ۱۰۱

ہیں وہ ۱۳۴۴ھ میں اہلِ نجد نے حجاز پر دوبارہ تسلط حاصل کرنے کے بعد مسمار کر دیا۔ ۱۳۴۵ھ میں اس قبر کی زیارت میں نے کی۔ معمولی چار سلوں کی زمین سے بالشت بھر اونچی قبر ہے۔

مزار کی پہلی تعمیر:

مدینہ منورہ سے تقریباً ڈیڑھ سو کے فاصلے پر مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ جانے والی سڑک پر تقریباً ۱۵ میل دور ابواء کے مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کا مزار شریف واقع ہے۔ ترکوں نے اس مزار کو نہایت ہی خوبصور انداز مین بنایا تھا۔ اور اس پر ایک بہترین گنبد شریف بھی تھا جسے اب نجدی حکومت نے مسمار کر دیا ہے۔ اور اب صرف چند پتھروں سے قبر شریف کا نشان ظاہر ہے۔ اس قبر کو دیکھ کر سخت دل آدمی کے آنسو بھی نکل آتے ہیں۔ ہر وقت اس مزار پر انوار کی بارش رہتی ہے۔ اس خطہ زمین پر ہمارے دل فدا اور جانیں قربان ہوں حضرت آمنہؓ کے وسیلہ سے اس مقام (قبر) پر خوب دعائیں کیں کہ خداوند کریم بار بار حاضری نصیب کرے۔[1]

محمد سرور قادری کا قبرِ آمنہ سلام اللہ علیہا کا آنکھوں دیکھا حال:

عالم اہلسنت محمد سرور قادری گوندلوی قبر آمنہ سلام اللہ علیہا کا آنکھوں دیکھا حال یوں بیان کرتے ہیں۔ مدینہ منورہ سے ۲۰۸ کلو میٹر فاصلہ پر جانب مکہ معظمہ مستورہ منزل ہے وہاں سے ایک رہبر لینا پڑتا ہے۔ پھر مدینہ پاک کی طرف چار کلو میٹر واپس آکر ابواء کی طرف ریگیستان میں چل پڑتے ہیں جو بالکل مشرق کی طرف ہے ابواء یہاں سے تیس کلو عربی میل فاصلہ پر ہے اس خاص جگہ بہت ہی چھوٹی پہاڑیاں ہیں۔ بالکل سامنے والی

---

[1] مزار حضرت آمنہؓ کی بے حرمتی دیکھ کر آنسو نکل گئے۔ صفحہ ۹، بحوالہ گلدستہ نور، صفحہ ۱۶۸ (سفر نامہ) خدا بخش اظہر شجاع آبادی ملتان

پہاڑی کی چوٹی پر حضرت طیبہ طاہرہ آمنہ خاتون کا مزار پر انوار ہے۔ پہاڑی بہت اونچی نہیں۔ دس پندرہ منٹ میں اوپر پہنچ جاتے ہیں۔ اس مزار شریف میں نہایت شاندار رقبہ اور برابر میں مسجد تھی یہ دونوں عمارتیں نجدیوں نے گرادیں۔ پھر اہل مکہ نے وہاں بنوادیں پھر نجدیوں نے گرادیں۔ قبر شریف بھی اکھیڑ دی ہے۔ اب لوگوں نے قبر شریف پر پتھر چن دیئے ہیں۔ اردگرد پتھروں کی چار دیواری بنادی ہے۔ اس علاقہ میں پانی قطعاً نہیں۔ لوگ پانی کا انتظام کر کے جاتے ہیں اس جگہ انوار کی بارشیں اور رونق اس قدر ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی۔ قبر انور میں ایسی کشش ہے کہ سبحان اللہ سخت سے سخت دل بھی وہاں چیخیں مار کر رونے لگتا ہے۔ یہاں سے قریباً تین میل فاصلہ پر بستی ابو ہے جہاں بکثرت سبزیاں باغات ہیں یہاں کی سبزیاں مدینہ منورہ ٹرک کے ذریعہ روانہ کی جاتی ہیں۔[1]

محمد عبد المعبودؔ کا قبرِ آمنہ سلام اللہ علیہا کی زیارت کو جانا:

وہابی مورخ محمد عبد المعبود لکھتا ہے کہ:

’’ہمیں ابواء کی زیارت کا عرصۂ دراز سے اشتیاق تھا تا کہ مکہ مکرمہ کی تاریخ میں چشم دید واقعات لکھ سکیں چنانچہ ہم الشیخ عبید اللہ بن عابد انصاری کی معیت میں پیر کے دن آٹھ ربیع الثانی ۱۳۹۳ھ مکہ مکرمہ سے براستہ جدہ مستورہ کے لیے روانہ ہوئے جدہ سے مستورہ ۱۹۶ کلو میٹر دور ہے عشاء کے وقت مستورہ پہنچے شیخ مذکور کا بیٹا جیپ لیے ہمارا انتظار کر رہا تھا رات مستوہ میں بسر کی اور صبح مستوہ کے امیر الشیخ مبارک بن سلیمان سے بھی ملاقات ہوئی جو بے حد کریم النفس، زیرک اور دانش مند انسان تھے امیر مستور کی دعوت پر ہمیں منگل کا دن بھی مستوہ میں گزارنا پڑا مستورہ کی آبادی تین ہزار افراد پر مشتمل ہے ان لوگوں کا زیادہ تر کاروبار مچھلی کا شکار ہے اور سرما میں اگر بارش ہو جائے تو زراعت بھی کرتے ہیں سمندر

---

[1] مزار حضرت آمنہؓ کی بے حرمتی دیکھ کر آنسو نکل گئے۔ صفحہ ۷

بالکل قریب ہے یہاں کے باشندے صدق وصفا، امانت، دیانت اور دین میں مضبوط ہیں۔۔۔۔ابواء، وڈان اور مستورہ ایک ہی رقبہ ہے جو ضمرہ، غفار اور کنانہ قبائل کا مسکن ہے لیکن ابواء اہمیت اور عظمت کے اعتبار سے دونوں سے ممتاز ہے مستورہ جو سڑک کے کنارے واقع ہے قہوہ اور کھانے کے لیے قافلے یہاں رکتے ہیں۔ جمعرات کو ہم طلوع آفتاب کے بعد مستورہ سے ابواء کے لیے شیخ عبید اللہ ابن عابد انصاری امیر مستورہ کی جیپ میں روانہ ہوئے مسرورہ کے مشرق میں ۲۸ کلومیٹر کے فاصلے پر ابواء واقع ہے آج کل اسے خریبہ بھی کہا جاتا ہے۔ راستہ ناہموار اور پتھر کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ ہم وادی میں ایک ایسے پرانے کنویں کے قریب سے گزرے جو بڑی بڑی چٹانوں سے اٹا پڑا تھا اسے امیر مستورہ نے صاف کرایا تھا اس کا پانی میٹھا ہوتا تھا نیچے اترنے کے لیے ایک عالی شان منقش سیڑھی بنی ہوئی تھی قدیم زمانے میں قافلے اسی وادی سے گزر کر بدر اور مدینہ منورہ جایا کرتے تھے۔ رابغ سے مدینہ منورہ جانے کے لیے پہلے دور میں دو راستے تھے ایک راستہ یودی سے مستورہ، دوسرا یودی سے ہرشی بروزن سکری، پھر ہرشی سے دو راستے جاتے تھے۔ ایک راستہ بیر میرک اور القاحا کی طرف سے دوسرا راستہ ابواء اور المطلرہ کی جانب سے، المطلرہ ابواء سے مغربی جانب اس پہاڑ سے قریب واقع ہے جس پر حضورؐ کی والدۂ ماجدہ کی قبر مبارک بنی ہوئی ہے ابواء مین داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ پر ایک چھوٹی سی پہاڑی پر سیدہ آمنہ کی قبر ہے جو دور ہی سے نظر آجاتی ہے کیونکہ اس کے چاروں طرف ایک میٹر کے قریب پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ پہاڑ کے اوپر اور نیچے اس کے قرب وجوار میں کوئی دوسری قبر نہیں ہے۔ علامہ موصوف کہتے ہیں میں نے ابواء کے باشندے سے دریافت کیا کہ پہاڑی پر قبر بنانے کی وجہ کیا تھی تو انہوں نے بتایا کہ یہاں زمانہ قدیم سے اب تک کوئی آبادی نہیں جہاں قافلے ٹھہر سکیں اسی وجہ سے قبر کے قرب وجوار میں کوئی قبر نہیں ہے"۔[1]

[1]۔ تاریخ المکۃ المکرمۃ، جلد اول صفحہ ۱۹۶، ۱۹۷

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان:

"سید محمد اخلاق اپنے محترم المقام پیر بھائیوں جناب طارق اکرام ومحمد رحمت اللہ کے ساتھ اس رمضان ۱۴۱۹ھ میں جب مدینہ شریف سے مکہ مکرمہ کی جانب براستہ بدر ابواء شریف کے نزدیک سرکارِ دوعالم کی پیاری والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ حضرت بی بی آمنہؓ کے مزار مبارک پر حاضری کی نیت سے پہنچا تو ہم تینوں نے یہ روح فرسا منظر دیکھا کہ مزار شریف کی جگہ کو نہ صرف بلڈوزر سے منہدم کیا جا چکا تھا بلکہ مشینوں کے ذریعے کئی فٹ گہرائی تک کھود کر تلپٹ کر دیا گیا تھا اور پہاڑ کی جس چوٹی پر یہ مزار شریف واقع تھا اسے بھی کاٹ پہاڑی کی جانب دھکیل کر گرا دیا گیا تھا اور مزار شریف سے متعلق وہ پتھر جن پر ماضی میں زائرین نے نشاندہی کی نیت سے سبز رنگ کر دیا تھا ان میں سے کچھ پہاڑی کی ڈھلان پر پڑے ہوئے تھے اور کچھ پہاڑ سے نیچے ایک چھوٹی سی ڈھیری کی شکل میں پڑے تھے۔ مندرجہ بالا انتہائی دردناک اور ناقابل برداشت گستاخانہ افعال کے علاوہ راستے کی رُکاوٹ کے لیے مزار شریف کی نزدیکی چڑھائی کے راستے کی رکاوٹ کے لیے شیشے توڑ کر ڈال دئیے گئے ہیں اور غلاظت کے ڈھیر لگا دیئے گئے ہیں۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

یہ صورت حال دیکھ کر انتہائی اذیت، کرب اور پریشانی کے عالم میں مختصر قیام وفاتحہ پڑھنے کے بعد ہم جوں ہی پہاڑی سے نیچے اُترے تو ایک سعودی حکومتی اہل کار نے ہم سے سخت کلامی کی اور اپنے ساتھ تھانے چلنے پر مجبور کیا لیکن خلاف معمول تھانہ بند تھا اس پر وہ اہل کار ہمیں مقامی مطوع (حکومتی مذہبی افسر) کے پاس لے گیا اور اس کے سپرد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اگر مجھے عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ نہ جانا ہوتا تو خود ان کو اچھی طرح سبق سکھاتا یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور جو مطوع تھا اس نے جندی وہابی مذہب پر ہمیں لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ تم ہندو پاکستان کے رہنے والے قبروں پر چادریں چڑھاتے ہو اور خوشبوئیں ڈالتے

ہو اور شرک کرتے ہو اور ہمارے مذہب کا مذاق اُڑاتے ہو جبکہ سچا مذہب تو ہمارا ہی ہے جس کے بانی محمد بن عبدالوہاب ہیں۔ جو بہت عظیم رہنما تھے اپنی خرافات کو جاری رکھتے ہوئے اس نے مزید کہا کہ تم (نعوذ باللہ) جس کافرہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آئے ہو وہاں تو اب کچھ بھی نہیں ہے اسے تو ہم کہیں اور لے جا چکے ہیں۔ پھر ہمیں وہابیہ مذہب پر کتابچے دے کر یہ کہتے ہوئے چھوڑ دیا کہ آئندہ اس طرف رُخ مت کرنا۔ مطوع (مذہبی اہل کار) کی تمام بکواس سننے کے بعد ہم سکتہ میں آگئے اور فوراً ہمارے دماغ میں پہاڑی کا منظر دوبارا امنڈ آیا اور وہ خدشہ جو ہمیں وہاں محسوس ہوا تھا کہ جب پہاڑی کی چوٹی تین سے چار فٹ گہرائی تک ٹلپٹ ہو چکی ہے تو لحد مبارک پر کیا بیتی ہوگی۔ یعنی منتقلی یا جسدی نقصان دونوں میں سے کس اذیت کی جرات انہوں نے کی ہوگی آہ یہ امر اس کی باتوں سے واضح ہو گیا''۔[1]

شورش کاشمیری کا بیان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ سیدہ آمنہ خاتون جنت کو قبر میں بار بار ستایا گیا کبھی قبہ قبر کو گرا کر کبھی چاردیواری اٹھا کر تو کبھی قبر کے تعویذ کو نقصان پہنچا کر تو پھر کبھی مسجد گرا کر بار بار قبر انوار کے نشان کو مٹا کر۔

ہاں ہاں اگر اہل مکہ نے بنا دی تو انہوں نے پھر گرا دی اگر کسی زائر نے نشاندہی پر چند اینٹیں چن دیں تو سعودی شرطوں نے اٹھا دی۔ افسوس کہ والدہ مرحومہ کو ستانے کا یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔[2]

چشم دید بیان۔ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے مزار اقدس پر حاضری:

۱۹۸۹ء میں پہلے میں مکہ مکرمہ حاضر ہوا اور پھر مدینہ طیبہ میں حاضری کی سعادت

۱۔ ماہنامہ رضائے مصطفیٰ بحوالہ روزنامہ ''خبریں'' لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۹۹ء

۲۔ مزار حضرت آمنہ کی بے حرمتی دیکھ کر آنسو نکل گئے، صفحہ ۲۶

حاصل کی لیکن اس بار ہم نے یہ طے کیا کہ پہلے مدینہ طیبہ جائیں گے۔ تو احباب کے اس گروپ میں سے سیّد شمس الحق شاہ کچھ عرصہ پہلے وہاں ملازمت کے سلسلے میں رہ چکے تھے اور میں دو بار عمرے کے سلسلے میں حاضری کی سعادت سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ باقی سات احباب پہلی بار یہ شرف حاصل کر رہے تھے۔ اس لئے شمس الحق شاہ اور راقم الحروف کی بات کو دوسرے احباب تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے تھے۔ میں نے ان سے یہ گزارش کی کہ ۱۹۹۱ء میں ہم نے بہت کوشش کی تھی کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادرِ محترم سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں حاضری ہو جائے، ہم کسی طرح ابواء شریف پہنچ جائیں لیکن ہماری قسمت نے یاوری نہ کی تھی۔ ہم نے ایک ٹیکسی والے صاحب سے یہ تک عرض کر دی کہ وہ پہلے ہمیں مکہ مکرمہ لے جا کر، یا پھر اس سے بھی دُور کسی جگہ لے جا کر، وہاں سے ابواء شریف پہنچا سکتے ہوں تو بھی ہم اس کے لئے تیار ہیں اور وہ جتنا کرایہ مناسب خیال کریں گے، ہم ان کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ وہ کسی طرح ہمیں ابواء شریف پہنچا دیں۔ انھوں نے ہم سے تیسرے دن ملنے کا وعدہ کیا اور کہا تھا کہ وہ پوری معلومات حاصل کر کے ہمیں ملیں گے۔ تیسرے دن وہ حسب وعدہ ہم سے ملے لیکن معذرت کر لی کہ عمرے کے ویزے پر آئے ہوئے زائرین جدّہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علاوہ کہیں اور نہیں جا سکتے۔ اس لئے اگر وہ ہمیں اپنی ٹیکسی میں لے کر وہاں گئے تو ہمارا تو شاید کچھ نہ بگڑے لیکن ان پر بڑی مصیبت آ جائے گی۔ اس طرح ۱۹۹۱ء میں ہم یہ سعادت حاصل نہ کر سکے اور محرومی سے ہمکنار رہے۔ ۱۹۹۲ء میں مدینہ طیبہ پہلے جانے کا ایک مقصد یہ تھا کہ مدینۂ کریمہ میں رہنے والے اہلِ محبت ہماری ابواء شریف حاضری کی کوئی صورت نکال دیں اور کسی طرح ہم وہاں حاضری کے شرف سے بہرہ ور ہو سکیں۔ میں نے مارچ، اپریل ۱۹۹۲ء میں ''سیرتِ منظوم'' لکھی تھی اور بعد میں جب یہ کتابی شکل میں شائع ہوئی تو اس کا انتساب یہ تھا ''حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادرِ

محترم سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے نام، اس منت کے ساتھ کہ اب کے ابواء شریف میں حاضری سے محروم نہ رہوں۔''

مایوسی اور آس:

ہم مدینۂ طیبہ پہنچے تو بہت کوشش کے باوجود وہاں کے اربابِ محبت نے ہماری اس انداز میں رہنمائی نہ کی یا رہنمائی نہ کر سکے کہ ہم سیدہ آمنہؓ کے بارگاہِ مقدس میں حاضر ہونے کی سعادت حاصل کر سکیں۔ میں تو خیر مایوس نہیں تھا۔ احباب حالات کے پیشِ نظر مایوس ہوتے جا رہے تھے۔ ہمارے امیر سیّد شمس الحق شاہ نے ایک بار کہا کہ راجا صاحب! ہمارا کام تو کوشش کرنا ہے۔ میں نے انھیں کہا کہ شاہ صاحب! آئندہ ایسی بات نہ کہیں۔ کوشش تو میں پچھلے برس کر چکا اور اس میں ناکامی سے ہمکنار ہوا۔ اس بار کوشش نہیں ہوگی اس بار حاضری ہوگی اور ضرور ہوگی۔ میں نے ان سے یہ بھی گزارش کی کہ جب آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب اختیار رکھتے ہیں اور ہم مانگنے میں کوتاہی کے مرتکب نہیں ہو رہے ہیں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم پر ضرور کرم فرمائیں گے اور ہمیں ابواء شریف کی حاضری سے اس بار محرومی نہیں ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

کدہ سے ملنے والی نوید:

پھر مدینۂ کریمہ میں رہنے والی ایک بہت محترم ہستی سے میں نے ہاتھ باندھ کر گزارش کی کہ وہ ابواء شریف میں ہماری حاضری کے سلسلے میں کوئی اہتمام فرمائیں۔ تنسیم الدین احمد فریدی قریب بیٹھے تھے۔ انھوں نے اس محترم ہستی سے کہا کہ میں پچھلے کئی برس سے راجا صاحب کو جانتا ہوں، یہ کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں جوڑ سکتے۔ اب آپ کے ساتھ ہاتھ جوڑ رہے ہیں تو اس سے ان کی وارفتگی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ خدا کے لئے آپ کوئی انتظام فرمائیں۔ پھر تیسرے دن اُن بزرگ نے ہمیں اطلاع دی کہ جمعرات کے دن جدہ

سے چند دوست ابواء شریف حاضری کے لئے جا رہے ہیں اور انھوں نے ان سے گزارش کی ہے کہ وہ نو مزید شائقین زیارت کی حاضری کا اہتمام کریں۔ پھر ہم جدہ میں ان سے رابطہ کرتے رہے۔ انھوں نے کوئی حتمی بات تو نہ کی، کوشش کرنے کا وعدہ فرماتے رہے۔ ہم مدینۂ طیبہ سے مکہ مکرمہ اور مکہ مکرمہ سے جمعرات کے دن جدہ پہنچ گئے۔ وہاں پہنچنے پر معلوم ہوا کہ جو دوست ابواء شریف جانے والے تھے، خود انہی کا کوئی بندوبست نہیں ہو سکا۔ وہ ہمارے لئے کیا کرتے۔

آخرکار:

مایوسی کے اس عالم میں تنسیم صاحب نے مجھے تسلی دی اور کہا کہ اُٹھئے۔ ہم بھاگ دوڑ کرتے ہیں۔ اگر کوئی سواری ہمیں مستورہ تک پہنچا دے تو ہم وہاں پہنچ جائیں۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو ابواء شریف تک جانے کی کوئی سبیل بھی نکل آئے گی۔ ہم نے جدہ کے ایک دوست کو ساتھ لیا اور کئی گھنٹے اس تگ و دو میں صرف کئے کہ کوئی شخص ہمیں وہاں لے جانے پر آمادہ ہو جائے۔ اس بھاگ دوڑ میں ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ ہمیں حضرت حوّا علیہا السلام کی بارگاہ میں زیارت اور سلام پیش کرنے کی سعادت مل گئی۔ لیکن اصل کام کے سلسلے میں جگہ جگہ مایوسیاں ہمارا استقبال کرتی رہیں۔ آخرِ کار پیلی ٹیکسیوں کے اس اڈے پر ہمیں منزلِ مراد ملتی نظر آئی۔

ابواء شریف کی راہ نظر آئی:

اڈے کے انچارج سے ہمارے اُن دوست نے جو عربی میں بہ آسانی گفتگو کر سکتے تھے بات کی تو وہ ہمیں ابواء شریف پہنچانے پر آمادہ نظر آئے۔ میں نے اپنے دوست سے کہا کہ یہ کہیں ابواء شریف کے بجائے کہیں اور نہ پہنچا دیں۔ اس لئے ان سے پوچھیں کہ ابواء شریف کیوں مشہور ہے؟ وہاں کیا چیز ہے؟ ٹیکسی اڈے کے انچارج نے فوراً کہا۔ اُمّ النبی

(صلی اللہ علیہ والہ وسلم) میں نے ان سے کہا کہ اُم النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں ہمیں پہنچا دیں، اس کے لئے جتنا کرایہ چاہیں ہم سے لے لیں۔ انھوں نے پہلے ہم سے جتنے کرائے کی بات کی، ہماری خواہش کی شدت سے پیشِ نظر اس میں ایک سو ریال کا اضافہ کر دیا۔ بعد میں جب وہ ہمیں وہاں سے واپس جدہ لائے تو مزید ایک سو ریال ہم سے لے لیا۔ لیکن ان کی یہ وعدہ خلافی ہمارے لئے کسی پریشانی کا باعث یوں نہ بنی کہ ایک مدت سے جس خواہش کے لئے ہم پریشان ہو رہے تھے، اللہ تعالیٰ نے وہ پوری کر دی تھی۔

جب اُن سے بات ہوگئی تو انھوں نے ہمیں گاڑی اور ڈرائیور مہیا کر دیا۔ گاڑی میں آٹھ سیٹیں تھیں۔ ہم نو آدمی تھے۔ وہاں میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ہم نو کے بجائے دس آدمی جائیں گے۔ ہمارے ساتھ ایک آدمی عربی بولنے والا ضرور ہونا چاہئے تاکہ ہم کسی پریشانی میں نہ پڑیں۔ جب اس ڈرائیور سے بات کی گئی تو اس نے کہا کہ ہم ایک دوسرے کے سر پر بیٹھ جانا، میرے پاس تو یہی جگہ ہے۔ ہم اپنی قیام گاہ پر آئے، وہاں سے اپنے باقی ساتھیوں کو لیا اور عازمِ ابواء شریف ہوئے۔ ہم میں سے دو احباب ڈگی میں بیٹھ گئے۔ راستے میں، میں نے احباب سے یہ کہا کہ ابواء شریف حاضری کے سلسلے میں تگ و دو کرتے ہوئے ہمیں بہت دیر ہوگئی ہے، اب وہاں پہنچتے پہنچتے رات ہو جائے گی اس لئے ہمیں راستے سے ایک ٹارچ خرید لینا چاہیے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ اتنی مشکل کے بعد جب ہمیں ایک گاڑی وہاں لے جانے کے لئے ملی تو ہم اسے کسی طور دوسرے دن یا کسی اور وقت کے لئے مؤخر کر دیتے۔

براستہ رابغ و مستورہ:

ٹیکسی اڈے کے انچارج نے جب ہمیں ابواء شریف پہنچانے کی حامی بھری تو ہمیں بتایا کہ یہاں سے گاڑی رابغ تک جائے گی۔ وہاں سے اور بندوبست کیا جائے گا اور اس

دوسرے بندوبست کے لئے ڈیڑھ سو ریال ہمیں اور دینا ہوں گے۔ میں اس سے ۔۔۔۔ لگ پڑا کہ رابغ سے کوئی راستہ ابواء شریف کو نہیں جاتا۔ وہ اس پر مُصر تھا کہ راستہ رابغ ہی سے جاتا ہے۔ میں نے جتنی معلومات کتابوں سے حاصل کی تھی، ان سے یہ بات واضح ہو جاتی تھی کہ راستہ تو خیر کہیں سے بھی نہیں جاتا، لیکن اس سڑک پر رابغ سے آگے مستورہ ہے اور مستورہ سے، سڑک سے ہٹ کر صحرا میں، بغیر کسی راستے کے جانا ہوتا ہے۔ راہ میں صرف ریت ہوتی ہے اور کوئی راستہ یا سڑک نہیں لیکن وہ ٹیکسی اڈے کے انچارج صاحب اسی پر مُصر رہے کہ راستہ رابغ سے جاتا ہے۔ اسی کے بعد میں نے ان سے پچھوایا تھا کہ ابواء کی خصوصیت کیا ہے، وہاں کون سی ہستی قیام فرما ہے تو اس نے کہا تھا "اُم النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

پھر میں نے یہ سوچ کر کہ اگر یہ ہمیں سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی بارگاہ میں رابغ ہی سے ہٹ کر کہیں پہنچا دیتا ہے تو بھی ٹھیک ہے، اس سے بات کر لی۔ بعد میں جب ڈرائیور صاحب ہمیں لے کر رابغ پہنچے تو معلوم ہوا کہ رابغ کا نام ٹیکسی اسٹینڈ کے انچارج اس لئے لیتے تھے کہ وہاں ان ڈرائیور صاحب کو یہ گاڑی چھوڑ دینا تھی اور بڑی گاڑی جو فور ویل ڈرائیو ہے، اس پر ہمیں صحرا میں لے جانا تھا۔ جانا بہرحال رابغ سے مستورہ ہی تھا اور مستورہ سے پھر صحرا میں اترنا تھا۔

بہرحال ہم مغرب کے وقت مستورہ پہنچے۔ ڈرائیور صاحب ہمیں گاڑی میں چھوڑ کر سامنے ایک ہوٹل میں گئے اور وہاں سے ایک بدو کو گائیڈ کے طور پر ساتھ لائے۔ مستورہ میں ہم نے نمازِ مغرب ادا کی اور وہاں محمد رفیق نے احمد شاہ صاحب کے کیمرے اور محمد اظہر کے کیمرے کی ریلیں ریوائنڈ کر دیں۔ اس سے پہلے وہ مدینہ منورہ میں ہی میرے کیمرے کا تیا پانچا کر چکے تھے۔ ہم نے مدینہ کریمہ میں کیمرہ ٹھیک کرانے کی کوشش کی لیکن ہمیں بتایا گیا تھا کہ یہ کیمرہ جدہ ہی میں ٹھیک ہو سکتا ہے۔ میں نے اسے بند کر کے اٹیچی میں رکھ

دیا کہ پھر اب لاہور چل کر ہی اسے ٹھیک کرائیں گے۔ لیکن مستورہ میں جن دو دوستوں کے دونوں کیمروں کی ریلیں رفیق صاحب نے ریوائنڈ کر دی تھیں وہ بہت پریشان ہوئے۔ اگرچہ پریشانی زیادہ عرصہ تک یوں نہ رہی کہ وہاں سے ہمیں ریلیں مل گئیں اور کیمرے دو بارہ لوڈ ہو گئے۔

صحرا کا سفر:

یہ گاڑی جو رابغ سے تبدیل کی گئی تھی بڑی گاڑی تھی اور شاید اس میں چودہ سواریوں کی گنجائش موجود تھی۔ گائیڈ ڈرائیور کے ساتھ بیٹھ گئے۔ رات ہو رہی تھی۔ گائیڈ نے اپنی نگاہیں ونڈ اسکریم کے ساتھ لگا دیں۔ راستے میں ہمیں تو صرف ریت ہی ریت نظر آتی تھی لیکن غور کرنے سے محسوس ہوا کہ گائیڈ صاحب کبھی کسی جھاڑی سے، کبھی ایک آدھ پتھر سے اندازہ کرتے تھے کہ اب انھیں دائیں طرف مڑنا ہے یا سیدھے چلنا ہے یا بائیں طرف مڑنا ہے۔ ڈرائیور نے بڑی مہارت دکھائی۔ یوں کہ اس سے پہلے جو لوگ ابواء شریف حاضری کا شرف حاصل کر چکے تھے، انھوں نے یہی لکھا اور کہا ہے کہ ہر گاڑی جو سیّدہ آمنہؓ کی لحد مبارک پر حاضری کے لئے روانہ ہوتی ہے وہ آتے ہوئے یا جاتے ہوئے ریت میں ضرور پھنستی ہے لیکن ہمارے ڈرائیور نے وہاں تک جاتے ہوئے اور وہاں سے واپس مستورہ آتے ہوئے یہ ساٹھ ستر میل کا ریت کا علاقہ اس طرح عبور کیا کہ کہیں ایک بار بھی گاڑی ریت میں نہیں پھنسی میں نے محسوس کیا کہ ڈرائیور نے اپنا پاؤں بریک پر آنے ہی نہیں دیا۔ وہ گائیڈ کے اشارے پر اسی اسپیڈ سے گاڑی کو اس طرف موڑ لیتا تھا جدھر جانا مطلوب ہوتا تھا۔

منزلِ مقصود:

ہم سات بجے رات اس پہاڑی کے دامن میں پہنچے جس کے اوپر حضورِ اکرم صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدۂ محترمہ قیام فرما ہیں۔ ہمارے پاس ٹارچ تھی ہم ڈرائیور اور گائیڈ کے پیچھے پیچھے اوپر چڑھے۔ پہاڑی زیادہ اونچی نہ تھی اور ہم ایک لگن میں مگن تھے، اوپر پہنچ گئے۔ اوپر پہاڑی پر سادگی کے ساتھ ایک قبر کے نشانات موجود ہیں۔ اس پاس پتھروں کا ایک حلقہ ہے۔ جن کے باہر سبز رنگ کر دیا گیا ہے لیکن یہ باتیں جب معلوم ہوئیں جب ہم اظہر کے کیمرے سے کھینچی ہوئی تصویریں ہمارے سامنے آئیں۔ وہاں پہنچ کر میں اپنی بات کروں تو آنکھوں کی موسلا دھار بارش نے کچھ دیکھنے ہی نہیں دیا۔ کچھ مانگنے کی خواہشیں بھی دل کی دل میں ہی رہ گئیں۔ وہاں ہم بہت کم عرصے کے لئے حاضر رہے۔ کیوں کہ ٹارچ جلانے اور کیمرے کی فلش لائٹس کی وجہ سے ڈرائیور اور گائیڈ نے چیخم دھاڑ مچا دی کہ دوسری طرف موجود قصبہ ابواء سے پولیس یہاں پہنچ جائے گی اور ہمارے لئے پریشانی پیدا ہو جائے گی۔ ہم وہاں جتنی دیر کھڑے رہے، صرف اشکوں ہی کی زبان میں بات کی جا سکی۔

آنسوؤں کا نذرانہ:

یہ جمعرات کا دن تھا، جس دن میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدۂ محترمہ کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ یہ وہی مقام تھا جہاں چھ سال کی عمر میں میرے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدۂ مکرمہ کو یہاں دفن کیا اور اپنی منہ بولی ماں حضرت اُم ایمن برکہؓ کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ یہ وہی مقام تھا کہ جب یہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتے تھے، ان کے آنسو نہیں تھمتے تھے۔ جہاں میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک آنسو گرے، وہاں ہم معصیت کاروں کے انسوؤں نے بھی اپنے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کی۔ وہ وقفہ بہت مختصر تھا کہ نہ دل کی بات کہی جا سکی، نہ کوئی دعا مانگی جا سکی۔ صرف اشکوں کی برسات نے سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قدموں پر عقیدت کے پھول نچھاور کئے۔ گائیڈ اور ڈرائیور کے شور مچانے پر ہم واپس مڑے

ہمارے سب ساتھی کچھ نیچے چلے گئے تو مجھے اور تسنیم الدّین احمد کو بھی اپنے آپے میں آنا پڑا اور ہم بھی واپس ہو لیے۔

مشہور ہے کہ رات کو ایک ستارہ اس بارگاہ میں اپنی روشنی نچھاور کرتا ہے۔ جن صاحب کے ہاتھ میں ٹارچ تھی انھوں نے ٹارچ بند کی تو واقعی عجیب منظر پیش نظر تھا۔ بہت دھیمی دھیمی روشنی ایک ستارہ اس پہاڑی پر گراتا تھا اور اس روشنی میں اُم النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سیّدہ آمنہؑ کی بارگاہ عجیب منظر پیش کرتی تھی۔ دل ہمارے سینوں میں شدّت سے دھڑکتے ہوئے باہر آنے کے لئے کوشاں دکھائی دیتے تھے چلتے چلتے میں نے بارگاہِ سیّدہ سے پتھر کا ایک ٹکڑا اُٹھا لیا۔ بس اسی قدر ہوش میرا ساتھ دے رہا تھا۔ پہاڑی سے نیچے آکر ہم لوگ گاڑی میں بیٹھے اور گاڑی چل دی۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ میرے اور تسنیم الدّین احمد کے آنسو رکنے کی کیفیت میں نظر نہیں آتے تھے۔ مستورہ چند کلومیٹر رہ گیا ہوگا تو میں نے محسوس کیا کہ میں کچھ باتیں کئے جا رہا تھا، کچھ دعائیں مانگ رہا تھا میرے پیچھے بیٹھے ہوئے محمد اظہر نے مجھے اپنے لئے ایک آدھ دعا مانگنے کو کہا۔ میں اسی کیفیت میں روتا، بلکتا ہوا وہ دعائیں بھی مانگنے لگا۔ پھر دوسرے دوست بھی میری اس کیفیت یوں کہئے کہ فائدہ اُٹھاتے ہوئے مجھے دعاؤں کے لئے کہنے لگے۔ دعائیں پتہ نہیں کس کیفیت میں اور کیا کیا دعائیں ہوئیں لیکن اس سے میں ہوش میں آ گیا۔ ہوش، بے ہوشی اور نیم بے ہوشی کی یہ کیفیت مجھے بھی مزا دے گئے اور میرے ساتھیوں کو بھی ہوش میں آتے ہی میرے آنسو تھے، میرا بلکنا کم ہوا لیکن تسنیم الدّین احمد ابھی بحال نہیں ہو رہے تھے۔ وہ میرے ساتھ بیٹھے تھے اور میں نے بہت کوشش کی مستورہ پہنچتے پہنچتے انھیں بحال کرنے کے لئے کچھ باتیں کیں کچھ گزارشات کیں اور بالآخر وہ بھی ہوش کی دنیا میں واپس آ گئے۔

درودِ پاک کی برکت:

ڈرائیور نے گائیڈ کو مستورہ چھوڑا اور ہمیں اسی گاڑی میں جدّہ پہنچا دیا۔ ہم سات بجے بارگاہِ سیّدہ سلام اللہ علیہا میں پہنچے تھے اور دس بجے جدّہ واپس پہنچ گئے۔ لیکن اس سفر کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ جب ہم جدّہ سے رابغ کی طرف جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ تحریر تھا "چیک پوسٹ دو ہزار میٹر" پھر آگے ایک ہزار اور پانچ سو لکھا تھا۔ ہم میں سے بیشتر لوگ پہلے ہی درودِ پاک پڑھ رہے تھے لیکن چیک پوسٹ کے اتنے قریب آنے کی خبر پاتے ہی تسنیم صاحب نے سب دوستوں کو بلند آواز سے کہا کہ درودِ پاک پڑھنا شروع کر دیں۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ چیک پوسٹ پر مسافروں کو دیکھ کر کہ یہ عمرہ کے لئے آئے ہوئے ہیں، ان کے کاغذات چیک کر کے انھیں واپس بھیج دیا جاتا ہے کہ وہ اس راستے پر فلاں فلاں جگہ نہیں جا سکتے۔ ہم درودِ پاک پڑھ رہے تھے۔ گاڑی کے ڈرائیور نے بریک لگائی۔ کانسٹیبل ایک اور گاڑی والے سے بات کر رہا تھا۔ اس نے مڑ کر ہماری گاڑی کی طرف دیکھا اور ہاتھ سے جانے کا اشارہ کر دیا۔ یوں چیک پوسٹ پر ہمارے لئے درودِ پاک کی برکت سے کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوا اور ہم نو افراد ابواء شریف میں آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ محترمہ سیّدہ آمنہؑ کی بارگاہ میں حاضری کے شرف سے بہرہ ور ہو گئے۔

ابواء شریف کی جانب سفر:

مدت سے اس مقدس آرزو نے قلب و نظر کو بے تاب کر رکھا تھا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجد سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہؑ کی قبر مبارک کی زیارت کی جائے۔ گزشتہ حجازِ مقدس کے سفر میں کوئی صورت نہ بنی۔ اب ایک ایسا رفیق ساتھ تھا جس کا خلوص، جس کی بے پناہ محبت اس آرزو کو پورا کر سکتی تھی۔

جنابِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک مقام ابواء میں

ہے۔ یہی وہ مقام شریفہ ہے جس کی زیارت کے لئے ہر شخص بے تاب رہتا ہے۔ ابواء مستورہ سے کچھ ایسا دور نہیں۔ مگر کوئی راستہ نہیں، کوئی جادہ نہیں، سڑک سے ہٹ کر یہ ۲۵ کلومیٹر کا فاصلہ سینہ صحرا پر طے کرنا پڑتا ہے۔ یہ سفر وادی مقدس کی طرف تھا۔ یہ سفر کائنات کی سب سے مقدس ماں کی طرف تھا جسے محبوب خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ جو سب فضیلتوں کا سرچشمہ تھا۔ تمام برکات کا مصدر، رحمت تمام کا پیکر عظیم تھا۔

بے سمت کے ساتے کا سفر پہلی بار کیا تھا۔ اس میں ایک اپنا حسن ہے اپنا کیف ہے۔ اس سفر میں خداوند کریم پر سہارا اس کے مسبب ہونے کا یقین اس کی بے پایاں رحمت پر بھروسہ اور زیادہ ہو جاتا ہے۔

جس مقدس ہستی کی قبر مبارکہ کی زیارت کے لئے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے صدقے ہمیں منزل مقصود تک ضرور پہنچائے گا اور غیب سے امداد فرمائے گا۔

مستورہ سے جب ہم نے سفر کا آغاز کیا تھا تو آسمان پر بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دیکھا تھا۔ بادل کے اس ٹکڑے نے کار پر سایہ کیا۔ ہم نے اسے امر اتفاق جانا مگر یہ سایہ برابر کار کے ساتھ رہا۔ ایسے محسوس ہوا کہ ایئر کنڈیشنڈ میں سفر ہو رہا ہے جس طرف کار مڑتی یہ سایہ بھی کار کے ساتھ ہی اس طرف ہو جاتا۔ کار کے دونوں طرف تیز دھوپ تھی۔ سامنے وہی سراب تھا جس کا ہم مشاہدہ کر چکے تھے۔ مگر یہ ابرِ کرم یہ سایہ لطفِ ربانی یہ نشانِ انعامِ الٰہی کار کے ساتھ ساتھ چلتا رہا رفیق سفر ایک دوسرے کو تعجب آمیز مسرت سے دیکھ رہے تھے۔ کار سے باہر آسمان پر نظر ڈالی تو اس چھوٹے سے ٹکڑے کے سوا آسمان صاف تھا۔ سامنے لق و دق صحرا تھا۔ مگر ابرِ رحمت ہمیں ڈھانپے ہوئے تھا۔ ہم نے اس کرم خاص کو اس مقدس ہستی رحمت کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی برکت سمجھا جس کی زیارت کے لئے ہم سفر کر رہے تھے۔ زندگی میں کرم کی یہ گھڑیاں، سعادت کے یہ لمحات اس انداز سے نہ دیکھے

تھے۔ ہماری زبانیں اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور اس کی حمت کے ترانے گانے لگیں اے خالق کائنات اے مالک بحر و بر تیرے سحاب کرم کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

”تو جو چاہے تو اُٹھے سینہ صحرا سے حباب“:

دھوپ کی تیزی اور بڑھ گئی۔ مگر اس ابرِ کرم کے سائے نے ہمیں دھوپ کی تمازت سے بچائے رکھا۔ حد نظر تک جلتا ہوا صحرا چمکتی ہوئی ریت اور وسیع منظر تھا۔ میلوں دور چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے نشانات نظر آتے تھے۔

یا اللہ رستہ کیسے ملے منزل کا تعین کس طرح ہو مگر اس حالت بھی دل مطمئن تھا۔ کسی پر خوف و ہراس کا سایہ تک نہ تھا۔ سب درود شریف پڑھ رہے تھے اور اس بے آب و گیاہ صحرا سے درود و سلام کے گجرے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بھی بھیج رہے تھے۔ یہ سفر محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی آخری آرام گاہ کی زیارت کی غرض سے کیا تھا جو مقصودِ کائنات ہے جو باعث تخلیق کائنات ہے۔ جو سراپا رحمت ہے۔ جو دنیا کو غم و اندوہ سے نجات دلانے گمراہیوں کو صراط مستقیم دکھانے کے لئے آیا تھا جس نے جہنم کے گڑھے تک پہنچنے والوں کو جنت کا وارث بنا دیا جس کے دم سے خزاں آشنا دنیا میں بہار جاودانی آ گئی جس کی ذاتِ اقدس سے عظمت انسانی وابستہ ہو گئی اگر ابر کرم کا ہم پر سایہ رہا تو حیرانی کی کوئی بات نہ تھی یہ تو رحمتِ عالمؐ کی رحمت کا ایک کرشمہ تھا۔ تھوڑی دور ایک مختصری آبادی کے نشانات ظاہر ہوئے ہم نے کار کا رُخ اس طرف کر دیا۔

ساکنانِ صحرا کی مہمان نوازی:

ابھی ہمارے کاران مکانوں تک نہ پہنچی تھی کہ ایک نوجوان استقبال کے لئے ہماری طرف بڑھا۔ اس نے انتہائی گرمجوشی اور خندہ پیشانی سے ہمارا استقبال کیا اس استقبال کے انداز سے صحرائی قبیلوں کی مہمان نوازی اور دلکشائی کے سینکڑوں انداز نظر سے گزر گئے۔

چھوٹے چھوٹے بچے نہایت سلیقے سے فنجانوں میں قہوہ اُنڈیل رہے تھے اور نہایت ادب سے مہمانوں کو پیش کر رہے تھے۔ ابھی فنجان ختم ہوا ہی تھا کہ وہ بچے اسے دوبارہ بھرنے کے لئے بڑھے ہم نے شکریہ ادا کرتے ہوئے فنجان الٹا کر دیا۔ عرب مہمانوں نے کئی فنجان پیے۔ قہوہ پی کر ہم نرم نرم گدوں پر لیٹ گئے۔ رات بھی کم سوئے تھے اب صبح سے سفر میں تھے۔ ایک گھنٹہ نہ گزرا ہوگا کہ کھانا آ گیا۔

کھانے سے جب فارغ ہوئے تو بچوں نے ہاتھ دھلائے۔ پھر قہوہ کا دور ہوا۔ منزلِ مقصود پر پہنچنے کی جلدی تھی۔ دل قبر مبارک کی زیارت کے لئے بے تاب تھا۔ ایک ایک لمحہ اضطراب میں گزر رہا تھا۔ ہم نے اپنے میزبان کا شکریہ ادا کیا یہ مختصر سا قیام حسین یادگار بن گیا۔

اُمِ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیّدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کی آرام گاہ پر حاضری:

ایک عرب نے اپنی گاڑی نکالی منزل مقصود تک ہماری رہنمائی کی۔ جب ہم منزل مقصود کے قریب پہنچے تو اس عرب نے پہاڑ پر ایک سفید نشان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ سفید نشان سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہؓ کی قبر مبارک کا نشان ہے۔ یہ کہہ کر وہ عرب دوسری طرف چلا گیا۔ دل مسّرت کا پیمانہ بن گیا۔ کامرانی نے دامن چوم لیا۔ شادمانی اشکوں میں ڈھل گئی ایک عمر کی تمنا کا حاصل، ایک عمر کی آرزوؤں کا مرکز نگاہوں کے سامنے تھا۔ ہم برکتوں کے خزانے تک آ گئے تھے جو ہر ایک کا مقسوم تھا۔ ہم اس ہستی کی آرام گاہ پر حاضر ہو گئے تھے جس کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ ہم اس وادی کے ذرّے ذرّے کو محبت وعقیدت سے دیکھ رہے تھے۔ اس احساس نے طبیعت میں ایک عجیب کیفیت پیدا کر دی کہ بچپن میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ اسی وادی میں آئے تھے۔ پیغمبرؐ کے معصوم قدم نے اس

وادی کو مہکایا۔ یہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ ہم نے کار کو پہاڑ کے دامن میں روکا۔ پہاڑ زیادہ اونچا نہ تھا۔ ہم آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے احترام وعقیدت کے ساتھ قبر مبارک پر حاضر ہو گئے۔ ہمارے دلوں کی کیفیت بیان نہیں ہو سکتی۔ فرطِ مسّرت سے آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

آج کا دن ہمارے لئے میلاد کا دن تھا۔ نزولِ رحمت باری کا دن تھا۔ خورشید ہدایت طلوع ہونے کا منظر سامنے آ گیا۔ یہ دن ہماری خوش نصیبی کی معراج تھا۔۔۔۔ معلوم ہوتا تھا کہ زمانے سے اندھیرا اچھٹ گیا ہے۔ نور کی کرنوں نے چاردانگ عالم کو منوّر کر دیا ہے۔ ملائکہ پَرے باندھے سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہؓ کے گھر نزول کر رہے ہیں۔ مبارک بادی کے ترانوں سے فضا معمور ہو گئی ہے۔ یہ جشن ساری کائنات نے منایا۔ آج رحمتِ عالم کا ظہور ہوا۔ آج محبوب عالمؐ اس عالمِ آب وگل میں تشریف لائے۔

میں تصور کی نگاہوں سے اس بیت مکرم کو دیکھ رہا تھا۔ جہاں سرورِ کونینؐ کی ولادت ہوئی تھی۔ جناب آم□ کے کانوں میں فرشتوں کی مبارکبادی کے ترانے گونجنے لگے۔

آسماں کا نور اس بیت مکرم میں سمٹ آیا۔ بہاروں کی شادابیاں بی بی آمنہؓ کے قدم چومنے لگیں۔ فرشتوں کی جماعت سیّدہ طاہرہ حضرت آمنہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور سلام پیش کرنے لگی۔

سلام اے آم□ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات□ز نوع انسانی

آج ہماری خوش قسمتی کی معراج تھی ہم بصد عجز و نیاز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں سلام پیش کر رہے تھے۔ ان پتھروں کی خوش قسمتی پر رشک کر رہے تھے۔ جنھیں قبر مبارک کا حصّہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان ریت کے ذرّوں کو دیکھ رہے تھے۔ جنھوں نے اس وجود مطہر واطہر کو چھپا رکھا تھا فرطِ عقیدت و

ارادت میں ہم نے قدموں کی طرف پڑے ہوئے پتھروں کو چوما۔۔۔ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے قدموں میں حاضر تھے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ والدہ کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔ یہ مقدس ہستی تو روحِ دوعالم کی والدہ تھیں ہمیں وہ راحت نصیب تھی جو ماں کی گود میں معصوم بچے کو میسّر آتی ہے۔ اس بابرکت ہستی کی شفقت تو ابرِ کرم بن کر ہمارے ساتھ رہی تھی وہ تو آغاز سفر سے ہی ہمیں مژدۂ راحت سناتی رہی۔۔۔ ہماری ساری تھکن دُور ہوگئی۔ ایک عجیب شادمانی، ایک عجیب مسرت قلب ونظر کو گھیرے ہوئے تھی۔ عقیدت اشک بن کر ڈھلک پڑی۔۔۔ ہماری روح بھی مشکور ہوئی۔ ہماری محنت ٹھکانے لگی۔ ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ جیسے دھوپ کی تمازت میں میلوں چلنے والے، صحرا میں بھٹکنے والے مسافر کو، تشنہ لب راہی کو سرد وشیریں پانی کا چشمہ میسّر آجائے۔ ہم خاموش، باادب دیر تک قبر مبارک پر کھڑے رہے اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں درود وسلام بھیجتے رہے۔ یہ دن زندگی کے چند بابرکت دنوں میں سے ایک تھا۔ یہ لمحے زندگی کے چند تابناک لمحوں میں سے تھے۔ یہ گھڑیاں دامن میں سعادت کے گہرہائے درخشندہ لئے ہوئے تھیں۔

یہاں سے جانے کو جی نہ چاہتا تھا۔ دوپہر کا وقت قریب تھا۔ شام تک واپس مستورہ پہنچنا تھا۔ اس قبر مبارک کے اردگرد چھوٹے پتھروں کا حلقہ تھا۔ قبریں پر پتھریلی ریت تھی اس حلقے کے باہر بڑے بڑے پتھروں کا ایک حلقہ تھا جن پر سفیدی کی ہوئی تھی جو زائر کو دور سے قبر مبارک کا نشان بتاتی تھی۔ سعودی عرب میں شاید یہ واحد قبر مبارک ہے جس پر مٹی کا ڈھیر بھی ہے اور جو باقاعدہ قبر کی شکل میں ہے۔ ورنہ جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں تو قبور مبارکہ کے نشانات مٹا دیئے گئے ہیں۔ کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں، کوئی نشان نہیں۔ زوّار زائرین کو بتاتے ہیں کہ یہ چند گز زمین میں کون کون سی مقدس ہستیاں آرام فرما ہیں۔ زوّار سلام پڑھواتے ہیں اور زائرین برستی آنکھوں کے ساتھ ان مبارک ومتبرک ہستیوں کی

خدمت میں سلام پیش کرتے ہیں ہم نے قدموں کی طرف سے چند چھوٹے پتھر اور ریت لی تا کہ احباب میں یہ مبارک تحفہ تقسیم کرسکیں اوران کو اس نعمتِ عظمٰی سے سرفراز کریں۔

ہم پہاڑ سے نیچے اُتر آئے۔ دامنِ کوہ سے اس فرازِ کوہ کو اس مرکزِ یمن وسعادت کو، سکون واطمینان کے اس نشان کو دیر تک دیکھتے رہے۔ یہ سعادت خدا جانے کس دعا کی قبولیت کا ثمرہ تھی۔ ہم اپنے دامنوں میں لازوال دولت لے کر لوٹے، آنسوؤں سے ہمارے دامن مہک رہے تھے۔ کار چلی ہم مڑ مڑ کر اس مرکزِ قلب ونظر کو دیکھتے رہے۔ چودہ صدیاں گزر گئیں زمانے نے ہزاروں کروٹیں لیں، شکست وریخت کے ہزارہا مرحلے گزرے فلک بوس محلات پیوندِ زمین ہوگئے، جگمگاتے شہر ویرانوں میں تبدیل ہوگئے، عروج وزوال کے ہزارہا منظر گزر گئے مگر یہ قبر مبارک یہ مرکزِ عقیدت واحترام جوں کا توں موجود ہے۔ اس قبر کی خبر گیری کرنے والا کوئی نہیں۔ اس پر سنگِ مرمر کا گنبد نہیں، اس پر کتبہ نہیں مگر یہ قبر مبارک ایک عالم کی آرزوؤں کا مسکو ہے۔

ہم دور تک اس نشان مبارک کی زیارت کرتے رہے جو سفیدی کی صورت میں نظر آ رہا تھا۔ ایک موڑ ایسا آیا کہ دوسرے پہاڑ نے اسے چھپالیا۔ اس احساس نے ہمارے دلوں میں ایک عجیب وغریب کیفیت پیدا کردی کہ اب مواجہ شریف پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جب حاضر ہوں گے تو ہم پر انعام واکرام کی بارش ہوگی کیوں کہ ہم ان کی والدہ ماجدہ کی قبر مبارک کی زیارت کرکے آرہے ہیں۔ حافظ لدھیانوی، منزل سعادت (بار اوّل ۱۹۸۴ء)

مولانا مولوی عبدالماجد صاحب قادری بدایونی کا بیان:

محرم نمبر پیشوا کے لئے ایک ابن علی وبتول علیہا السلام کا مسلسل تقاضہ ہے کہ مضمون بھیجو۔ مسلسل علالت وشکایت امراض کے سبب اعذار یک طرف۔ آج کل تو روحِ ایمان و

عرفان اور حیاتِ عقیدت ومحبت پر جو صدمہ ہے اُس نے نڈھال اور بے قرار ہی نہیں بلکہ بسمل و پامال کر دیا ہے۔ آہ ظالم و فاسق نجدیوں کے مہالک و مظالم نے ۶۱ھ کا محرم پھر ۱۳۴۰ھ میں پیشِ نظر کر دیا۔ کس زبان وقلم سے کہوں؟ اور لکھوں؟ کہ ۶۱ھ میں عراق کی سرزمین پر خاندانِ نبوت وشہزادگانِ فتوت کا خون خاک میں، وہی خون اور وہی جسم اور انہیں پاک جسموں کی نورانی ہڈیاں حجاز میں سرزمینِ مدینہ کے حدود میں، روضۂ مطہرہ کے سامنے نانا جان کے روبرو، زمین سے نکال کر پھینک دی گئیں۔ قبروں پر ہل چلوا دیئے، قبے کٹھرے خاک میں ملا دیئے یعنی عترت وذرّیت رسول۔۔۔ اور رسول کے اصحاب اور ہزاروں عاشقوں اور ولیوں، اماموں کا نام نشان مٹا دیا۔ یہ ظلم کس نے کیا؟۔۔ نجدی یزیدیوں نے، یہ ستم کس نے ڈھایا؟ کتاب وسنت پر عمل۔ عمل وحکومت کرنے کا دعویٰ کرنے والوں نے یہ قیامت کس نے برپا کی؟ امن واصلاح حجاز کے مدعیوں نے۔ لارڈ ہڑ ولائڈ جارج کی روح کی ترویج کرنے والے کون ہوئے؟ نام نہاد مسلمان، عامل والحدیث والکتاب مسلمان۔ نجد کے وہ مسلمان جو اپنے سوا دنیا کو مشرک، کافر سمجھیں اور خالص توحید کے اجارہ دار بنیں۔ مگر اُن موحدین کا نام نشان مٹیں جن کی سرفروشانہ مساعی سے عالمِ توحید آشنا ہوا۔ فَقُوْلُوْا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

کیا دنیائے انسانیت وتہذیب میں ایسی بربریت، وحشت وظلم کی کوئی مثال کسی نام کے ظالم سے ظالم مسلمان بادشاہ کے عہد تنظّلم کی مل سکے گی؟ لا واللہ۔ مجھے نجدی اپنے مظالم میں یزید لعنۃ اللہ علیہ سے بھی دو قدم آگے ہیں۔ یزید بھی مدعیٔ توحید تھا، عامل بالکتاب والسنۃ ہونے کا دعویدار تھا۔ اُس نے بھی قتلِ امام عالی مقام علیہ وعلی ابابہ السلام کے لئے امن واصلاح ودفع فساد کا اعلان ووعظ دیا تھا۔ مگر آہ مُردہ انسانوں کی بے حرمتی، اُن کی قبور کو برباد کرکے اُس سے بھی نہ ہوئی اور جو کچھ بھی اُس نے کیا وہ امام کو مکہ، مدینہ سے جدا کرکے۔ یا جدا ہونے کے بعد عراق کی سرزمین پر نہ اُس سرزمین پر جہاں کے "کانٹے بھی کانٹے

جانے ممنوع ہیں"۔

مگر ان تباہ ایمان نجدیوں نے جو کچھ کیا وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں۔ مواجہہ حضرت محبوبِ حق میں، خاص ارضِ مدینہ اور مخصوص قطعہ مقدسہ، جنت البقیع میں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار۔ دنیا کے کافر، نصرانی، متعصب، دشمنان اسلام، غیر حربی حالت میں مقابر ومساجدِ اسلام ومسلمین کی تخریب سے حذر کرتے ہیں (دور رہتے ہیں) مگر یہ عاملینِ حدیث، امن واطمینان کے عہد میں، دھڑا دھڑ مساجد ومقابر مسمار کرتے چلے جاتے ہیں اور ان بے حیاؤں کی چتون میلی نہیں ہوتی۔ فَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ عراقیوں میں کچھ وہ بھی تھی اور کربلا کے کارزار میں ایسے بھی عراقی وشامی نکل آئے تھے جنہیں بیکس سیّد مسافروں پر رحم آ گیا تھا اور شقی سے سعید ہو گئے تھے۔ مگر ان نجدی یزیدیوں میں ایک سے ایک بڑھ کر ظالم ہے۔ اور مسلسل قتل وغضب، فسق وفجور، ظلم وتعدی کے بعد بھی ان میں ایک سعید روح، رحم وایمان کی تڑپ، انصاف وانسانیت کا جذبہ دکھانے والی نہیں۔ یزید نے جو کچھ کیا اوّل دن سے بالا علان کہہ کر۔ فوجی اجتماع کے ساتھ کیا۔ مگر ان بزدل نجدیوں نے جو کچھ کیا فریب سے، مکر سے، جھوٹ بول کر، دغا بازی کرکے کیا۔ کل کی بات ہے کہ ابن سعود کے اعلانات گونج رہے تھے کہ میں حجاز میں شاہ بن کر رہنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ بلکہ فقط غدار وظالم شریف کے مظالم وجرائم کا خاتمہ کرنے کو بڑھا اور لپکا ہوں۔ رہی حجاز کی شاہی وہ جمہوری ہوگی۔

پھر اعلان دیا کہ مدینہ پاک کے آثار وشعائر محفوظ رہیں گے۔ مگر دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح تدریجی مگر مسلسل فریب کاری ودغا بازی سے کام لیا گیا اور نصرانی اہلِ سیاست کے وعدے اور ان کی جیسی چالیں چل کر ملّت کو پراگندہ، اُمت کو منتشر، عظمتِ حرمین کو تباہ وبرباد کیا۔ حجاز کا بادشاہ بھی بن گیا اور اپنی نامعقول اور ناجائز ملوکیت کا سکہ بھی چلانے لگا۔ اور تعصب وتقشف وہابیت کی اعتقادی وعادی گستاخیاں کرکے وقار و

عظمتِ حرمین کو بھی ڈھانے لگا۔ تم نے سنا یا نہیں؟ کہ حکم دے دیا گیا ہے کہ حاجیوں کی واپسی کے بعد گنبد خضریٰ اور شبکہٗ مقدسہ جو بیکوں کا سہارا اور عاشقوں کے لئے نقاب چہرۂ حبیب ہے۔ چھپا دیا جائے اس کا پہلا قدم یہ حکم امتناعی ہے جو روضۂ مقدسہ کی جالیوں (شبکہ) کو ہاتھ نہ لگانے اور اس کعبۂ حقیقت اور قبلہ کعبۂ عبادت کی طرف متوجہ نہ ہو کر دعا کرنے کے جبروت سے بڑھایا گیا ہے۔

بتاؤ! یزید، حجاد بن یوسف، یا شریف حُسین کسی ظالم و جابر نے بھی ایسا کیا تھا؟ اور ایسی مداخلت فی الاعتقادیات کر کے کوئی بھی شقی مدعی عمل کتاب و سنت ہوا تھا؟ میرا دل جل رہا ہے اور میں ابنِ سعود کو دعوتِ مباہلہ لکھ رہا ہوں اور مجدی یزیدیت کو عراقی و شامی یزیدیت سے موجودہ دورِ ابتلا میں سخت تر جانتا ہوں اور ہر اُس شخص سے جو محرم میں کربلا والے اماموں کے غم منائے التجا کرتا ہوں کہ وہ دعا کرے کہ مجدیوں سے امام عالی مقام شہیدِ کربلا کے جدِ فخرِ اوّلین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ محفوظ رہے۔ اور دنیا سے یہ نشانِ رحمت نہ مٹنے پائے اور اس کے مٹانے کے آرزومند اصحاب فیل کی طرح مٹ جائیں۔ اے کربلا والوں کی پاک روحوں کہہ دو آمین جو قابل تھے دار و رسن کے ! ہاتھ میں ان کے دار و رسن ہے!

❁❁❁❁❁

باب۔ ۱۱

ایمانِ آمنہ سلام اللہ علیہا پر بحث

آمنہ سلام اللہ علیہا قرآن کی نظر میں:

بیشک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اجداد موحد تھے آدمؑ وحواؑ سے عبداللہؑ و آمنہؑ تک۔ اور اسی طرح آپؐ پاک تر صلبوں سے پاک تر رحموں میں نور کی شکل میں منتقل ہوتے آئے۔ آپؐ کو جاہلیت کی آلودگیوں نے آلودہ نہیں کیا جیسا کہ زیارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی یہ جملے درج ہیں:

اشهد یا رسول الله انك كنت نوراً فی الاصلاب الشامخة والارحام المطهرة لم تنجسك الجاهلية بانجاسها ولم تلبسك من مدلهمات ثيابها۔

"گواہی دیتا ہوں اے خدا کے رسولؐ بیشک آپ ایک نور تھے بہترین پشتوں اور پاک و پاکیزہ رحموں میں نہیں آلودہ کیا آپ کو جاہلیت نے اپنی آلودگیوں سے اور نہ جاہلیت نے آپ کو اپنا بے ترتیب لباس پہنایا"۔[1]

اسی طرح زیارت وارثہ میں بھی اسی طرح کے جملے درج ہیں۔

افسوس کچھ جہلا کی جہالت کی وجہ سے نادان مسلمان رسول خداؐ کے اجداد کے بارے میں غلط خیالات رکھتے ہیں۔ اور رسول خداؐ کی حرمت کا پاس نہیں رکھتے۔ حرمت رسولؐ کے داعی یہاں بھول جاتے ہیں۔ جبکہ روایات سے صاف ظاہر ہے کہ رسول خدا آدمؑ سے لے کر اپنے ماں باپ تک پاک صلبوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتے آئے ہیں۔ جیسے کہ اوپر زیارت سے بھی واضح ہے۔ ہم ایک اور روایت پیش کر رہے ہیں جسے شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے علل الشرائع میں درج کیا ہے۔

ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: آپؐ نے فرمایا کہ ہم اور علی بن ابی طالبؑ دونوں ایک نور سے پیدا

۱۔ مفاتیح الجنان: حضرت رسولؐ کی دور سے زیارت، صفحہ ۷۳۶

کیے گئے۔ آدم کی خلقت سے دو ہزار سال پہلے۔ اور ہم عرش میں اللہ تعالی کی تسبیح پڑھتے رہتے تھے۔ پس جب اللہ تعالی نے آدم کو پیدا کیا تو وہ نور ان کے صلب میں ودیت کر دیا۔ چنانچہ جب آدم کی سکونت جنت میں ہوئی تو ہم لوگ انکے صلب میں تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہوئی تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب حضرت نوح سفینہ میں سوار ہوئے تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے۔ جب حضرت ابراہیم کو آگ میں پھینکے گئے تو ہم لوگ ان کے صلب میں تھے، پھر اللہ تعالی ہم لوگوں کو مسلسل پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے ہم لوگوں کو صلب عبدالمطلب میں پہنچایا پھر وہاں سے ہم لوگوں کے نور کے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا مجھے صلب عبداللہ میں قرار دیا اور علی کو صلب ابوطالب میں قرار دیا۔ مجھے نبوت و برکت سے نوازہ اور علی کو فصاحت و شجاعت سے نوازہ اور ہم لوگوں کے لئے اپنے دو اسم سے دو نام مشتق کئے پس اس صاحب عرش کا نام محمود اور میرا نام محمدؐ ہے اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔[1]

اسی طرح شیخ صدوقؒ نے کتاب اعتقادات میں مذہب امامیہ کے اعتقادات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان بزرگواروں سے متعلق ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ تک سب کے سب مسلمان اور موحد تھے۔ اسی طرح جناب ابوطالبؑ بھی مسلمان تھے اور جناب رسول خداؐ کی والدہ گرامی آمنہ بنت وہبؑ بھی مسلمان تھیں۔ جناب رسول خداؐ فرماتے ہیں:

"اخرجت من نكاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم وقد روی عبدالمطلب كان حجة وابا طالب علیها السلام كا وصیه"

۱۔ علل الشرائع، باب ۱۱۶ ج ۱ ص ۱۰۲

"آدمؑ سے لیکر اپنے والدین تک شرعی نکاح سے پیدا ہوئے ہیں۔ آنحضرتؐ کے دادا عبدالمطلب حجتِ خدا تھے اور عم رسولؐ جناب ابوطالبؑ ان کے وصی تھے"۔[1]

شیخ عباس قمی سورہ توبہ کی آیت (وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُم مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِ ۖ إِنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ)[2] سے استناد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ خدا نے رسول کو مشرکوں اور کافروں کی نماز پڑھنے اور ان کے سرہانے کھڑے ہونے سے منع کیا ہے اور دوسری جانب رسول اللہ اپنے چچا اور والدہ کی قبر کی زیارت کیلئے جاتے تھے لہذا آپ کے چچا اور والدہ کی نسبت شرک کا موضوع منتفی ہے۔[3]

اسی طرح قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا سورۃ الشعراء میں فرمان عالیشان ہے:

"وتقلبك فی الساجدین"[4].... "اور تیرا انقلاب سجدہ کرنے والوں میں"۔

مزہب اثناء عشریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آبائی سلسلہ حوا و آدم تک سب کا سب مسلمان تھا۔ اور آیت مجیدہ اس پر صاف دلالت کر رہی ہے۔ آیت مجیدہ سے اگرچہ یہ معنی بھی مراد لیا جاسکتا ہے کہ سجدہ کرنے والوں کے زمرے میں تیرا سر بسجود ہونا اور عبادت کی حالت قیام رکوع سجود قعود میں تقلب اللہ کو معلوم ہے۔ لیکن یہ معنی اس امر سے نہیں روکتا کہ اس سے دوسرا معنی بھی لیا جائے جب کہ جمع ممکن ہو اور روایات بھی بکثرت اس پر دلالت کرتی ہیں کہ تیرا نور ہمیشہ ساجدین میں منتقل ہوتا رہا ہے۔ پس آدم سے لیکر تادم ولادت پاکیزہ ارحام اور طاہر اصلاب اس نور کے حامل رہے ہیں۔ تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ تو ہمیشہ موحدین

---

[1] اعتقادات شیخ صدوق، ص ۱۱۴

[2] سورہ توبہ، آیت: ۸۴

[3] محدث قمی، سفینۃ البحار، ۱۴۱۴ق، ج۱، ص ۱۷۱

[4] سورۃ الشعراء، آیت: ۲۱۹

کے صلبوں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ اور آپ نے جماعت میں شریک ہونے والے صحابہ سے فرمایا مجھ سے پہلے نہ سر رکھا کرو نہ اٹھایا کرو کیونکہ میں تم کو پیچھے سے اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔ تفسیر برھان میں ابن بابویہ سے سند متصل کے ساتھ جابر بن عبداللہؓ انصاری سے مروی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ سے دریافت کیا گیا جب آدم جنت میں تھا تو آپ کہاں تھے؟

آپؐ نے فرمایا میں اس کے صلب میں تھا۔ وہ زمین پر تشریف لائے تو میں اس کے صلب میں تھا۔ نوح کشتی پر سوار ہوئے تو میں اس کے صلب میں تھا۔ حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو میں اس کے صلب میں تھا۔ میرے آبائی سلسلہ میں کبھی زنا نہیں ہوا۔ اور خدا مجھے اصلاب طاھرہ سے ارحام طیبہ کی طرف منتقل کرتا رہا ہے۔ درحالنکہ کہ میں حادی مہدی رہا ہوں۔ مجھ سے خدا نے نبوت و اسلام کا میثاق لیا ہے۔ اور اس نے میری ہر صفت کو واضح کیا ہے۔ تورات و انجیل میں میرا ذکر کیا ہے۔ مجھے آسمانوں پر بلند کیا ہے اور میرا نام اس نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ میری امت حماد ہے وہ محمود ہے۔ اور میں محمدؐ ہوں۔ (ابن بابویہ فرماتے ہیں یہ روایت طرق کثیرہ سے وارد ہوئی ہے۔) حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بگوش ہوش جناب رسالت مآبؐ سے سنا "خلقت انا وعلی بن ابی طالب من نور واحد" میں اور علی ایک نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم آدم کی پدائش سے دو ہزار برس پہلے اللہ کی تسبیح کرتے تھے۔ جب آدم کو پیدا کیا گیا تو یہ نور اس کی صلب میں ودیعت ہوا۔ وہ جنت میں تھا تو ہم اس کے صلب میں تھے حضرت نوح کشتی پر سوار ہوئے تو ہم اس کے صلب میں تھے، حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈالا گیا تو ہم اس کے صلب میں تھے۔ پس خدا ہمیں پاک صلبوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل کرتا رہا یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب تک پہنچا پس اس کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ مجھے خدا نے صلب عبداللہؑ میں رکھا۔ اور علیؑ کو صلب ابوطالبؑ میں ودیعت کیا مجھ میں نبوت و برکت رکھی۔ اور علیؑ میں

فصاحت وشجاعت رکھی۔ ہمارے نام بھی اس نے اپنے ناموں سے مشتق کئے۔ وہ محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں اور اللہ اعلیٰ ہے اور یہ علیؑ ہے۔

تفسیر نور الثقلین میں امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہم السلام نے اس آیت کے ضمن میں فرمایا کہ مقصد آیت یہ ہے کہ خدا آپؐ کو یکے بعد دیگرے انبیا کی اصلاب سے منتقل کرتا آیا اور آدم تک آپؐ کی تمام نسلیں نکاح سے پیدا ہوئیں، ان میں زنا زادہ کوئی نہ تھا۔[1]

اسی طرح اہلسنت کی متعدد کتب تفاسیر میں اس آیت کی تفسیر یوں ہی کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کے نور اقدس کو ایک نبی کی پشت سے دوسری پشت میں منتقل کیا۔

جیسے کہ تفسیر عثمانی میں شبیر احمد عثمانی اس آیت "وتقلبک فی السجدین" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

بعض سلف نے کہا ہے کہ ساجدین سے آپ کے آبا مراد ہیں۔ یعنی آپ کے نور کو ایک نبی کی صلب سے دوسرے نبی کی صلب تک منتقل ہونا اور آخر میں نبی ہو کر تشریف لانا۔ بلکہ بعض مفسرین نے اس لفظ سے حضورؐ کے والدین کے ایمان پر استدلال کیا ہے۔

اسی طرح امام جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر در منثور میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ابن ابی حاتم و ابن مردودیہ و ابونعیم فی دلائل ابن عباسؓ سے "وتقلبک فی السجدین" کے بارے میں فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر انبیا کی پشتوں سے منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ نے جنا۔

جلال الدین سیوطی آگے فرماتے ہیں:

1۔ تفسیر انوار النجف فے اسرار المصحف، جلد ۱۰، پارہ ۱۹، صفحہ ۲۱۷ ر نور الثقلین، صفحہ ۳۲۳، پ ۱۹، شعرا ر جبل المتین، خلاصہ منہج الصادقین از فتح اللہ کاشانی ر تفسیر صافی، ج ۵ صفحہ ۴۶۳، پ ۱۹، شعرا، آیت ۲۱۸ تا ۲۱۹ ر تفسیر قرآن از علامہ علی نقی نقن صاحب، صفحہ ۵۸ ۴، سورہ شعرا

ابن مردودیہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہؐ سے پوچھا۔ کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ آپ کہاں تھے جب آدم جنت میں تھے۔ تو آپ نے تبسم فرمایا یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہوگئیں۔ پھر آپ نے فرمایا میں ان کی پشت میں تھا۔ جب آدم زمین کی طرف اترے میں ان کی پشت میں تھا۔ اور مجھے کشتی میں سوار کیا گیا اس حال میں کہ میں نوح کی پشت مین تھا۔ اور میں آگ میں ڈالا گیا اپنے باپ ابراہیم کی پشت میں ہوتے ہوئے، اور میرے ماں باپ نے کبھی بدکاری نہیں کی، اللہ تعالیٰ مجھے برابر پاکیزہ پشتوں سے منتقل فرماتے رہے پاک صاف مہذب رحموں کی طرف، جب بھی دو قبیلے تھے میں ان میں سے بہتر مین موجود ہوتا، اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ مجھ سے وعدہ لیا اور اسلام کے ساتھ مجھے ہدایت دی۔ تورات اور انجیل میں میرے ذکر کو بلند کیا، اور میرا نام مشتق کیا اپنے ناموں میں سے وہ عرش والا محمود ہے اور میں محمدؐ ہوں، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ وہ مجھ سے محبت کریں گے حوض کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کوثر عطا فرمایا اور میں پہلا سفارش کرنے والا ہوں گا اور میں پہلا ہوں جس کی سفارش قبول کی جائے گی اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے بہترین زمانے میں پیدا کیا اور میری امت حمد کرنے والی ہے جو نیک کاموں کا حکم کرتی ہے اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

تفسیر خازن میں بھی ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے کہ:

قال ابن عباس:

"ارادتقلبك فی الصلاب الانبیاء من نبی الی نبی حتیٰ اخرجك فی هذاه الامة"

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: کہ آیت تقلبک سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت مبارک میں نقل کرنا مراد ہے، یہاں تک کہ حضور پرنور

اس امت میں مبعوث ہوئے۔[1]

ایمان آمنہ سلام اللہ علیہا پر اہلسنت کے مشائخ کے اقوال:

امام بغوی ۵۱۶ھ:

ابومحمد الحسین بن مسعود بن محمد ۵۱۶ھ نام، لقب ابوالفراء (کھالوں کی تجارت کرنے کی وجہ سے اس لقب سے مشہور ہوئے)۔ اہلسنت الشافعی مذہب کے مشہور مفسر و محدث تھے۔ متعدد کتب کے مصنف تھے جن میں "معالم التنزیل، شرح السنۃ، مجموعہ من فتویٰ، کتاب التہذیب امام شافعی" شامل ہیں۔ آپ اپنی تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ: وتقلبك فی الساجدین۔[2]

"والساجدین هم الانبیاء قال عطاء و ابن عباس رضی اللہ عنہ اراد وتقلبك من نبی حتی اخرجتك فی هذا الامۃ"

اللہ تعالیٰ کا قول؛ اور تمہارا ساجدین میں گردش کرنا ہے۔

اور ساجدین سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں عطاء اور ابن عباسؓ نے فرمایا ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت میں گردش کرنا اور انتقال کرنا مراد ہے یہاں تک کہ آپ کو اس امت میں پیدا کیا گیا۔[3]

علامہ زین الدین ابراہیم ابن نجیم ۹۷۰ھ:

ان کا اہلسنت میں بلند مرتبہ اور ثقہ علماء میں شمار ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

۱۔ تفسیر عثمانی، صفحہ ۴۸۷، تفسیر در منثور، جلد ۶ صفحہ ۳۴۸، سورۃ شعراء، آیت: ۲۱۹ تفسیر خازن، جلد ۵ صفحہ ۱۰۷

۲۔ سورہ الشعراء، آیت: ۲۱۹

۳۔ تفسیر معالم التنزیل، برحاشیہ تفسیر خازن، جلد ۵ صفحہ ۱۰۷

"ومن مات علی الکفر ابیح لعنه الا والدی رسول اللهؐ لثبوت ان الله احیاهما حتی آمنا به"

ہر اس شخص پر لعنت کرنا جائز اور حلال ہے جو کفر پر مرا ہے سوائے رسول کریمؐ کے والدین کریمین کے کیونکہ ان کے لئے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ کیا یہاں تک کہ وہ رسولؐ پر ایمان لائے۔[1]

امام احمد بن محمد قسطلانی ۹۲۳ھ:

امام احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۱۵۱۷ء شارح صحیح بخاری اہلسنت کے چوٹی کے امام ہیں جو اپنے وقت کے اہلسنت کے مشہور فقیہ تھے۔ آپ فرماتے ہیں:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں ہرگز کوئی ایسی گفتگو نہ کی جائے جس میں ان کی طرف کسی نقص یا عیب کی نسبت ہو یقیناً یہ بات نبی کریمؐ کو اذیت پہنچائے گی۔ کیونکہ عرف یہ ہے کہ جب بھی کسی کے والد کا عیب یا نقص بیان کیا جاتا ہے تو اس کے تذکرے سے اس کی اولاد کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس لئے آپ کی ہدایات میں سے ہے مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف نہ دو اس کو امام طبرانی نے معجم صغیر میں نقل کیا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دینا کفر ہے۔ ایسا کرنے والے کو ہمارے نزدیک قتل کر دیا جائیگا، الخ۔[2]

امام قاضی عیاض مالکی ۵۴۴ھ:

بوفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرون بن موسیٰ بن عیاض السبتی الیحصبی۔ مراکش میں مالکی مذہب کے مشہور فقیہ، محدث مؤرخ۔ ادیب تھے۔ آپ اپنی کتاب الشفاء

۱۔ الاشباہ والنظائر، جلد ۲ صفحہ ۴۹۷، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

۲۔ المواہب اللدنیہ، ج ۱ صفحہ ۱۸۲

بتعریف حقوق المصطفیٰ میں فرماتے ہیں:

"عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ لما خلق اللہ آدم اهبطنی فی صلبه الی الارض وجعلنی فی صلب نوح فی السفینة وقذفنی فی النار فی صلب ابراهیم ثم لم یزل ینقلبنی من الاصلاب الکریمة الی ارحام الطاهرة حتیٰ اخرجنی من بین ابوی لم یلتقیا علی سفاح قط والی هذا اشار عباس بن عبدالمطلب فی قصیدته"

عبداللہ ابن عباسؓ نے کہا جب اللہ نے مہتر آدم کو پیدا کیا تو مجھے ان کی پشت میں زمین پر بھیجا۔ پھر مجھے مہتر نوح کی پشت میں کشتی میں سوار کیا۔ بعدازاں مجھے نار نمرود میں ڈالا گیا جبکہ میں ابراہیم کی پشت میں موجود تھا، میں ہمیشہ پاکیزہ پشتوں سے ارحام مطہرہ کی طرف منتقل ہوتا آیا ہوں، یہاں تک کہ میں اپنے والدین سے دنیا میں پید ہوا کوئی بشر ان سے مرتکب سفاح کا نہیں ہوا اس بات کی طرف حضور کے چچا ابن عباسؓ نے اپنے قصیدہ میں اشارہ کیا ہے۔

من قبل طبت فی الظلال وفی
مستودع حیث یخصف الورق
ثم هبطت البلاد ولا بشر
وانت مضغة ولا علق
بل نطفه ترکب السفین وقد
الجم نسراً واهله الغرق
وردت نار الخلیل مستتراً
وفی صلبه وانت کیف سیحترق

یا برد نار الخلیل یا سبباً
لعصمته وهی تحترق
انت طاؤلات اشرقت الارض
وضائت بنورک الافق
فنحن فی زالک الضیاء والنور
وسبیل الرشاد نخترق

آپ اپنی پیدائش سے پہلے بہشت بریں کے سایوں میں مقیم تھے۔ جہاں درختوں کے پتے چپکائے جاتے ہیں۔ جو قول خدا یخصفان علیهما من ورق الجنة کی طرف اشارہ ہے۔ جب آپ زمین پر نازل ہوئے نہ حضور صورت بشری میں جلوہ گر تھے۔ نہ بصورت مضغہ کے اور نہ علقہ کے۔ بلکہ بصورت نطفہ کے کشتی مہتر نو میں سوار تھے۔ جس وقت نسر بت اور اس کے پرستاروں کو طوفان نے غرق کی لگام پہنائی تھی، آپ نار نمرود میں صلب ابراہیم میں داخل ہوئے آپ کی موجودگی سے ابراہیم کو آگ کیسے جلا سکتی تھی نار نمرود کو ابراہیم پر ٹھنڈا کرنے والے اور ان کی حفاظت کا وسیلہ بننے والے ہیں۔[1]

امام جلال الدین سیوطی ۸۵۵ھ:

جلال الدین سیوطی اہل سنت کے مشہور محدث، مفسر مورخ اور جغرافیہ دان تھے آپ اپنی کتاب مسالک الحنفاء میں مرقوم ہیں:

"نهما ماتا قبل البعثة ولا تعذیب قبلها لقوله تعالی وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا"

یعنی رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے والدین نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت

۱۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ، جلد ۱ صفحہ ۱۳۲

سے پہلے وصال فرما گئے تھے اور ان کو دعوت ہی نہ پہنچی اور دعوت سے پہلے کسی قسم کا عذاب نہیں ہے کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے اور ہم عذاب دینے کے نہیں جب تک ہم رسول مبعوث نہ کرلیں۔[1]

نیز جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"کسی نبی کی والدہ کافرہ مشرکہ نہیں ہوئی تو رسول کریمؐ کی والدہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اگر ایسا ہو تو یہ آپ کی عظمت و شان کے خلاف ہے۔ نیز حضرت موسیٰؑ کی مائیں تو جنت میں رہیں اور حضورؐ کی والدہ ماجدہ جنت میں نہ ہوں کیا اللہ کو یہ پسند ہوگا؟ یقیناً نہیں!۔[2]

قاضی ابو بکر بن عربی ۵۴۳ھ:

ابو بکر ابن العربی مکمل نام: محمد بن عبد اللہ بن محمد المعافری جو قاضی ابو بکر بن العربی الاشبیلی المالکی کے نام سے مشہور ہے، ایک اندلسی عالم اور مرجع خلائق تھا اور مالکی مذہب کے اماموں میں بلند مرتبے کا حامل تھا۔ کسی نے ابن العربی سے پوچھا "کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہے کہ [illegible] کے آباؤ اجداد دوزخ میں ہیں؟ ابن العربی صاحب نے یہ جواب دیا کہ جو شخص ایسا کہتا ہے بلاشبہ وہ ملعون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُؤۡذُوۡنَ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ لَعَنَہُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَہُمۡ عَذَابًا مُّہِیۡنًا"۔[3]

بلاشبہ وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ اور اس کے رسولؐ کو ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور اس سے بڑھ کر ایذا کیا ہوگی کہ نبی کریمؐ کے والدین کے بارے میں ایسی بکواس کی جائے۔[4]

1۔ مسالک الحنفاء، صفحہ ۱۷

2۔ رسائل تسع، صفحہ ۱۵۷،۵۸

3۔ سورۃ احزاب، آیت: ۵۷

4۔ الحاوی للفتاوی، جلد ۲ صفحہ ۴۴۳، مواہب و زرقانی، جلد ا صفحہ ۲۸۶

فخر الدین رازی ۶۰۶ھ:

اہلسنت کے مایہ ناز مفسر قرآن فخر الدین رازی آیت "وتقلبك فی السجدین" کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

"ففیہ دلالۃ ان جمیع اباءہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کانوا مسلمین"

کہ یہ آیت واضح کر رہی ہے کہ آپؐ کے تمام آباؤ اجداد مسلمان تھے۔[1]

امام زرقانی ۱۱۲۲ھ:

محمد بن عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ کنیت ابو عبد اللہ کا تعلق اہلسنت صوفیوں سے ہے۔ آپ علم الکلام اور اصول فقہ میں مہارت رکھتے تھے۔ آپ اپنے رسالہ مواہب میں مرقوم ہیں:

"اذا سئلت انہما فقل ہما ناجیان فی الجنۃ"

جب تم سے کوئی حضورؐ کے والدینؑ کے بارے میں پوچھے تو جواباً کہہ دو کہ وہ تو اہل جنت میں سے ہیں۔[2]

علامہ یوسف نبہانی ۱۲۶۵ھ:

یوسف بن اسماعیل نبہانی کا پورا نام یوسف بن اسماعیل بن یوسف بن اسماعیل بن محمد ناصر الدین النبہانی جو علامہ نبہانی کے نام سے بھی معروف ہیں۔ اور شافعی مذہب سے تعلق تھا۔

آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین سے متعلق لکھتے ہیں کہ:

1۔ تفسیر کبیر، پارہ ۱۹، شعراء، آیت ۲۱۹

2۔ مواہب، جلد ا صفحہ ۱۸۶

"ومن خصائصہ فیما ذکر الغزالی ان اللہ ملکه الجنة، واذن له ان یقطع منها من یشاء واعظم بذالك منه. وخصه بطهارة النسب تعظیما لشانه وحفظ آباءہ من الدنس تتمیما لبرهان وجعل کل اصل من اصوله خیر اهل زمانه"۔

اور یہ رسولؐ کی خصوصیت میں سے ہے۔ جس کے بارے میں غزالی نے کہا ہے کہ بیشک اللہ نے اپنے حبیب کو جنت کا مالک بنا دیا ہے۔ اور ان کے لیے اجازت واختیار ہے۔ کہ اس جنت میں سے جسے چاہیں اور جو چاہیں جاگیر عطا فرما دیں۔ اس سے بھی زیادہ بڑی بات یہ ہے کہ اللہ نے نبیؐ کو ان کی عظمت شان کی وجہ سے نسب کی طہارت و پاکیزگی کے ساتھ خاص کیا ہے اور نبیؐ کے آباؤ اجداد کو آپ کی برہان نبوت کو کامل کرنے کے لئے میل کچیل سے پاک رکھا اور آپ کے تمام اصول (آباؤ اجداد) کو ان کے اہل زمانہ سے بہتر بنایا۔[1]

احمد رضا خان ۱۹۲۱ء:

احمد رضا خان نے شدت سے تقلید اور حنفیت کا دفاع کیا۔ اسی کو آج ''اعلیٰ حضرت'' کہتے ہیں۔ سنیوں کے ہاں اسے مجدد کی حیثیت حاصل ہے۔

احمد رضا خان لکھتا ہے کہ:

''امام محمد غزالی وامام اجل امام الحرمین وامام ابن السمانی وامام کیا ہراسی وامام اجل اضی ابوبکر باقلانی یہاں تک کہ خود امام شافعی (متوفی ۲۰۴ھ) کی نصوص قاہرہ موجود ہیں جن سے رسول کریم کے تمام آباؤ اجداد امہات کا ناجی ہونا سورج کی طرح روشن اور ثابت ہے بلکہ بالا اجماع تمام ائمہ اشاعرہ اور ائمہ، اور ائمہ ماتریدیہ سے مشائخ بخاراسب کا یہی مذہب ہے کہ نبی کریمؐ کے والدین کریمین ناجی ہیں۔ آگے کتاب خمیس میں کتاب مستطاب

---

[1] رسائل تسع، صفحہ ۱۱۰

الدرج المنیفیہ فی الآباء الشریفہ سے نقل کرتا ہے کہ ''بہت زیادہ اور بڑے بڑے اماموں کی نسبت یہ گمان بھی نہیں جا سکتا کہ وہ احادیث سے غافل تھے۔ جن سے اس مسئلہ میں خلاف پر استدلال کیا جاتا ہے معاذ اللہ ایسا نہیں بلکہ وہ ضرور ان پر واقف ہوئے اور تہہ تک پہنچے اور ان سے وہ پسندیدہ جواب دیئے جنہیں کوئی انصاف والا رد نہ کرے گا اور نہ نجات والدین شریفین پر ایسے دلائل قاطعہ قائم کیئے جیسے مضبوط جمے پہاڑ کہ کسے کے ہلائے سے نہیں ہل سکتے''۔[1]

پیر کرم شاہ ازہری ۱۹۹۸ء:

پیر کرم شاہ ازہری اہلسنت کا صوفی اور روحانی عالم اور مفسر ہے۔ یہ اپنی کتاب ضیاء النبی میں لکھتا ہے کہ:

بیہقی میں روایت ہے کہ رسول اللہؐ فرماتے ہیں:

میں محمدؐ ہوں، بن عبداللہ بن عبدالمطلب، بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان (اکیس پشتوں تک نسب نامہ بیان کر کے فرمایا) کبھی لوگ دو گروہ میں نہ ہوئے مگر یہ کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں تو میں اپنے ماں باپ سے ایسے پیدا ہوا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی۔ اور میں آدم سے لیکر اپنے والدین تک خالص اور صحیح نکاح سے پیدا ہوا۔ تو میں میرا نفس کریم (میری جان) تم سب سے افضل اور میرے آباء تم سب کے آباء سے بہتر ہیں۔[2]

---

[1] رسائل تسع، صفحہ ۸۵

[2] دلائل النبوۃ بیہقی، جلد ۱ صفحہ ۱۷۴، تاریخ مدینہ ودمشق، ابن عساکر، جلد ۳ صفحہ ۴۰۸، رسائل تسع، صفحہ ۱۷۹، الدر المنظم، صفحہ ۱۸: ۶۰

باب ۔ ۱۲

آمنہ سلام اللہ علیہا سے متعلق ضعیف روایات

سیر و تواریخ کے مطالعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب آمنہؑ موحدہ اور دینِ ابراہیمی کی پیرو تھیں۔ اس قول کی تائید اُس مسلمہ روایت سے ہوتی ہے جو جناب آمنہؑ سے منقول ہے۔ وہ فرماتی ہیں ”میں حاملہ ہوئی لیکن وضع حمل کے وقت تک نہ مجھے کسی قسم کی گرانی محسوس ہوئی اور نہ تکلیف بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ میں حمل سے ہوں۔ ایامِ حمل میں ایک رات جب کہ میں کچھ سوتی تھی اور کچھ جاگتی تھی ایک فرشتہ آیا اور کہنے لگا کہ آیا تجھ کو معلوم ہے کہ تو اس قوم کے سردار اور نبی کا بار اپنے شکم میں اُٹھائے ہوئے ہیں۔ اتنا کہہ کر وہ فرشتہ چلا گیا۔ جب وضع حمل کا وقت قریب آیا تو وہ فرشتہ پھر نمودار ہوا اور کہنے لگا جب یہ بچہ پیدا ہو تو یہ کہنا کہ میں ہر فاسد کے شر سے اور اس کو خدائے واحد و یکتا کی پناہ میں دیتی ہوں اور اس کا نام محمدؐ رکھنا۔“ اس روایت میں جو امام زہری سے منقول ہے فرشتہ کے نزول کا وقت متعین نہیں ہے لیکن علامہ قسطلانی نے مواہب الدنیا میں حضرت کعب سے جو روایت نقل کی ہے اُس میں صاف طور سے درج ہے کہ (أنَّ مَجِیَ الْمُلْك لها کان بعد ان مضی من حملها ستته الشهرِ) یعنی جناب آمنہؑ کے پاس فرشتہ کے آنے کا واقعہ اُس زمانہ میں ہوا کہ جب اُن کے حمل کو چھ مہینے گزر گئے تھے۔[1]

جناب آمنہ کے پاس فرشتہ کا نازل ہونا اور اُنہیں یہ بتلانا کہ تم اپنے بچے کا نام محمدؐ رکھنا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ آپ موحدہ اور دینِ ابراہیمی کی پیرو تھیں کیوں کہ قرآن پاک میں ہمیں صاف طور پر یہ خبر دی گئی ہے کہ نزولِ ملائکہ اُن ہی مومنین پر ہوتا ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنا رب مانتے ہیں اور اس عقیدہ توحید پر تا دمِ مرگ قائم رہتے ہیں۔

چنانچہ ارشادِ رب العزت ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ

۱۔ سیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، ص ۴۴-۴۵

تُوعَدُونَ. نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ.[1]

ترجمہ: یہ تحقیق جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہی ہے اور اس عقیدہ پر قائم رہتے ہیں اُن پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور اُنہیں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ نہ تو ہونے والے واقعات سے ڈرو اور نہ گزشتہ واقعات سے غمگین ہو بلکہ اُس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ ہم اس حیات دنیوی میں بھی تمہارے ولی اور دوست ہیں اور آخرت میں بھی ولی اور دوست رہیں گے“۔

ممکن ہے کہ اس مقام پر کسی کو یہ اشکال پیدا ہو کہ تفاسیر کے دیکھنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ صدر آیات میں مومنین پر موت کے وقت فرشتوں کے نازل ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ زندگی میں فرشتوں کا نازل ہونا کہاں سے آ گیا؟ بیشک تفاسیر میں یہ بھی اقوال ملتے ہیں کہ فرشتے موت کے وقت مومنین پر نازل ہوتے ہیں لیکن ساتھ ساتھ ایسے بھی اقوال منقول ہیں کہ زندگی میں بھی مومنین پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور یہ قول قرآنی سیاق سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے کیوں کہ اگلی ہی ایت میں فرشتوں کا یہ قول ملتا ہے کہ ہم اس دنیا میں بھی تمہارے دوست اور ولی بن کر رہے ہیں اور آخرت میں بھی رہیں گے۔

چنانچہ علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں لکھتے ہیں:

”بہت ممکن ہے کہ متقین اور ابرار پر اس دنیوی زندگی میں بھی ایک قسم کا نزول فرشتوں کا ہوتا ہو جو اللہ کے حکم سے اُن کے دینی اور دنیوی امور میں بہتری کی باتیں الہام کرتے ہوں جو اُن کے شرحِ صدر اور تسکین و اطمینان کا باعث ہو جاتا ہو۔ بہر حال بعض مفسرین کے نزدیک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں اور اس تقدیر پر اگلی آیت ”نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا“ زیادہ چسپاں ہوتی ہے“۔[2]

۱۔ سورہ حم سجدہ، آیات: ۲۹-۳۰

۲۔ حاشیہ بر قرآن، مترجمہ مولانا محمود الحسن صاحب، ص ۶۲۲

اس روایت کے سلسلہ میں ایک اور اشکال پیدا ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جناب آمنہ غیر نبی تھیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ غیر نبی کے پاس بھی فرشتہ نازل ہو؟ اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہمیں صاف طور سے یہ خبر دی گئی ہے کہ پیغمبر ہمیشہ طبقۂ رجل میں سے ہی مبعوث ہوئے ہیں چنانچہ سورۂ یوسف میں ارشاد رب العزت ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِم مِّنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ[1]

ترجمہ: "اے پیغمبر! ہم تم سے پہلے بھی قریوں کے رہنے والے لوگوں میں سے صرف مردوں کو رسول بنا کر بھیجتے رہے ہیں جن کے پاس ہم وحی بھیجتے تھے۔"

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

"يُخبر تعالىٰ انّه انّما ارسَلَ رسلَه من الرجال لا من النّساء و هٰذا قولُ جمهور العلماء"۔

یعنی اس آیت میں حق سبحانہ تعالیٰ یہ خبر دیتا ہے کہ اُس نے محض طبقۂ رجل میں سے انبیاء بنا کر بھیجے ہیں۔ طبقۂ نسواں میں سے کسی کو نبی یا رسول نہیں بنایا اور جمہور علماء کا یہی قول ہے۔[2]

اس سے یہ بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ جناب مریم مادر جناب حضرت عیسیٰؑ نبی نہیں تھیں لیکن نبی نہ ہونے کے باوجود اُن کے بارے میں قران کریم میں یہ ارشاد ہے:

فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔[3]

ترجمہ: یعنی ہم نے اپنی روح (جبرئیل) کو اُن کے پاس بھیجا جو اچھے خاصے آدمی کی صورت بن کر اُن کے (مریم کے) سامنے آ کھڑا ہوا۔"

۱۔ سورہ یوسف، آیت: ۱۰۹

۲۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، ص ۴۹۶

۳۔ سورۂ مریم، آیت: ۱۷

جناب مریم مادر جناب عیسیٰ غیر نبی تھیں جب اُن کے سامنے فرشتہ بہ شکل انسانی آ سکتا ہے تو جناب آمنہ مادرِ جناب محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے فرشتہ کے آنے میں کون سے تعجب کی بات ہے۔

ایک اعتراض اور اُس کا جواب:

اس روایت کے سلسلہ میں ایک اعتراض وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اس کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جناب آمنہؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام محمد رکھا اور حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت کے مطابق مشہور قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں روز جناب عبدالمطلب جدِ نامدار جناب رسولِ مختار نے آپ کا عقیقہ کیا اور اسی روز انھوں نے آپ کا نام محمد رکھا۔[1]

ان دونوں روایتوں میں تطبیق کیوں کر ممکن ہے؟ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ابنِ عباس والی مذکورہ صدر روایت سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ اہلِ عرب میں یہ دستور تھا کہ بچہ کی ولادت کے ساتویں روز اُس کا عقیقہ کرتے تھے اور اسی روز اُس کا نام رکھتے تھے۔ اب مقریزی نے اپنی مشہور کتاب "اُمتاع" میں ایک روایت درج کی ہے جس کا ترجمہ ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے تین سال قبل جناب عبدالمطلب کے فرزند قُثَم کا بہ عمر نو سال انتقال ہوا جس کا اُن کو سخت صدمہ ہوا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو حضرت عبدالمطلبؑ نے اُن کا نام قُثَم رکھا۔ جناب جناب آمنہ کو اس کی خبر ہوئی تو انھوں نے کہلا بھیجا کہ مجھے خواب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اس بچہ کا نام محمدؐ رکھوں۔ چنانچہ جناب عبدالمطلبؑ نے آپ کا نام محمدؐ رکھا"۔[2]

۱۔ سیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، ص ۷۵

۲۔ سیرۃ الحلبیہ، جلد ۱، ص ۷۲

اس کے بعد صاحب سیرۃ الحلبیہ لکھتے ہیں:

"ولا مخالفته بین هذه الروایات علی تقدیر صحتها کما لا یخفی لانه یجوز ان یکون نسی تلک الرؤیة ثم تذکرها".

ترجمہ: اور ظاہر ہے کہ صحیح ہونے کی صورت میں ان روایات میں کوئی مخالفت و مُبائنت نہیں ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ جناب آمنہ اس خواب کو بھول گئی ہوں اور پھر (عقیقہ والے دن) اُن کو یہ واقعہ یاد آیا ہو۔ اس صورت میں دونوں روایتوں میں تطبیق بدیہی چیز ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ظاہر ہے کہ جناب آمنہ پر فرشتہ کا نزول مستبعد نہیں بلکہ روایت مذکورالصدر کی روشنی میں یقینی ہے اور نزول فرشتہ آپ کے موحدہ اور پیرو دین ابراہیمی ہونے کا قوی ترین بلکہ قطعی ثبوت ہے جیسا کہ ہم اوپر تحریر کر چکے ہیں۔

اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے اُم سماعہ بنتِ ابی رہم والی روایت کو تقویت پہنچتی ہے جس سے جناب آمنہ کے موحدہ اور پیرو دین ابراہیمی ہونے کا مزید ثبوت ملتا ہے لیکن جس کو بعض علماء نے ضعیف روایت کہا ہے۔ اس روایت کو علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ ''مسالک الحنفاء'' میں نقل کیا ہے۔ ہم اُن کی عبارت کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

''ابونعیم نے اپنی کتاب ''دلائل النبوۃ'' میں امام زہری کے طریق سے بہ واسطہ اُم سماعہ بنت ابی رہم روایت نقل کی ہے کہ ام سماعہ کی ماں نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ آمنہ کی اُس علالت کے موقع پر میں موجود تھی جس میں اُن کا انتقال ہوا۔ اُس موقع پر جناب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی عمر پانچ سال تھی اُن کے سرہانے کھڑے ہوئے تھے۔ یکا یک آمنہ نے اُن کے چہرہ کی طرف نظر ڈالی اور یہ شعر پڑھنے لگیں۔

بارک اللہ فیک من غلام	یا ابن الذی من حومة الحمام
نجا بعون الملک المنعام	فودی غداة الضرب بالسهام
بمائة من ابل سوام	ان صح ما ابصرت فی المنام
فانت مبعوث الی الانام	من عند ذی الجلال والاکرام
تبعث فی الحل وفی الحرام	تبعث بالتحقیق والاسلام
دین ابیک البر ابراهام	فالله ینهاك عن الاصنام

ان لا توالیها مع الاقوام

ترجمہ:

"اے لڑکے اسے اُس باپ کے فرزند جو سردار اور شریف قوم تھا اور اس نے خدائے برتر واعلیٰ وصاحب جود وسخا کی مدد سے نجات پائی اور جس کے بدلے میں اُس روز صبح کہ جب تیروں سے قرعہ اندازی ہوئی ایک سو شریف النسل اونٹ فدیہ دئے گئے خدا تجھے بابرکت کرے۔ جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو تُو خدائے ذوالجلال والاکرام کی طرف سے اہل عالم کے لئے نبی مبعوث ہوگا تو حلّ وحرام میں نبی مبعوث ہوگا جو تیرے پاک باز جدِاعلیٰ حضرت ابراہیم کا دین تھا اور اللہ تجھ کو بتوں سے بچائے رکھے گا یعنی تو اصنام پرستی میں اقوامِ عرب سے دوستی وموالات نہیں رکھے گا"۔

پھر جناب آمنہ نے فرمایا: ہر ذی روح کو مرنا ہے اور ہر حادث کو ناپید ہونا ہے۔ میں ضرور مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر باقی رہے گا کیوں کہ میں خیرِ محض کو چھوڑے جا رہی ہوں جس کو میں نے طیب وطاہر جنا ہے۔ اس کے بعد وہ انتقال کر گئیں''۔[1]

اس کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

و انت تری هذا الکلام منها صریحاً فی النهی عن موالاة

۱۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالہ مسالک الحنفاء، ص ۴۶۔۴۷

الاضاء مع الاقوام، والاعتراف بدين ابراهيم عليه السلام و بيعت ولدها الى الانام، من عند ذى الجلال والاكرام بالاسلام، وهذا الالفاظ مُنافيةُ للشرك۔[1]

ترجمہ: آپ دیکھتے ہیں کہ جناب آمنہ کے مذکورہ بالا کلمات صاف وصریح طور سے اقوامِ عرب کے ساتھ بت پرستی میں دوسری اور مواخاۃ کرنے سے ممانعت کر رہے ہیں، دین ابراہیم علیہ السلام کے حق ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں اور اپنے فرزند کے خدائے ذوالجلال والاکرام کی طرف سے دینِ اسلام کے ساتھ اہلِ عالم کی طرف مبعوث ہونے کی خبر دے رہے ہیں، اور یہ وہ کلمات ہیں جو اُن کی ذات سے شرک کی نفی کر رہے ہیں۔

ان روایات کو جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُس متفق علیہ حدیث کی روشنی میں دیکھتے ہیں جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ.

لم یزل اللہ ینقلنی من اصلاب الطاھرۃ الی ارحام الطٰھرٰت

یعنی اللہ تعالیٰ مجھ کو ہمیشہ پاک و پاکیزہ مردوں کی پشتوں سے طیب وطاہر عورتوں کے رحموں میں منتقل فرماتا رہا۔

تو پھر ان کی صحت میں شمہ برابر شک وشبہ باقی نہیں رہتا اور جناب آمنہؑ کا قطعیت کے ساتھ موحدہ اور پیرو دینِ ابراہیم ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

اُن احادیث پر نقد وتبصرہ جو جناب آمنہؑ کے مشرکہ اور جہنمی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

اب ہم اُن احادیث کا جائزہ لیں گے جو جناب آمنہ کے مشرکہ اور جہنمی ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

حدیث اول: نقد وتبصرہ:

"لیت شعری مافعل ابوای"

[1] مسالک الحنفاء السیوطی، ص ۴۷

ان میں سے پہلی حدیث وہ ہے جس کو علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں اس طرح نقل کیا ہے:۔

''عبدالرزاق نے کہا، ہم سے ثوری نے، اس سے موسیٰ بن عبیدہ نے، اس سے محمد بن کعب قرظی نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لیت شعری مافعل ابوای،لیت شعری مافعل ابوی،لیت شعری مافعل ابوای'' یعنی ایک کاش مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میرے والدین نے کیا اعمال کئے، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین نے کیا اعمال کئے، کاش مجھے معلوم ہوتا کہ میرے والدین نے کیا اعمال کئے۔ اس پر آیت نازل ہوئی ''ولا تسئل عن اصحاب الجحیم''۔[1]

یعنی اے پیغمبر! تم سے اہل جہنم کے بارے میں کوئی باز پرس نہیں کی جائے گی۔[2]

اب ہم اس حدیث لیت شعری مافعل ابوای کو اصول روایت و درایت پر پرکھ کر دیکھتے ہیں:۔

اُصول روایت کی بناء پر اس حدیث پر تنقید:

(۱)۔ اس حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کرنے والے محمد بن کعب قرظی ہیں۔ ان کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر بحوالہ قتادہ صرف اتنا لکھتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں پیدا ہو گئے تھے۔[3]

ظاہر ہے کہ حالت صغر سنی میں انہوں نے یہ حدیث آنحضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں سنی ہوگی۔ انہوں نے کسی ایسے صحابی رسول سے اس حدیث کو سنا ہوگا جس نے

[1] سورۃ بقرہ، آیت: ۹۱

[2] تفسیر ابن کثیر عربی، جلد ۱ صفحہ ۱۲۶

[3] استعیاب، جلد ۱ صفحہ ۲۳۸

اس کو براہ راست آنحضرت سے سنا لیکن اس کا یہ نام نہیں بتلاتے۔ ایسی صورت میں یہ حدیث مرسل قرار پاتی ہے۔ اور حدیث مرسل حجت نہیں ہوتی۔

(۲)۔ پھر محمد بن کعب قرظی سے بیان کرنے والے موسیٰ بن عبیدہ ہیں جس سے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

امام احمد کہتے ہیں: اس کی حدیث لکھے جانے کے قابل نہیں۔

امام نسائی وغیرہ کا کہنا ہے یہ ضعیف الروایت ہے۔

ابن عدی کا قول ہے: اس کی حدیث میں ضعف بین ہیں۔

ابن معین کہتے ہیں: اس کو بطور حجت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں: ہم اس کی حدیثوں سے بچا کرتے ہیں۔

ابن سعد کا قول ہے: یہ ثقہ ہے لیکن حجت نہیں۔

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں:

"یہ سچا انسان ہے لیکن حدیث میں بے حد ضعیف ہے۔"[1]

اس بیان سے ظاہر ہے جس کا راوی حد درجہ ضعیف ہو اس کی حدیث نہ قابل حجت ہو سکتی ہے اور نہ اس کی صحت کا کوئی اعتبار ہو سکتا ہے۔

اُصول درایت کے معیار پر اس حدیث پر تبصرہ:

اُصول درایت کے مطابق اس حدیث کا کوئی مقام نہیں اس کے وجوہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱)۔ آیۂ کریمہ "ولا تسئل عن اصحاب الجحیم"[2] سورہ بقرہ کی آیت ہے اور

1۔ میزان الاعتدال، جلد ۴ صفحہ ۲۱۳

2۔ سورہ بقرہ، آیت: ۱۱۹

سورہ بقرہ باتفاق مفسرین ومحدثین مدنی سورہ ہے۔ یعنی اس کا نزول بعد ہجرت شروع ہوا۔ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر ۵۳ سال تھی قول مشہور کے مطابق آپ کے والد ماجد کا انتقال آپ کی ولادت کے ۲۵ یا ۲۸ ماہ بعد ہوا اور آپ کی والدہ ماجدہ نے جب انتقال فرمایا تو آپ قول مشہور کے مطابق ۵ یا ۶ برس کے تھے۔ لیکن کیا کوئی سلیم العقل انسان اس چیز کو باور کرسکتا ہے کہ مدنی زندگی تک آپ کو آپ کے والد کے عقائد واعمال کا علم نہ ہوا ہو؟ کیا آپ کے چچا حضرت حمزہؓ نے بعثت کے چوتھے سال ظاہراً اسلام قبول نہیں کرلیا تھا؟ اور کیا ۳۰ ہجری میں غزوہ احد میں ان کی شہادت نہیں ہوئی تھی؟ اور کیا جناب عباس عم جناب رسول مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی وفات کے وقت زندہ نہیں تھے؟ ان حضرات کی موجودگی میں جناب رسالت مآب کا اپنے پدر عالی قدر کے عقائد واعمال سے ناواقف رہنا عقلاً محال ہے۔ اور یہ فن درایت کا ایک مسلمہ قائدہ ہے کہ جو حدیث عقل کے خلاف ہو وہ قابل قبول نہیں ہوگی۔

(۲)۔ اس حدیث کو آیۂ "ولا تسئل عن اصحاب الجحیم" کی وجہ نزول تسلیم کیا جاتا ہے تو یہ سیاق وسباق کے خلاف ہوتا ہے۔ آیات ماسبق درآیت مابعد مشرکین اہل کتاب کے بارے میں ہیں۔

اگر اس آیت کو حضرت عبداللہ علیہ السلام کے متعلق مانا جاتا ہے تو یہ فصاحت و بلاغت قرآنی کے خلاف ہوگا، چنانچہ علامہ سیوطی مسالک الحنفا میں لکھتے ہیں:۔

"اس حدیث کے قابل رد ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ اس آیت سے پہلے اور بعد کی آیت یہود کے بارے میں ہیں۔ ان آیت کی ابتداء آیت "یابنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وأوفوا بعهدی

افر بعهد کم وایای فارهبون ۱ سے ہوتی ہے اور ان یہود کا قصہ "آیہ وابتلی ابراهیم ربه" الخ ۲ سے پہلی آیت پر ختم ہوتا ہے۔اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ آیہ "ولا تسئل عن اصحاب الجحیم" ان اہل کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو کفر و شرک میں مبتلا تھے۔ ۳

(۳)۔ آیہ وافی ہدایہ "ولا تسئل عن اصحاب الجحیم" کی مروجہ قرأت کے مطابق تسئل کی تاء مضموم ہے اور اسی طرح لام بھی مجہول ہے یعنی لاتسئل مضارع منفی مجہول ہے۔اس قرآت کے مطابق علامہ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ اسی قبیل کی آیت میں سے ہے،جن میں رسول اللہؐ سے کہا گیا ہے کہ تمہارا فریضہ صرف تبلیغ کرنا ہے،تم لوگوں پر داروغہ نہیں بنائے گئے ہو،حدیث زیر بحث کو اس آیت کی شان نزول اس مفروضہ کے تحت بیان کیا جاتا ہے کہ لاتسئل نہی ہے یعنی جب اس آیت کے یہ معنی لئے جائیں کہ اے پیغمبر! دوزخیوں کے بارے میں ہم سے کوئی سوال نہ کرو۔

ایسے معنی لینا قرأت مروجہ کے خلاف ہوگا جس پر پوری امت کا اجماع ہے۔

ان ہی اسباب و وجوہ کی بنا پر علامہ سیوطی لکھتے ہیں:۔

"واما حدیث لیت شعری مافعل ابوای معضل ، ضعیفا لاتقوم به حجة" یعنی جہاں تک حدیث "لیت شعری مافعل ابوای" کا تعلق ہے تو یہ حدیث معضل اور ضعیف ہے،اس سے دلیل و حجت قائم نہیں ہوسکتی۔ ۴

۱۔ سورہ بقرہ، آیت: ۴۰
۲۔ سورہ بقرہ، آیت: ۲۲
۳۔ مسالک الحنفاء للعلامہ سیوطی، صفحہ ۵۰
۴۔ الرسائل التسع السیوطی رسالۃ التعظیم والمنۃ، صفحہ ۹

حدیث دوئم:

استغفار کرنے کی اجازت نہ ملنے والی حدیث پر نقد و تبصرہ:

یہ حدیث متعدد طرق سے وارد ہوئی ہے جن کا ترجمہ ہم ذیل میں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں:

(۱)۔ امام حاکم نے مستدرک میں، واحدی نے اسباب النزول میں اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں ایوب بن ہانی کے طریقہ سے بالواسطہ مسروق حضرت عبداللہ ابن مسعود سے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ہم تفسیر ابنِ کثیر سے ابن ابی حاتم والی حدیث کا ترجمہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔

ابنِ ابی حاتم اپنی تفسیر میں بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے میرے باپ نے، اُن سے خالد بن خداش نے، اُن سے عبداللہ بن وہب نے، اُن سے ابن جریج نے، اُن سے ایوبؒ بن ہانی نے، اُن سے مسروق نے اور اُن سے عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا: ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبرستان کی طرف گئے، ہم بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہولئے۔آپ ایک قبر پر پہنچ کر بیٹھ گئے اور بہت دیر تک مناجات کرتے رہے۔پھر آپؐ رونے لگے اور اُن کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔پھر آپ قبر پر سے کھڑے ہوگئے۔عمر ابن الخطاب اُن کی طرف بڑھے۔آپ نے اُن کو بلایا اور پھر ہم کو بھی بلالیا اور دریافت کیا کہ تم لوگ کیوں روئے ہم نے عرض کیا کہ آپ کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رونے لگے تھے۔پھر آپ نے فرمایا کہ جس قبر پر میں بیٹھا تھا وہ آمنہؑ کی قبر تھی۔میں نے اپنے رب سے زیارت قبر آمنہ کی اجازت مانگی تھی۔اُس کی مجھے اجازت مل گئی۔پھر میں نے اُن کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی مگر اس کی اجازت نہیں ملی اور یہ آیت نازل ہوئی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۔[1]

ترجمہ: پیغمبر اور مومنین کے لئے یہ سزاوار نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے استغفار کریں جب کہ اُن پر یہ واضح ہو چکا ہے کہ وہ اہلِ دوزخ سے ہیں۔

پس مجھ پر بھی وہی حالت طاری ہوئی جو ماں باپ کے لئے اولاد پر طاری ہوتی ہے۔[2]

نقد و تبصرہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔ ایوب ابن ہانی ضعفہ ابن معین، فھذا علة تقدح فی صحتہا یعنی اس حدیث میں ایوب ابن ہانی جو راوی ہے اُس کو ابن معین نے ضعیف بتلایا ہے اور یہ وہ علّت اور سُقم ہے جو صحت حدیث میں خلل انداز ہوتا ہے۔[3]

پس حدیث منع استغفار لاُمہ کے سلسلہ میں جو حدیث حضرت عبداللہ ابن مسعود سے منقول ہے وہ جناب آمنہؑ کے مشرکہ ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

(۲)۔ دوسری حدیث وہ ہے جو طبرانی نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے ہم اس حدیث کے سند اور متن کا ترجمہ تفسیر ابن کثیر سے ہدیۂ قارئین کرتے ہیں۔

امام طبرانی کہتے ہیں: ''ہم سے محمد بن علی بن المروزی نے، اُن سے ابوالدرداء، عبدالعزیز بن مُنیف نے، اُن سے اسحٰق بن عبداللہ بن کیسان نے، اُن سے اُن کے باپ نے، اُن سے عکرمہ نے اور اُن سے عبداللہ بن عباسؓ نے بیان کیا کہ جب

۱۔ سورۂ توبہ، آیت: ۱۱۳

۲۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۲ ص ۳۹۳

۳۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالہ التعظیم والمنۃ، ص ۱۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوۂ تبوک سے لوٹے تو آپ نے عمرہ ادا کیا۔ جب آپ عسفان کی گھاٹی سے اُترے تو آپؐ نے اصحاب کو حکم دیا کہ میرے لوٹنے تک عقبہ پر رُکے رہو۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور اپنی ماں کی قبر پر پہنچ کر سواری سے اُتر پڑے پھر آپ نے کافی دیر تک مناجات کی۔ اس کے بعد آپ شدّت سے رونے لگے اور اُن کو روتا دیکھ کر اصحاب بھی رونے لگے اور کہنے لگے اس مقام پر اللہ کے نبی کے رونے کا سبب یہ ہی ہوسکتا ہے کہ آپ کی اُمت کے لئے کوئی ایسا حکم نازل ہوا ہے جس کے بجالانے کی اُس میں طاقت نہیں۔ جب اصحاب رونے لگے تو نبی کریم قبر سے اُٹھے اور اُن کے پاس آ کر کہنے لگے:

تمہارے رونے کا کیا سبب ہے۔ انھوں نے عرض کیا ہم اپ کو روتا دیکھ کر رونے لگے اور ہمیں یہ خیال گزرا کہ شاید آپ کی اُمت کے لئے کوئی ایسا حکم صادر ہوا ہے جس کے بجالانے کی اُس میں طاقت نہیں۔

آپؐ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا اور میں نے اللہ سے التجا کی تھی کہ وہ قیامت کے دن مجھے اُن کی شفاعت کی اجازت دے دے مگر اللہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پس چونکہ وہ میری ماں تھی اس لئے مجھے اُن کی حالت پر ترس آ گیا۔

پھر جبرئیل نازل ہوئے اور انہوں نے آیہ مبارکہ "ما کان لنبی والذین آمنو"۔۔۔ الخ کی تلاوت کی اور مجھ سے بھی اپنی ماں سے اسی طرح بے تعلق ہو جاؤ جس طرح ابراہیمؑ اپنے باپ سے بے تعلق ہو گئے تھے پس مجھے اپنی ماں کی حالت پر رحم آ گیا۔[1]

۱۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۶ ص ۳۹۳

تبصرہ:

اس حدیث کے سلسلہ میں علامہ سیوطی لکھتے ہیں: ''اسناد ضعیف''۔[1]

چونکہ علامہ سیوطی نے اختصار سے کام لیا ہے اس لئے ہم تفصیل سے بیان کریں گے کہ اس حدیث کی سند کس طرح ضعیف ہے۔

اس حدیث کے پہلے راوی محمد بن علی بن المروزی ہیں۔

ان کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اس نے ایسی حدیثیں روایت کی ہیں جن کی متابعت نہیں ہوتی۔ ابنِ عدی کہتے ہیں کہ ان کی حدیث قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ذہبی کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اس کی حدیثیں قبول کرنے میں حرج ہی حرج ہے۔[2]

دوسرے راوی عبدالعزیز بن غیب ہیں۔

''میزان الاعتدال'' میں اس راوی کا ترجمہ نہیں ملتا۔

تیسرے راوی اسحٰق بن عبداللہ بن کیان المروزی ہیں۔

ذہبی کہتے ہیں کہ ابواحمد حاکم نے اس کو حدیث قبول کرنے میں نرم سمجھا ہے۔ (گنتینہ)۔[3]

چوتھے راوی عبداللہ بن کیان المروزی ہیں۔ ان کے بارے میں ذہبی کہتے ہیں: امام بخاری کا قول ہے کہ یہ منکر الحدیث ہیں۔ ابوحاتم کا قول ہے کہ یہ ضعیف ہیں۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے۔[4]

۱۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالہ التعظیم والمنۃ، ص ۱۸

۲۔ میزان الاعتدال الذہبی، جلد ۳ ص ۶۵۲ ۔ ۶۵۳

۳۔ میزان الاعتدال، جلد ۱، ص ۱۹۴

۴۔ میزان الاعتدال، جلد ۱ ص ۴۷۵

پانچویں راوی عکرمہ مولی ابنِ عباسؓ ہیں۔ انکے متعلق ''میزان الاعتدال'' ذہبی میں ہے:

تكلم فيه الرايه لالحفظه. فقهم برای الخوج.[1]

جرير ابن ابی زياد عن عبد الله بن الحارد. دخلت على على ابن عبد الله (بن عباس) فاذاعكرمته فى وثاق عند باب الخس، فقلت له: الا تتقى الله! فقال. ان هذا الخبيث بكذب على ابى وعن ابن المنيب قال المولاه برو لا تكذب على كما كذب عكرمة على ابن عباس.[2]

ترجمہ: عکرمہ جو نظریہ رکھتا تھا اُس کی وجہ سے اس کی ثقاہت میں کلام ہے نہ کہ اُس کے حافظہ کی وجہ سے۔ یہ خوارج کا نظریہ رکھنے کی وجہ سے مہتم ہے۔ جریر نے یزید ابن ابی زیاد سے روایت کی ہے کہ اُن سے عبداللہ ابن الحارث نے کہا کہ میں ایک روز علی ابنِ عبداللہ ابن عباس کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ عکرمہ پاخانہ کے پاس رسّی سے بندھا کھڑا ہے۔ میں نے علی ابن عبداللہ سے کہا کہ کیا تمھیں خدا کا خوف نہیں جو اس کا یہ حال کر رکھا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ یہ خبیث میرے باپ پر دروغ بافی کرتا ہے۔ سعید ابن المیب سے منقول ہے کہ انھوں نے اپنے غلام برد سے کہا: مجھ پر اس طرح جھوٹ نہ بولنا جس طرح عکرمہ ابن عباسؓ پر جھوٹ بولا کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جس حدیث کے راوی ضعیف، لین، منکر الحدیث، خارجی ذہنیت رکھنے والے اور کاذب ہوں اُن کا کیوں کر اعتبار ہو سکتا ہے۔ یہ حدیث حضرت عبداللہ ابن عباسؓ پر دروغ و افترا ہے اور یہ حضرت آمنہؑ کے مشرک اور جہنمی ہونے کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہو سکتی۔

۱۔ میزان، جلد ۳ ص ۹۳

۲۔ میزان، جلد ۳ ص ۹۶ ۔ ۹۷

(۳)۔ تیسری حدیث وہ ہے جس کو صحابیِ رسول حضرت بُریدہ رضی اللہ عنہ سے منسوب کیا گیا ہے۔ امام احمد نے اپنے مسند میں، ابن سعد نے طبقات الکبریٰ میں اور ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ یہ تمام حدیثیں مَتن کے اعتبار سے قریب قریب یکساں ہیں۔ ابن جریر طبری والی حدیث کا ترجمہ ہم تفسیر ابن کثیر سے نقل کرتے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں:

''علقمہ بن مثد نے سلیمان بن بُریدہ سے اور سلیمان نے اپنے باپ بریدہ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ تشریف لائے تو آپؐ ایک مسمار قبر پر گئے اور اُس پر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے پھر آپؐ روتے ہوئے قبر پر سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ: ہم نے آپؐ کی حالت دیکھی۔ یہ کیا بات تھی۔ فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کے لئے اجازت مانگی تھی جس کی اُس نے مجھے اجازت دے دی پھر میں نے اُس کی بخشش کے لئے استغفار کرنے کی اجازت چاہی لیکن اس کی مجھے اجازت نہیں دی۔ اُس روز سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو روتے ہوئے نہیں دیکھا گیا''۔[1]

ابن سعد نے طبقات میں بُریدہ والی حدیث کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

"لمّا فتح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکتہ. اتی قبراً فجلس الیہ الخ۔ یعنی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا تو اپ ایک قبر پر آئے"۔[2]

۱۔ تفسیر ابن کثیر، جلد ۲، ص ۱۹۳

۲۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالۃ التعظیم والمنۃ، ص ۱۹

نقد و تبصرہ:

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد ابن سعد نے طبقات میں لکھا ہے: "ھٰذا غلط، لیس قبرھا بمکتہ و قبرھا بالابواء"۔ یعنی یہ حدیث غلط ہے کیوں کہ جناب آمنہ کی قبر مکہ میں نہیں ہے بلکہ اُن کی قبر ابواء میں ہے۔[1]

اور ابواء مدینہ منورہ کے قریب ایک گاؤں ہے جس کے متعلق علامہ حلبی لکھتے ہیں:

"والابواء محل بین مکتہ والمدینتہ و موالی المدینتہ اقرب"۔ یعنی ابواء مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک گاؤں ہے اور مکہ کے مقابلہ میں مدینہ سے زیادہ قریب۔[2]

پس بریدہ والی حدیث اپنے مَتن سے ہی غلط ثابت ہوتی ہے اور حضرت آمنہؑ کے مشرکہ ہونے کو ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

(۴)۔ حدیث منع استغفار کا چوتھا طریقہ صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہؓ سے منقول ہے۔ ہم اس حدیث کا اردو ترجمہ مع سند و مَتن پیش کرتے ہیں۔ امام مسلم کہتے ہیں: ہم سے یحییٰ بن ایوب اور محمد بن عباد نے (حدیث کے الفاظ یحییٰ کے ہیں)، ان سے مروان ابن معاویہ نے اُس سے یزید بن کیان نے، اُس سے ابوحازم نے اور اُس سے ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنی ماں کے لئے استغفار کرنے کی اجازت مانگی لیکن اُس نے مجھے اس کی اجازت نہیں دی۔ پھر میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی تو اُس نے زیارت کی اجازت دے دی۔[3]

۱۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالۃ التعظیم والمنۃ، ص ۱۹

۲۔ سیرۃ الحلبیۃ، جلد ۱ ص ۱۰۱

۳۔ صحیح مسلم، جلد ۱ ص ۳۸۹، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی ربہ عزوجل فی زیارۃ قبر امّہ

نقد و تبصرہ:

اب ہم اس حدیث کے راویوں کا جائزہ لیتے ہیں تا کہ اس کی صحت وسقم کا حال معلوم ہو سکے۔

(الف): پہلے راوی جن کے الفاظ میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔ یحییٰ بن ایوب ہیں۔ ان کے ترجمہ میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں: ابن معین کہتے ہیں کہ ان کی حدیث لینے میں حرج نہیں۔ پھر دوسرے مقام پر ابن معین کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے۔[1]

(ب): دوسرے راوی مروان ابن معاویہ ہیں۔ ان کے متعلق علامہ ذہبی کہتے ہیں: یہ ثقہ، عالم اور صاحب حدیث ضرور ہیں لیکن ہر کرومہ سے حدیث روایت کر دیتے ہیں۔ اس لئے ان کے شیوخ حدیث پر کافی غور وخوض کرنے کی ضرورت ہے۔[2]

(ج): یزید ابن کیسان الشکری الکوفی۔ ان کے متعلق میزان الاعتدال میں ہے: امام نسائی نے ان کو ثقہ بتلایا ہے لیکن ابوحاتم کہتے ہیں: ان سے حجت پیش نہیں کی جاسکتی۔ یحییٰ بن سعید القطان کہتے ہیں: یہ صالح اور نیکوکار ضرور ہیں لیکن اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں جن پر اعتماد کیا جاسکے۔[3]

(د): چوتھے راوی ابوحازم ہیں۔ معلوم نہیں یہ کون ہیں کیوں کہ نہ ان کا نام حدیث میں درج ہے نہ ولدیت، نہ قبیلہ اور نہ سکونت۔ ظاہر ہے کہ جس حدیث کے رواۃ ضعیف، ہر کرومہ سے روایت بیان کرنے والے اور نا قابلِ اعتماد ہوں اُن کی بیان کردہ حدیث سے کسی واقعہ کی صحت کا کیوں کہ یقین کیا جاسکتا ہے۔ پس یہ حدیث بھی حضرت آمنہؑ کے مشرکہ ثابت کرنے کے لئے ناکافی ہے۔

۱۔ میزان الاعتدال، جلد ۴ ص ۶۲
۲۔ میزان الاعتدال، جلد ۴، ص ۹۳
۳۔ میزان الاعتدال، جلد ۴ ص ۴۳۸۔۴۳۹

(ہ): منع استغفار کے سلسلہ میں پانچویں حدیث بھی صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے۔ اُس کا ترجمہ حسب ذیل ہے!

امام مسلم لکھتے ہیں: "ہم نے ابوبکر ابن ابی شیبہ اور زہیر بن حرب نے، ان دونوں سے محمد بن عُبید نے، اُس سے یزید بن کیسان نے، اُس سے ابوحازم نے بیان کیا کہ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ماں کی قبر پر گئے، وہاں وہ رونے لگے اور اُن کو دیکھ کر اُن کے گرد وپیش جو لوگ تھے وہ بھی رونے لگے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے اجازت چاہی تھی کہ اپنی ماں کے لئے استغفار کروں مگر مجھے اجازت نہیں دی گئی۔ پھر میں نے اُن کی قبر کی زیارت کرنے کی اجازت طلب کی تو اس کی مجھے اجازت دے دی۔ اب تم قبروں پر جایا کرو کیوں کہ یہ عمل موت کی یاد دلاتا ہے"۔[1]

اس حدیث کی بھی وہی حیثیت ہے جو حدیث نمبر (۴) کی ہے۔ کیوں کہ اس کے راویوں میں بھی یزید بن کیسان ہیں اور اُن کے بارے میں ہم اوپر نقل کر چکے ہیں کہ ان کی بیان کردہ احادیث قابلِ حجت نہیں اور یہ خود بقول یحییٰ بن سعید القطان قابلِ اعتماد نہیں۔

حدیث سوم:

حدیث "اُمّی مع الحکما" پر نقد وتبصرہ:

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ "التعظیم المنۃ" میں مع سند کے نقل کیا ہے۔ ہم اُس کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کرام کرتے ہیں: وہ ابن شاہین کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

ابن شاہین کہتے ہیں: ہم سے یحییٰ بن صاعد نے، اُن سے ابراہیم بن سعد اور زہیر

۱۔ صحیح مسلم، جلد ۱ ص ۳۸۹

بن محمد نے اُن دونوں سے عبدالرحمٰن بن المبارک نے، اُس سے مصعب بن حرب نے بواسطۂ علی بن الحکم، اُس سے عثمان بن عُمیر نے، اُس سے ابووائل نے بواسطۂ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کیا کہ عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہا "مُلیکہ کے دولڑکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہماری ماں مہمانوں کی ضیافت کیا کرتی تھی مگر اُس نے زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں کو زندہ دفن بھی کیا تھا۔ ہمیں خبر دیجئے کہ ہماری ماں کہاں ہے۔ آپؐ نے فرمایا تمھاری ماں دوزخ میں ہے۔ یہ جواب اُن پر شاق گزرا اور وہ دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر بلایا اور فرمایا: بہ تحقیق میری ماں تمہاری ماں کے ساتھ ہے۔[1]

نقد وتبصرہ:

اس حدیث کے متعلق علامہ ذہبی نے "مختصر المستدرک" میں اس حدیث کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "لا واللہ! فعمان بن عُمیر ضعفه الدار قُطني" خدا کی قسم یہ حدیث صحیح نہیں ہے کیوں کہ اس کے راویوں میں عثمان بن عُمیر ہیں جن کو دار قطنی نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"فبیسن الذهبی ضعف الحدیث و حلف علیه یمیناً شرعیاً"

"یعنی ذہبی نے اس حدیث کے ضعف کو اُجاگر کر دیا اور اُس کی ضعیف ہونے پر شرعی قسم کھائی"۔[2]

پس یہ حدیث بھی ضعیف ہونے کی وجہ سے حضرت آمنہؑ کے مشرکہ و جہنمی ہونے کے قول کو ثابت نہیں کرسکتی۔

1۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالہ التعظیم والمنتہ، ص ۶

2۔ الرسائل التسع السیوطی، رسالہ مسالک الحنفاء، ص ۵۲

باب۔ ۱۳

زیارت جناب آمنہ سلام اللہ علیہا

پہلی زیارت جناب آمنہ سلام اللہ علیہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا الطَّاهِرَةُ الْمُطَهَّرَةُ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ خَصَّهَا اللّٰهُ بِأَعْلَى الشَّرَفِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ سَطَعَ مِنْ جَبِينِهَا نُورُ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ. فَأَضَاءَتْ بِهِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ نَزَلَتْ لِأَجْلِهَا الْمَلَائِكَةُ. وَضُرِبَتْ لَهَا حُجُبُ الْجَنَّةِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ نَزَلَتْ لِخِدْمَتِهَا الْحُورُ الْعِينُ. وَسَقَيْنَهَا مِنْ شَرَابِ الْجَنَّةِ. وَبَشَّرْنَهَا بِوِلَادَةِ خَيْرِ الْأَنْبِيَاءِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أُمَّ رَسُولِ اللّٰهِ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أُمَّ حَبِيبِ اللّٰهِ. فَهَنِيئاً لَكِ بِمَا آتَاكِ اللّٰهُ مِنْ وَاَلسَّلَامُ عَلَيْكِ وَعَلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ. وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔[1]

(ترجمہ): سلام ہو آپ پر اے طاہرہ مطہرہ بی بی، سلام ہو آپ پر جنہیں اللہ نے اعلیٰ شرف سے مخصوص کیا، آپ پر سلام کہ آپ کی پیشانی سے سید الانبیاء کا نور ساطع ہوا، جس سے زمین و آسمان جگمگا اٹھے، آپ پر سلام کہ آپ کے لئے ملائکہ نازل ہوئے، اور جس کے لئے جنت کے مخفی خزانے ڈھیر کر دیئے گئے، سلام ہو آپ پر کہ آپ کی خدمت کے لیے حور العین آئیں، اور آپ کو مشروب جنت سے سیراب کیا اور خیر الانبیاء کی ولادت کی خبر دی، سلام ہو آپ پر اے رسول اللہؐ کی والدہ گرامیؑ، سلام ہو آپ پر اے حبیب خداؐ کی والدہ گرامی، مبارک ہو آپ کے لیے جو کچھ آپ کو اللہ کی جانب سے عطا ہوا، آپ پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کا سلام رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

۱۔ از آیت اللہ صافی

دوسری زیارت جناب آمنہ سلام اللہ علیہا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا الطَّاهِرَةُ الْمُطَهَّرَةُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ أَيَّتُهَا الزَّكِيَّةُ الْمُفْتَخِرَةُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ شَرَّفَهَا اللّٰهُ بِأَعْلَى الشَّرَفِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا خَيْرَ خَلَفٍ بَعْدَ أَكْرَمِ سَلَفٍ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ سَطَعَ مِنْ جَبِينِهَا نُورُ سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ فَأَضَاءَتْ بِضَوْئِهِ الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا مَنْ نَزَلَ لَهَا الْمَلَائِكَةُ الْأَصْفِيَاءُ وَضُرِبَ لَهَا حُجُبُ الْجَنَّةِ كَمَا ضُرِبَ لِمَرْيَمَ سَيِّدَةِ النِّسَاءِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أُمَّ رَسُولِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكِ يَا وَالِدَةَ حَبِيبِ اللّٰهِ حَمَلْتِ بِسَيِّدِ الْكَائِنَاتِ وَجِئْتِ بِأَشْرَفِ الْمَوْجُودَاتِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ۔

"سلام ہو آپ پر اے پاک و پاکیزہ خاتون، سلام ہو آپ پر اے طاہر و فاختہ خاتون، سلام ہو آپ پر اے وہ خاتون جن کو خدا نے اعلیٰ شرف عطا فرمایا، سلام ہو آپ پر اے وہ خاتون جو گزشتہ بزرگان جلیل القدر کی بہترین وارث ہیں۔ سلام ہو آپ پر اے وہ خاتون جن کی پیشانی سے سردار انبیاء کا نور ساطع ہوا پس اس نور کی وجہ سے زمین و آسمان روشن ہو گئے۔ سلام ہو آپ پر اے وہ خاتون جن کے لیے پاک فرشتے نازل ہوئے اور جن کے لیے جنت کے پردے لگائے گئے جیسے کہ عورتوں کی سردار مریمؑ کے لیے لگائے گئے تھے۔ سلام ہو آپ پر اے رسول خدا اللہ کی مادر گرامی، سلام ہو آپ پر اے حبیب خداؐ کی مادر گرامی، یقیناً آپ نور سرور کائناتؐ کی حامل تھیں اور اشرف موجودات کو لے کر آئیں۔ آپ پر خدا کا درود ہو اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔[1]

۱۔ زادِ سفر

باب۔ ۱۴

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا پر کتابیں

عربی کتابیں:

۱۔ قدسیہ الحرم وامنہ، آیۃ اللہ جوادی آملی، ۴۲ صفحات۔

فارسی کتابیں:

۱۔ زنان اسوہ حضرت آمنہ، صدیقہ شاکری۔ تہران: نشر مشعر، ۱۳۹۰ ش۔ ۸۴ صفحات۔

۲۔ آمنہ (س) مادر خورشید، قم: مؤسسہ فرہنگی واطلاع رسانی تبیان، ۱۳۸۷ ش۔ ۷ صفحات۔

۳۔ کتاب آمنہؑ مادر پیامبر ﷺ، عایشہ بنت الشاطی۔ (فارسی ترجمہ) احمد صادقی اردستانی۔ ۱۳۸۸ ش۔ ۲۳۲ صفحات۔

اردو کتابیں:

۱۔ مکالات ایمان والدینِ مصطفیٰ ﷺ، شیخ محمد علوی مالکی، مفتی محمد خان قادری، ۱۹۹۴ (طبعہ دوم) عالمی دعوتِ اسلامیہ، اسلامیہ پارک لاہور پاکستان، ۵۳ صفحات۔

۲۔ والدینِ مصطفیٰ حالات وایمان، محمد یسین قصوری نقشبندی، ۱۴۱۸ھ (طبعہ اول)، ادارہ علم وادب والٹن، لاہور، ۳۹۲ صفحات۔

۳۔ شانِ والدینِ رسولؐ، محمد اکرم مدنی، ۱۴۱۰ھ، بک کارنر مین بازار جہلم، ۱۷۷ صفحات۔

۴۔ حضورؐ کے والدین، پروفیسر محمد حسین آسی، ادارہ تعلیماتِ مجددیہ ارشد لائبریری، شکر گڑھ، ۱۹۹۹ء، ۸۸ صفحات۔

۵۔ آپؐ کے والدین، ۱۴۱۸ھ۔ ۱۴۷ صفحات۔

۶۔ حبیبِ خدا سید الانبیاء ﷺ کے والدین کریمین جنتی ہیں، مفتی محمد امین، تحریک تبلیغ اسلام، جناح کالونی فیصل آباد، ۵۸ صفحات۔

۷۔ الجواہرۃ الکامنہ فی تحقیق قبر آمنہ، محمد فیض احمد اویسی، ادارہ معارف نعمانیہ شاد باغ لاہور، ۱۹۹۴ء، ۸۷ صفحات۔

۸۔ آپؐ کے والدین کریمین، مدینہ فاؤنڈیشن پاکستان، ۱۴۱۸ھ۔

۱۰۔ مزارِ آمنہؑ کی بے حرمتی دیکھ کر آنسو نکل گئے، ابوسعید محمد سرور قادری گوندلوی، فیڈان رسول لائبریری گوندلانوالہ (گجرانوالہ)، ۲۸ صفحات۔

۱۲۔ فضائل سیدہ آمنہؑ، مفتی محمد امین، تحریک تبلیغ الاسلام (انٹرنیشنل) سیکنڈ فلور، بی سی ٹاور ۵۴ جناح کالونی فیصل آباد، ۵۶ صفحات۔

۱۳۔ ماہنامہ کنز الایمان، حضرت سیدہ آمنہؑ نمبر، پانچواں شمارہ، ۱۴۱۹ھ، ۸۰ صفحات۔

۱۴۔ سیدہ آمنہؑ اور مملکتِ سعودیہ کی ستم کاریاں، ۱۹۹۹ء، مطابق ۱۴۱۹ھ (طبع اول)، فیضانِ طیبہ لائبریری، اچھرہ، لاہور، ۳۲ صفحات۔

۱۵۔ سیدہ آمنہؑ، ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن شاطی، ترجمہ ظفر اقبال کلیار، ۲۰۰۸ء، زاویہ فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۷۵ صفحات۔

۱۶۔ حضرت آمنہؑ کی غیر شرعی اور خفیہ منتقلی اور مزارِ اقدس کی بیدردی سے پامالی، ۱۹۹۹ء، سید محمد اخلاق، ۶۸/۶۷، اوورسیز ہاؤسنگ سوسائٹی، کراچی، ۱۲۳ صفحات۔

۱۷۔ والدۂ ماجدہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ، ڈاکٹر ظہور احمد اظہر، ضیاء القرآن پبلیکیشن، لاہور، ۲۰۰۷ء، ۲۷۹ صفحات۔

۱۸۔ والدین رسالت مآب مع رسالہ، کوکب نورانی اوکاڑوی، ضیاء القرآن پبلیکیشن، لاہور، ۲۰۰۴ء، ۲۲۳ صفحات۔

باب۔۱۵

حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا: اشعار کے آئینے میں

امیر المومنین امام علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام:

ما لف فی خرق القوبل مثلہ
الا ابن آمنۃ النبی محمدٌ

"دایہ جس کپڑے میں بچے کو لپیٹتی ہے ایسا بچہ کسی دایہ کے کپڑے میں نہیں لپٹا سوائے آمنہؑ کے بیٹے نبی محمدؐ کے"۔[1]

منظر ایلیا، حیدرآباد

عباس ابنِ عبد المطلب علیہ السلام:

تنقل من صالب الی رحم
اذا مضی عالم بدا طبق
وردت نار الخلیل مکتتما
فی صلبہ انت کیف یحترق
حتی احتوی بیتک المہیمن من
خندف علیاء تحتہا النطق

"منتقل ہوتا رہا صلب سے رحم کی طرف، پھر جب ایک عالم گزر چکا مرتبۂ حال کا ظہور ہوا۔ آپؐ آتشِ خلیلؑ میں اترے، چھپے چھپے، آپؐ ان کے صلب میں تھے تو وہ کیسے جلتے۔
یہاں تک کہ آپ کا محافظ وہ صاحب شوکت گھرانہ ہوا۔ جو خندف جیسی رفیع المرتبت خاتون کا ہے جس کا دامن زمین پر لوٹتا ہے"۔[2]

۱۔ خصائص فاطمیہ، صفحہ ۴۴۳
۲۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰ صفحہ ۲۸۲

شرف الدین محمد بن زید معرف بہ امام بوصیری:

فہنیئا لآمنۃ الفضل
الذی اشرقت بہ حواء
من لحواء انہا حملت
احمداً وانہا بہ نفساء
یوم نالت بوضعہ ابنۃ وہب
من فخار ولم تنسلہ النساء

"مبارک ہو حضرت آمنہؑ کے لیے جو فضیلت کی حامل ہیں حوا کو بھی وہیں سے چمک دمک اور نور ملا ہے۔ ارے حوا کہاں اور یہ کہاں یہ تو وہ ہیں جنہوں نے حمل اٹھایا حامل ہوئیں احمد مجتبیٰ سے اور انھوں نے احمد کو جنا۔
وہب کی بیٹی آمنہؑ نے جس روز حضرت محمدؐ کو جنم دیا یہ ایسا فخر تھا جہاں تک کوئی خاتون نہ پہنچ سکی"۔[1]

شیخ محمد باقر کجوری (صاحب خصائص فاطمیہ):

جدہا الطاہرۃ الحصینۃ
ام النبی آمنۃ الامینۃ
وامہا البرۃ البیضاء
شریفۃ الانساب والآباء
تمیمۃ نیطت علی ہام واللیالی
مثل ابیہا صاحب المغالی

۱۔ خصائص فاطمیہ، صفحہ ۴۴۲

ما ولدت كريمة في العرب
في بيت طهر من كريم النسب

"حضرت فاطمہؑ کی جدہ جو طاہرہ اور محفوظ عن الخطاء تھیں وہ نبی اکرمؐ کی والدہ گرامی آمنہؑ امانت دار تھیں۔

اور ان کی والدہ برہ تھیں جو روشن چہرے والی تھیں جو نسب اور آباؤ اجداد کے اعتبار سے اعلیٰ مرتبت تھیں جنکا نسب شرافت کا آئینہ دار تھا جو خلقت میں سب سے بہتر ہے شب و روز جس کا گُن گا رہے ہیں۔

اپنے والد کی طرح بلندیوں کی حامل ہیں عرب میں کوئی بھی ایسی نیک خاتون پیدا نہیں ہوئی جس کا گھرانہ اتنا پاکیزہ ہو جس کا نسب ایسا اعلیٰ ہو"۔[1]

احمد شوقی (المتوفی ۱۹۳۲ء):

اسدت للبرية بنت وهب
يدا بيضاء طوقت الرقابا

"بنت وہب (آمنہؑ) نے سارے عالم پر عظیم احسان کیا اور احسان کا طوق ہر ایک کی گردن میں ڈال دیا"۔[2]

حفیظ جالندھری (متوفی ۱۹۸۲ء):

سلام اے آمنہؑ کے لال اے محبوب سبحانی
سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی[3]

۱۔ خصائص فاطمیہ، صفحہ ۴۴۲
۲۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰، صفحہ ۲۶۷
۳۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰ صفحہ ۴۱۹

امجد حیدرآبادی (۱۹۶۱ء):

یہ ہے کون آغوش میں آمنہؑ کی
صدا آتی ہے مرحبا مرحبا کی
ہوئی مستجاب اب دعا انبیاء کی
مجسم ہوئی آج رحمت خدا کی
ملک تلوے آنکھوں سے سہلا رہے ہیں
فلک سے قدم چومنے آرہے ہیں[1]

بیتاب دھام پوری، ویریندر (ہندو شاعر):

جو ہیں آمنہؑ کے دلارے محمدؐ
وہ ختم الرسل ہیں ہمارے محمدؐ[2]

ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط:

ماں کا آنچل اب تھا مامن
خوشیوں کا منبع تھا دامن
خوش تھی بی بی آمنہؑ جائی
دولت جو گھر بیٹھے پائی[3]

۱۔ نقوش، رسول نمبر، جلد ۱۰ صفحہ ۲۰۹
۲۔ ہفت روزہ میرٹھ میلہ، میرٹھ جولائی ۲۰۰۱ء، صفحہ ۳
۳۔ بہر زماں بہر زباں، نور احمد میرٹھی، صفحہ ۵۳۳

روشن علی روشنؔ حیدر آبادی:

عجب حُسیں ہے پسر آمنہؑ کا اے روشن
بلائیں لیتی ہیں آ آ کے ہاجرہؑ و مریمؑ ۱

میر قاسم علی جعفریؔ حیدر آبادی:

حُسنِ یوسف کی حقیقت جس کے آگے کچھ نہیں
وہ جنابِ آمنہؑ کا مہ لقا پیدا ہوا ۲

آباد محمد نقوی زائرؔ امروہوی:

کیا بتائے عقل انسانی کہ ہیں کیا آمنہؑ
نسل ان کی کہہ رہی ہے سب سے اعلیٰ آمنہؑ
زوج عبداللہؑ جو فرزندِ عبدالمطلبؑ
اللہ اللہ آپ نے کیا اوج پایا آمنہؑ
نور تھا جو صلبِ عبداللہ میں اس کی امیں
اس طرح بھی ہیں رضائے حق تعالیٰ آمنہؑ
یہ فضیلت آپ کو بس آپ کو حاصل ہوئی
مادرِ محبوبِ رب، رب کی تمنا آمنہؑ
ان کا دیں پوچھو تو کہہ دوں بانیٔ دیں کی ہیں ماں
در حقیقت دینِ حق کا ہیں اجالا آمنہؑ

۱۔ کلیدِ جنت، صفحہ ۲۲
۲۔ کلیدِ جنت، صفحہ ۲۹

گود میں تخلیقِ اول، اولِ خاتونِ دیں
یعنی پہلا حرفِ کن کا ہیں اشارہ آمنہؑ
تیرہ معصومینؑ بطنِ پاک کا ہیں سلسلہ
یعنی قائمؑ حشر تک عصمت کا جلوہ آمنہؑ
فاطمہؑ ان کی ہے پوتی انا اعطینا کی ضو
موجِ کوثر جس میں شامل ایسا دریا آمنہؑ
کیوں نہ زائرؔ آل اور قرآں کا ہو ان پر سلام
جس کا سورہ ہیں محمدؐ وہ صحیفہ آمنہؑ ۱

سید ظہیر الدین ظہیرؔ دہلوی (شاگردِ ذوقؔ):

جب بطنِ آمنہؑ میں ہوا نور جلوہ گر
رنگِ زمانہ گذراں ہو گیا دِگر

٭٭٭٭

تھے شیر خوارگی میں ابھی سید البشرؐ
جو کوہِ درد و رنج گرا دل پہ ٹوٹ کر
تھا چار ماہ سے نہ ابھی سن زیادہ تر
جو راہیٔ بہشت ہوئے مادر و پدر
سر سے اٹھا جو سایۂ دامانِ آمنہؑ
بے شیر رہ گیا وہ دل و جانِ آمنہؑ ۲

۱۔ میراثاثہ، صفحہ ۱۲۵
۲۔ اوراقِ کربلا، مجموعہ مراثی

سید جواد حسین شمیمؔ امروہوی:

پھر آمنہؑ پاک نے یہ نور جو پایا
تقدیر نے اعزاز دیا اوج بڑھایا
ہاتفؔ کی ندا آئی کہ اللہ رے پایا
لو شرع کی آغوش میں قرآں نظر آیا

لو مادرِ سلطانِ مدینہ ہوئیں اب تو
اے آمنہؑ پاک امینہ ہوئی اب تو [1]

مہاراجہ محمد علی خاں محبؔ محمود آبادی:

حجلۂ خاص میں حورانِ جناں ہیں موجود
طشت و ابریق ہے حاضر پئے غسلِ مولود
آمنہؑ پڑھتی ہیں تسبیحِ خدائے محمود
لائے ہیں روح امیں تہنیتِ ربِ ودود

عرش سے فرش پہ یہ پھل پھل آتے ہیں
کشتیاں خلۂ جنت کی ملک لاتے ہیں [2]

۱۔ معراجِ سخن، نعتیہ مراثی، صفحہ نمبر ۸۰
۲۔ معراجِ سخن، صفحہ ۹۷

سید قیصرؔ بارہوی

مرثیہ

درحالِ حضرت آمنہؑ

۸ بند ۱۹۸۷ء

اُبھرا ہے لوحِ فکر پہ اک لازوال نام ۱ عفت مآب منبعٔ جاہ و جلال نام
تحریم کی نگاہ میں حدِ کمال نام قرآن و آلؑ جس کے ثمر وہ نہال نام
جس کے حروف ساری عبادت پہ چھا گئے
وہ نام جس کے سائے میں کونین آ گئے

بینائی شعور سے وہ جلوہ بار نام ۲ لکھوں جسے مقدرِ لیل و نہار نام
تخلیق کے ورق پہ مشیت نگار نام جس سے وجودِ عقل نے پائے ہزار نام
دنیا میں روشنی کے سفر پہ محیط ہے
وہ نام جو عروجِ بشر پہ محیط ہے

وہ نام ہے فصیلِ طبیعت کا آفتاب ۳ چمکا ہے جس سے مدح میں جدت کا آفتاب
کہتا ہے ذہن و دل کی صداقت کا آفتاب اس نام کی ضیا ہے رسالتؐ کا آفتاب
صدیوں کی ظلمتوں نے چھپایا تو کیا ہوا
اس لوحِ نور پر ہے محمدؐ لکھا ہوا

حرمت فدا وہ حرمتِ عقلِ سلیم نام ۴ ایماں نواز، نازشِ ربِّ کریم نام
یہ کہہ کے سر جھکائیں جدید و قدیم نام جس میں تمام عظمتیں وہ ہے عظیم نام
وہ نام جس کے جلوؤں کی تکمیل دین ہے
دامن میں جس کے رحمتِ للعالمینؐ ہے

وہ نام جس کو فضل و کرم کی سحر کہوں ۵ تاریخ جس پہ ناز کرے وہ خبر کہوں
انسب ہے سطوتِ بنی ہاشمؑ اگر کہوں یا عبدِ مطلبؑ کی دُعا کا اثر کہوں
وہ نام جس پہ عظمتِ کعبہ کو ناز ہے
جو مذہبِ خلیلؑ میں مثلِ نماز ہے

منظر ہے اب وہ نام بعنوان مرثیہ ۶ خالی ہے جس کے ذکر سے دامانِ مرثیہ
انصاف سے بتائیں نگارانِ مرثیہ کیا آمنہؑ کی بات نہیں شانِ مرثیہ
جس پر خدا کے دین کا دارومدار ہے
وہ آمنہؑ کے باغ کی فصلِ بہار ہے

کیا کربلا کے غم کا تقاضا یہی نہیں ۷ روشن رہے ولائے محمدؐ کا ہر نگیں
کیوں اس کے سنگِ در پہ نہیں فکر کی جبیں حاصل ہو جس کی گود سے فرمانروائے دیں
تاریخ میں جو اشک ہیں دُرِ یتیمؐ کے
واصف ہیں آمنہؑ کی حیاتِ عظیم کے

ہر صاحب سخن ہے فطرت کا اک سوال ۸ شاہوں کی مدح میں تو قصیدے بصد کمال
توصیفِ والدین نبیؐ غفلتِ خیال یہ غفلتِ خیال ہے ایمان کا زوال
قرآن پڑھ کے اجرِ رسالتؐ ادا کرو
ماں باپ ہیں رسولؐ کے ان کی ثنا کرو

انصاف کے چمن کی ہوائیں بھی چاہئیں ۹ چمکے رُخِ سخن وہ ضیائیں بھی چاہئیں
ماضی سے کچھ وفا کی ادائیں بھی چاہئیں اُمت کو آمنہؑ کی دعائیں بھی چاہئیں
آدابِ فکر کا جو منور نظام ہے
وہ بھی تو آمنہؑ کی بضاعت کا نام ہے

وہ آمنہؑ، تجلیِ ایوانِ معرفت ۱۰ وہ رشکِ حاجرہؑ، وہ نگہبانِ معرفت
کہہ دیں گے خود تمام رئیسانِ معرفت جاگیرِ آمنہؑ ہے گلستانِ معرفت
شامل ہیں خاص رحمتِ ربِ جلیل ہیں
یہ فاطمہؑ مثال ہیں دینِ خلیلؑ ہیں

وہ آمنہؑ رہینۂ حق، نازِ خانداں ۱۱ قدسی مزاج، عابدۂ ربِّ دو جہاں
فردِ حسب نسب پہ ہے تاریخ کا بیاں وحدت پرست باپ تو وحدت پرست ماں
رکھتے ہیں اہلِ علم سند اعتراف کی
یہ مومنہ ہیں، پوتی ہیں عبدِ منافؑ کی

اسمِ پدر ہے وہب حق آگاہ و حق سیر ۱۲ مادر کا نام برۂ تقدس میں معتبر
پاکیزگیِ نفس کی معراج دیکھ کر عزت کا آسمان بنا آمنہؑ کا در
یہ ذکر باقیات ہے کس اہتمام سے
ماں باپ آج زندہ ہیں بیٹی کے نام سے

احسانِ وہبؑ سے یہ حقیقت ہے آشکار ۱۳ تنہا دم شکار تھے عبداللہؑ ذی وقار
حملہ کیا یہود و نصاریٰ نے ایک بار اغلب تھا قطع ہوبرِ نورِ کردگار
جب زندگی پہ موت کے گھمبیر سائے تھے
اس وقت وہبؑ ہی بنی ہاشمؑ کو لائے تھے

عبداللہؑ کی حیات سے نورِ خدا رہا ۱۴ یوں کہیے عرش و فرش نے دی وہب کو دُعا
احسانِ وہب کاتبِ اعمال نے لکھا ظاہر ہوئی خدائے براہیمؑ کی عطا
عبداللہؑ سے اجل کی گھٹا دُور ہو گئی
تقدیرِ وہبؑ نور سے معمور ہو گئی

ضمناً ہے اس مقام پہ اِک حرف جستجو ۱۵ ماضی و حال کرتے ہیں ملت سے گفتگو
اُس وقت بھی یہود و نصاریٰ تھے رُوبرو اس وقت بھی مطابق قرآن یہی عدو
جاری جو دوستی کا عمل بعد غور ہے
اب کلمہ گو ہیں اور کہ قرآن اور ہے

قرآن کا حکم، یہ نہیں مطلق تمہارے دوست ۱۶ اور کلمہ گو کی بات، یہی ہیں ہمارے دوست
طوفاں میں ڈوبتے ہیں جو وحدت کے پیارے دوست ساحل پہ کہتے ہیں یہ زمانے کے سارے دوست
ہم سے گلہ کہ رسمِ مروّت ادا نہ کی
تم نے تو اپنے دین سے خود ہی وفا نہ کی

کہنا پڑے گا چھوڑ دی ہم نے رہِ وفا ۱۷ زندہ تھی جس سے قوم وہ کردار مٹ گیا
کہنا پڑے گا ہم ہیں اندھیروں کی انتہا قرآں کے دشمنوں کو سمجھتے ہیں ناخدا
توڑے عمل کے شیشے تعیش کے سنگ نے
لوٹا تمام باغ ہوائے فرنگ نے

سازش میں کامیاب ہوئے قاسمانِ زر ۱۸ بولی مورخوں کے دہن سے زبانِ زر
گاڑا گیا بساطِ سخن پر نشانِ زر لفظوں میں زہر بن کے سمایا بیانِ زر
ذہنوں پہ تفرقوں کے اندھیرے برس گئے
ظلمت کے ناگ روحِ مسلماں کو ڈس گئے

فکرِ یہود و فکرِ نصاریٰ وہ شیش ناگ ۱۹ صدیوں کے تن بدن میں ہے جن کے پھنوں کا جھاگ
پھیلی ہے سرحدوں پہ جہاں خشک تر کی آگ شعلے وہاں الاپ رہے ہیں انہیں کا راگ
اسلام راگ میں وہ شام ہے جس کی سحر نہیں
اسلام جل رہا ہے ہمیں کچھ خبر نہیں

ماضی سے ربط فکر تھا ماضی میں آیئے ۲۰ لیکن دل و نگاہ کو منصف بنایئے
بزمِ ازل کی شمع سے تنویر پایئے فطرت کو اعتبارِ عمل سے سجایئے
مقصودِ نظم لفظ و بیاں کے سفر میں ہے
بطحا کی ایک محفلِ اقدس نظر میں ہے

وہ صحنِ وہبؓ اور وہ ایمان کی برات ۲۱ دولہا خدا کے فضل سے عبداللہؓ خوش صفات
اہلِ خدا کی عید، فروغِ چمن کی بات وہ خطبۂ نکاح، وہ بزمِ تجلیات
خطبے پہ مہرِ مرضیٔ ربِّ جلیل کی
تسلیم کر رہی تھی شریعت خلیلؑ کی

دولہا کے سر پہ طرّۂ نازِ پیمبرانؑ ۲۲ سر پر دلہن کے چادرِ تقدیسِ دو جہاں
دولہا کے تن پہ خلعتِ ایمان، انس و جاں افشاں دلہن کی مانگ میں عصمت کی کہکشاں
دولہا دلہن حیات کی تقدیر بن گئے
نورِ خدا کی بولتی تصویر بن گئے

وہ زوجِ آمنہؓ پسرِ عبدِ مطلبؑ ۲۳ وہ حُسنِ زندگی ثمرِ عبدِ مطلبؑ
ہاشمؑ کی شان تاجِ سرِ عبدِ مطلبؑ وہ فخرِ مطلبؑ، جگرِ عبدِ مطلبؑ
اسلافِ خانداں کی طرح پُر جلال تھے
کلمہ پڑھے شباب، وہ یوسفؑ جمال تھے

عبداللہؓ صولتِ بنی ہاشمؑ جہاں جمیل ۲۴ کعبہ شناس، وارثِ سرمایۂ خلیلؑ
توحیدِ کردگار کے عارف نظر نبیل یعنی تمام بندۂ معبودِ جبرئیلؑ
عرفانیت میں صاحبِ حق الیقین رہے
عصمت یہ تھی کہ نورِ خدا کے امیں رہے

نورِ خدا سے یہ بھی ملا گوشۂ سخن ۲۵ عبداللہؓ کے شرف سے مشرف ہیں پنجتنؑ
ہمدم ہوئیں جو آمنہؓ محمودۂ زمن پھیلے جمالِ قدس کے جلوے دمن دمن
دیکھا نہ تھا جو باپ نے اپنی بقا کا نور
سائے میں آمنہؓ کے رہا کبریا کا نور

ظاہر ہوا جو نور تو درِ یتیم تھا ۲۶ بے سایہ کو پدر کا بھی سایہ نہ مل سکا
سائے پہ بات آئی تو عقدہ عجب کھلا سایہ سمٹ کے ماں کی محبت میں آ گیا
ممتا کے آئینے میں کثافت ذرا نہیں
کہنا پڑے گا نور کو سایہ ملا نہیں

اے اہلِ فکر، دینِ براہیمؑ کی قسم ۲۷ عبداللہؓ کے وجود سے ہے آیتوں میں دم
وہ عہد جس میں خانۂ اصناف تھا حرم اس عہد میں تھے سجدۂ وحدت سے محترم
راہِ خدا پہ مثلِ اب وجد رواں رہے
عبداللہؓ ہر زمیں کے لئے آسماں رہے

یہ ظلمتوں کے ناگ، سیاست کے پیچ و خم ۲۸ یہ فوجِ ابرہہ کی طرح دشمنِ حرم
صیہونیت کے نام پہ ترشے ہوئے قلم کوشاں رہے کہ عظمتِ خیر البشر ہو کم
آخر نفاقِ طبع کے چہرے دکھا دیئے
اوصافِ والدینِ محمدؐ چھپا دیئے

ہم نے اُبّی کے لفظ پہ کچھ غور جب کیا ۲۹ قرآں کی بات سے یہ معمہ بھی حل ہوا
پڑھیے خلیلؑ و موسیٰؑ عمراں کا واقعا مقصد بہ ذکر آرزو فرعون ایک تھا

انسان کیوں جہالت معنی میں غرق ہے
ماں باپ اور پالنے والوں میں فرق ہے

کتنی حسین ہے سورۂ یوسفؑ کی گفتگو ۳۰ اب امتحان ہو تو کٹائیں رگِ گلو
حق ہے مفسروں کے لئے ذوقِ جستجو کہہ دے گی روشنی کے سفیروں کی آبرو

جلتے رہے چراغ جو طوفانِ کفر میں
پالا گیا تھا نور کو دامانِ کفر میں

وہ پرورش کی بات، وہ قدرت کا انتظام ۳۱ ہر دور میں نبیؐ کی حفاظت کا انتظام
دیکھا جہاں عقیدۂ وحدت کا انتظام خود بول اُٹھا تمام کفالت کا انتظام

عمرانؑ اس طرح ہیں نگہبانِ مصطفےٰؐ
کعبے پہ جیسے سایۂ ایمانِ مصطفےٰؐ

وہ نور جس کے شمس و قمر ہیں نبیؐ امامؑ ۳۲ اصلابِ پاک میں اسے رکھا گیا مدام
فطرت کا یہ پیام ہے اہلِ نظر کے نام اسلام کا شریک نہیں کفر کا نظام

جو سلسلہ نجیب تھا فطرت کے دین پر
چمکا خدا کا نور اس کی جبین پر

اہلِ قلم سے دُور حقیت کی بارگاہ ۳۳ پھر کس طرح نہ تنگ ہو فکر و نظر کی راہ
قدرت کے انتخاب پہ انساں کا اشتباہ مانندِ شرک یہ بھی ہے سب سے بڑا گناہ

تاریکیاں ہوں نور کا مصدر کبھی نہیں
کافر کے صلب سے ہو پیمبرؑ کبھی نہیں

اہلِ قلم، ادیب، مورّخ جواب دیں ۳۴ ملّت کو نقدِ فکر و نظر کا حساب دیں
آنکھیں ہوں مطمئن کوئی ایسا نصاب دیں شایانِ آمنہؑ جو لکھی ہو کتاب دیں

خاموشیوں کی مہر کہے گی کہیں نہیں
کیوں اہلِ علم، کیا یہ شکستِ یقیں نہیں

ایماں کے آئینے پہ ہے جب تک غبارِ شک ۳۵ ممکن نہیں شعور کے رخسار پر چمک
انصاف یوں ہے گلشنِ آدمؑ میں مشترک جیسے چمن میں ہنستے ہوئے پھول کی مہک

خوشبو ہو جس کی بات وہ کردار کیوں نہیں
سب کچھ تو ہے دیانتِ گفتار کیوں نہیں

تاریخ کر رہی ہے اس انساں کا انتظار ۳۶ اُترے جو جستجو کے سمندر میں بار بار
وہ شخص جس کا دل ہو مروّت سے ہمکنار بیشک اسے ملیں گے گہرہائے آبدار

لازم ہے لفظ لفظ سفر واقعات میں
ممکن ہے کائنات ملے کائنات میں

تزئینِ کائنات درِ آمنہؑ سے ہے ۳۷ آرائشِ حیات درِ آمنہؑ سے ہے
حُسنِ صفات و ذات درِ آمنہؑ سے ہے ہر آستاں کی بات درِ آمنہؑ سے ہے

جنّت سے دُور زاہدِ خلوت نشیں رہا
اس در سے جو پھرا وہ کہیں کا نہیں رہا

ایمانِ آمنہؑ بخدا ہے مسلّمہ ۳۸ تکریم ہر قدم پہ فدا، وہ مکرّمہ
وحدت پسند، خُلق و حیا کا مجسمہ مریمؑ کا سر ادب سے جھکے، وہ مسلّمہ

ممکن نہیں غلو کا گماں اس یقین پر
آغوشِ آمنہؑ میں فلک ہے زمین پر

پھولوں کی وادیوں سے بہاروں سے پوچھیے ۳۹ فاران کے بلند اشاروں سے پوچھیے
سورج کے ساتھ چاند ستاروں سے پوچھیے قدرت کے سب عظیم نظاروں سے پوچھیے

لے کر چلیں جو گود میں خیر الانامؐ کو
رفتارِ کائنات رُکی احترام کو

ہم کیا کریں گے منزلتِ آمنہؑ کی بات ۴۰ ممتاز ہے تمام خدائی میں ان کی ذات
صدقہ ہے ان کے لال کا گلزارِ شش جہات قبضے میں صبح و شام، تصرّف میں کائنات

ان کے قدم سے راہ گزر کہکشاں ہوئی
اُنگلی پکڑ کے اُن کی نبوّت رواں ہوئی

روحِ حجاز، نزہتِ گلدستۂ کرم ۴۱ عصمت نفس، عفیفۂ دوراں قدم قدم
مسند نشینِ جاہ و جلالت، دُرِ حشم فخرِ عرب، نجیبۂ بطحا، [illegible]لِ حرم

جو کچھ ہے آمنہؑ کے مراتب کی بات ہے
پوتی انہیں کی سیدہؑ کائنات ہے

کہتا ہے آمنہؑ کے گلستاں کا ارتقا ۴۲ جو پھول بھی کھلا وہ مشیت نما کھلا
خوشبو کی ایک لہر میں پیکر جدا جدا ہر پھول مرتضیٰؑ ہے بہ اندازِ مصطفیٰؐ

غالب رہے گی تا بہ ابد شانِ آمنہؑ
وحدت کی آبرو ہے گلستانِ آمنہؑ

یہ امر بھی ہے اہلِ بصیرت پہ آشکار ۴۳ خالق سے آمنہؑ کو ملی مستقل بہار
صدیوں کے ہر سفر میں بہ مرضیِ کردگار دنیا [illegible]نے گی وقت کے ہونٹوں سے بار بار

کعبے کی طرح بار گہہِ رہبری بنی
اُن کے چمن میں علم کی بارہ دری بنی

اعلانِ عام علم کی بارہ دری کا نور ۴۴ انسان کو ملے گا یہاں جلوۂ شعور
یہ راز بھی زمانے پہ کھل جائے گا ضرور جاگیرِ آمنہؑ میں ہیں کتنے چراغِ طور

موسیٰؑ انہیں چراغوں سے مینارِ نور ہیں
جلتے ہیں وہ جو ان کی تجلی سے دُور ہیں

ذوقِ طلب سے یوں بھی دُرِ بے بہا ملا ۴۵ ہر لفظ کا دماغ، ستاروں سے جا ملا
توصیفِ آمنہؑ میں تخیل نیا ملا زہراؑ کے نام، پہ بہ حدِ [illegible] کسا ملا

عصمت مآب نور، مسلسل انہیں کا ہے
آلِ عباؑ کے فرق پہ آنچل انہیں کا ہے

سائے میں آسماں ہیں، وہ رفعت ہیں آمنہ ۴۶ آیات معترف ہیں، وہ آیت ہیں آمنہؑ
مخدومۂ جہانِ سیادت ہیں آمنہؑ اہلِ دُرود کے لئے عظمت ہیں آمنہؑ

ملتا جو وقت منظرِ تکریم کے لئے
اُٹھتے رسولؐ آپ کی تعظیم کے لئے

تائید کبریا سے مؤید ہیں آمنہؑ ۴۷ مسند ہے فخرِ زینتِ مسند ہیں آمنہؑ
جملہ فضیلتوں کے لئے حد ہیں آمنہؑ یعنی مزاج سازِ محمدؐ ہیں آمنہؑ

کہتا ہے بابِ علم حقیقت نواؤں سے
دنیا کو شہرِ علم ملا اُن کی چھاؤں سے

کہتے ہیں ماں کا دودھ ہے [illegible] شرف ۴۸ جس سے بشر کا جسم بنا پیکرِ شرف
پھرتا ہے جب رگوں میں یہ گردشِ [illegible]رِ شرف پلتا ہے ماں کی گود میں اک غیرِ شرف

وہ شخص ہر نماز میں جس پر سلام ہے
صرف آمنہ کے دودھ کی عظمت کا نام ہے

پیغمبروں کی مائیں ہیں بیشک عظیم تر ۴۹ اسلام ناز کرتا ہے ان کے وقار پر
شاہد ہے کچھ مقام پہ قرآن بھی مگر توصیفِ آمنہؑ میں یہ کہتے ہیں بحر و بر

وحدانیت کے شاہدِ اوّل کی ماں ہیں یہ
فضلِ خدا سے احمدؐ مرسل کی ماں ہیں یہ

لازم ہے اس مقام پہ اہلِ نظر بتائیں ۵۰ انصاف سے خدا کے لئے سوچ کر بتائیں
کیا کیجیے راویوں کی عنایات پر بتائیں قرآں کے آگے کون ہے اب معتبر بتائیں

مادر کا شیر موسیٰؑ عمراں کے تن میں ہو
اور شیرِ غیر ختمِ رُسلؐ کے بدن میں ہو

ایسی روایتوں کا درایت ہے سدِّ باب ۵۱ عصمت پہ حرف آئے تو کیا مقصدِ کتاب
فرزندِ آمنہؑ ہے وہ قدرت کا انتخاب پیغمبروںؑ کی صف میں بھی ممکن نہیں جواب

نازاں ہو جس پہ عقل وہ دستور چاہیے
معصوم نور ہو تو غذا نور چاہیے

کیا شیرِ آمنہؑ ہے شرف میں کسی سے کم ۵۲ کیا شیرِ غیر ان سے زیادہ ہے محترم
حرمت میں آمنہؑ سے سوا ہے کسی میں دم یہ سب غلط نہیں ہے تو اب کہہ رہے ہیں ہم

مقصودِ کائنات کی وجہِ ظہور ہیں
تخلیق نور ان سے تو یہ خود نور ہیں

زم زم ہو جس کے پاس وہ محتاج آب ہو ۵۳ تعبیر جس کا حق، وہ پریشانِ خواب ہو
جس گھر سے زندگیٔ عرب فیضیاب ہو حیرت ہے فردِ غیر میں اس کا حساب ہو
غیرت کا حُسن کیوں رُخِ احساس پر نہیں
درِ یتیمؐ ہے کوئی دریوزہ گر نہیں

کہتے ہیں زندگی سے حکیمانِ زندگی ۵۴ ماں جانتی ہے حکمت، امکانِ زندگی
رطب اللساں ہیں شرحِ نگارانِ زندگی دراصل ماں ہے شمعِ دبستانِ زندگی
اس کے سوا وضاحتِ خیر العمل نہیں
دنیا میں ماں کی گود کا نعم البدل نہیں

حق جس کی آبرو، وہ حقیقت ہیں آمنہؑ ۵۵ گلشن کو جس پہ ناز، وہ نکہت ہیں آمنہؑ
تقدیرِ کاروانِ ہدایات ہیں آمنہؑ جس میں سب اہلبیتؑ، وہ سیرت ہیں آمنہؑ
جیسے دلِ نبیؐ سے مشیت قریب ہے
اس طرح آمنہؑ سے نبوت قریب ہے

اب سامنے ہے عصمت و عظمت پہ وہ دلیل ۵۶ جھومیں گے فرطِ لطف سے ہر فکر کے عقیل
اب مدحِ آمنہؑ میں ہے وہ نکتۂ جلیل تحسین و مرحبا سے نوازیں گے جبرئیلؑ
دامن میں ہیں، تمام فضیلت لئے ہوئے
زیرِ قدم، رسولؐ کی جنت لئے ہوئے

کچھ بھی نہیں تغیرِ تاریخ کا اثر ۵۷ تحقیق کی فضاؤں میں ہے فکر کا سفر
وقت آئے گا لکھیں گے ادیبانِ خوش سیر دنیا میں کوئی گھر ہے تو بس آمنہ کا گھر
گلشن کے نام ہی سے گلِ تر کی بات ہے
زہراؑ کا گھر بھی آمنہؑ کے گھر کی بات ہے

اس گھر نے انقلاب کا سامان دے دیا ۵۸ اس گھر نے عرش و فرش کا عرفان دے دیا
ڈرتی ہے جس سے موت وہ انسان دے دیا اس گھر نے بولتا ہوا قرآن دے دیا
اس گھر سے دُور ہے تو لعین و رجیم ہے
اس گھر کا جو غلام، وہ انساں عظیم ہے

اس گھر کے بولتے ہوئے قرآں کو دیکھ کر ۵۹ سورج کی پالکی میں کیا وقت نے سفر
آخر جو آئیں آمنہؑ شوہر کی قبر پر پہلو میں مضطرب تھے محمدؐ بچشمِ تر
دونوں طرف جو آنسوؤں کے آبشار تھے
مستقبلِ حیات کے غم آشکار تھے

وقت آیا آمنہ تو سدھاریں سوئے جناں ۶۰ اب آمنہؑ کا لالؐ تھا اور غم کی بجلیاں
مرقد میں سو رہی تھی اُدھر غمگسار ماں ننھی سی جان ادھر تھی جدائی میں نیم جاں
بے چینیاں دنوں کے جگر میں اُتر گئیں
راتوں میں اک یتیم کی آہیں بکھر گئیں

وہ چھ برس کا سن، وہ یتیمی کا سائباں ۶۱ وہ دشمنی کی تیز ہوا اور چراغِ جاں
مانندِ ماہ و سال بڑھیں غم کی آندھیاں شاید زبانِ غیب ہو اس وقت نوحہ خواں
اے جانِ آمنہؑ وہ قیامت بھی دیکھ لے
بطحا میں کربلا کی مصیبت بھی دیکھ لے

وہ سامنے ہے منظرِ مستقبلِ حیات ۶۲ وہ کربلا، وہ جلتے ہوئے خیمے، وہ فرات
بکھری ہے تیرے نور کی معصوم کائنات وہ سر برہنہ خاک یہ بزمِ مخدرات
سورج لہو میں ڈوب گیا شام ہو گئی
مقتل میں تیرے دین کی بارات ہو گئی

وہ آمنہ کے باغ کی اُجڑی ہوئی بہار ۶۳ اُجڑی ہوئی بہار میں ہر پھول تار تار
وہ آمنہ پھول کی خوشبو لہو کی دھار ایک غمزدہ کے رونے کی آوازِ دلفگار
بالوں میں جس کے خاک ہے چہرے پہ دھول ہے
وہ آمنہؑ کے لالؐ کی بیٹی بتولؑ ہے

نوحہ یہ پڑھ رہی ہے محمدؐ کے نورِ عین ۶۴ کیوں ظالموں نے لوٹ لیا میرے دل کا چین
سنتی ہوں کتنی دیر سے بے وارثوں کے بین زینبؑ سے کربلا میں جدا ہو گیا حسینؑ
بے چین ہو کے درد کے جنگل میں آئی ہوں
میں جنت البقیع سے مقتل میں آئی ہوں

توحید کے چمن کا گلِ تر مرا حسینؑ ٦٥ حیدرؑ کے حوصلوں کا سمندر مرا حسینؑ
اسلام کے شباب کا پیکر مرا حسینؑ سارے پیمبروںؑ کا سخنور مرا حسینؑ
دنیا سمجھ رہی ہے مرا لالؑ مر گیا
میرا حسینؑ موت کو تسخیر کر گیا

تن پر سجا کے زخموں کا خلعت چلا گیا ٦٦ مفلوج کر کے ظلم کی طاقت چلا گیا
دکھلا کے میرے دودھ کی قوت چلا گیا عابدؑ کو دے کے سب کی قیادت چلا گیا
نیزے پہ چڑھ کے آیتِ قرآن سنائی ہے
مقتل میں میرے لالؑ نے معراج پائی ہے

دنیا نے کیوں، چراغِ شرافت بجھا دیا ٦٧ قرآن پڑھ کے نقشِ مروّت مٹا دیا
جس گھر سے دین پایا، وہی گھر جلا دیا میں سو رہی تھی چین سے کس نے جگا دیا
تصویرِ آمنہؑ ہے ستم کی گھٹاؤں میں
زینبؑ کھڑی ہے شامِ غریباں کی چھاؤں میں

بطحا میں یوں غریب نہ تھا آمنہؑ کا لالؑ ٦٨ دادا رہے کفیل، چچا نے رکھا خیال
حمزہؑ کے ہوتے کوئی ستاتا یہ کیا مجال لیکن مری سکینہؑ ہے وہ درد کی مثال
بھائی کا غم ہے، طوق و سلاسل کی بات پر
دادا تو ہیں نجف میں، چچا ہے فرات پر

کوئی مجھے بتائے، یہ صدمے کس نے پائے ٦٩ مارے طمانچے شمر نے دُکھیا کے سنائے
کانوں سے خون بہتا ہے بچی کسے بلائے کُرتے میں آگ لگ گئی آئے کوئی بجھائے
کیا اب کسی کے سینے میں خوفِ خدا نہیں
بچی تڑپ رہی ہے کوئی پوچھتا نہیں

کڑیل جوان وہ مرا اکبرؑ، وہ ماہتاب ٧٠ عبداللہؑ کے شباب کا منہ بولتا جواب
فرزندِ آمنہؑ کا وہ آئینۂ شباب مقتل میں اپنے خون کے بستر پہ محوِ خواب
خاموش کربلا میں جراغِ بتولؑ ہے
یا خاک پر جوانیٔ دینِ رسولؐ ہے

میں پوچھتی ہوں کیا مرے بچے کا تھا قصور ٧١ کیوں خون میں ڈبو دیا انسانیت کا نور
کیا جرم تھا جواب تو دے فوج پُر غرور اک قطرہ آب کا مرے اصغرؑ سے دُور دُور
کس طرح اپنا لختِ جگر دیکھتی ہوں میں
نیزے پہ شیر خوار کا سر دیکھتی ہوں میں

میں فاطمہؑ ہوں آج وہ میزانِ درد و غم ٧٢ دنیا کے داغ دل ہیں مرے داغِ دل سے کم
مثلِ حسینؑ یہ بھی الم ہے مرا الم دریا پہ میرے شیر کے بازو ہوئے قلم
عباسؑ کربلا میں محافظ ہے دین کا
احساں یہ آمنہؑ پہ ہے اُم البنینؑ کا

احساں تو فاطمہؑ بھی اُٹھائے مگر نہیں ٧٣ عباسؑ میرا لختِ جگر، میرا مہ جبیں
میری دعاؤں سے ہے یہ فرزند بالیقیں خاتم اگر حسینؑ تو عباسؑ ہے نگیں
پیوستہ میرا خون ہے اس سر زمین سے
پُرسہ میں لوگی آج تو اُم البنینؑ سے

کیا سو رہے ہیں عونؑ و محمدؑ سے گلبدن ٧٤ بھائی کی طرح لٹ گئی پردیس میں بہن
قاسمؑ کی لاش یا کوئی بکھرا ہوا چمن شامل ہے اس محاذِ عمل میں مرا حسنؑ
گھر لٹ گیا جو میرے حسنؑ اور حسینؑ کا
صدقہ دیا ہے آمنہؑ کے نورِ عین کا

میں آمنہؑ کی پوتی ہوں کس کو خبر نہیں ٧٥ کیا میری آل وارثِ خیرالبشرؐ نہیں
جو آمنہؑ کا گھر تھا، وہ کیا میرا گھر نہیں لیکن کسی کے دل پہ یہاں کچھ اثر نہیں
بیٹھے ہیں اہلِ بیتؑ جو خیموں کی راکھ پر
بربادیوں کا داغ ہے اُمت کی ساکھ پر

زندہ رہو حسینؑ کے انصارِ باوفا ٧٦ شاداں ہے رُوحِ آمنہؑ وہ حق ادا کیا
اب مادرِ حسینؑ کے ہونٹوں پہ ہے دُعا خوش ہوں رسولِ حق، وہ صلہ دے تمہیں خدا
محسن ہو فاطمہؑ کے، خوشی پر خوشی ملے
جاگیرِ آمنہؑ میں تمہیں زندگی ملے

اے صاحبانِ مرضیِ داور صد آفریں ۷۷ اے ناجیان عرصۂ محشر صد آفریں
لوحِ شعور کے مہ و اختر صد آفریں اے ناصرانِ سبطِ پیمبرؐ صد آفریں

تم آمنہؑ کے نورِ نظر کے فدائی ہو
میرے لئے حسینؑ ہو، زینبؑ کے بھائی ہو

قیصر خموش نوحۂ زہراؑ ہوا تمام ۷۸ تڑپے لہو کے فرش پہ مظلومِ تشنہ کام
یہ مرثیہ شعورِ مروّت ہے لا کلام لازم ہے انتساب رسولؐ خدا کے نام

صدقہ پسر کا ، آپ بتا دیں گی آمنہؑ
دنیا و آخرت میں جزا دیں گی آمنہؑ

(قیصر بارہوی کے مرثیے)

کتابیات

مکمل کتاب کے حوالہ جات مندرجہ ذیل شیعہ سنی کتب سے لیے گئے ہیں۔

(۱)

الوفا باحوال المصطفیٰ	عبدالرحمن بن علی بن محمد الجوزی
الدرج المنفیہ	حافظ الدین علائی
احسن الحدیث	آیت اللہ علامہ طالب جوہریؒ
اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	عزالدین بن الاثیر ابوالحسن علی بن محمد الجزری
انساب الاشراف	ابوالحسن احمد بن یحییٰ بن جابر بن داؤد البلازری
الکامل فی التاریخ	ابن الاثیر
الاشباہ والنظائر	مفتی محمد معصوم القاسمی
المواہب اللدنیہ	امام قسطلانی
الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض
الحاوی للفتاوی	جلال الدین سیوطی
الدرج [illegible]	جلال الدین سیوطی
الرسولؐ	بودلی
الدمعۃ الساکبۃ	• محمد باقر بن عبدالکریم البہبہانی
اسوۃ الرسول	خان بہادر سید اولاد حیدر بلگرامی
امتاع الاسماء	تقی الدین المقریزی

الدرجات الرفیۃ	سید علی خان شیرازی
اخبار مکہ	ابن الازرق
المنجد، عربی/اردو	
اعلام الوری	شیخ طبری
اعیان الشیعۃ	سید محسن امین عاملی
المجدی فی انساب الطالبین	علی بن محمد علوی عمری
البدائیہ والنہائیہ	ابن کثیر
الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم	جعفر مرتضیٰ عاملی
اجساد جاویدان	علی اکبر مہدی پور
الخصال	ثقۃ السلام شیخ الصدوق

(آ)

آفرینش وتاریخ	ابونصر مطہر بن طاہر مقدسی
آخرین گفتار	محمد راجی

(ب)

بشارت احمدی	مولوی عبدالعزیز دہلوی
بحارالانوار	محدث کبیر ملا باقر مجلسی علیہ الرحمۃ

(ت)

تفسیر انوار نجف	حسین بخش جاڑا
تفسیر نور الثقلین	عبدعلی بن جمعۃ العروسی حویزی
تفسیر صافی	محسن فیض کاشانی
تفسیر قرآن	علامہ علی نقی نقوی

تفسیر عثمانی	شبیر احمد عثمانی
تفسیر در منثور	جلال الدین سیوطی
تفسیر خازن	علاء الدین خازن
تفسیر کبیر	فخر الدین رازی
تسع الرسائل	جلال الدین سیوطی
تاریخ طبری (الرسل والملوک)	ابوجعفر محمد بن جریر طبری
تاریخ دمشق	ابوالقاسم ابن عساکر دمشقی
تاریخ الخمیس	دیار بکری
تفسیر مقاتل	مقاتل ابن سلیمان البلخی
تاریخ اسلام	اکبر نجیب آبادی
تذکرۃ الخواتین	مولوی عبدالبار آسی
تاریخ المکۃ المکرمۃ	محمد عبدالمعبود

(ح)

حیات حضرت قاسم بن امام موسیٰ کاظمؑ	علامہ ارتضیٰ عباس نقوی
حیات القلوب	ملا باقر مجلسیؒ
حیاۃ محمدؐ	محمد حسین ہیکل

(خ)

خصائص فاطمیہ	ملا باقر کجوری مازندرانیؒ
خصائص الکبریٰ	جلال الدین سیوطی
خصائص صغریٰ	جلال الدین سیوطی

(د)

دلائل النبوۃ	ابوبکر بن حسین البیہقی

(ر)

ریاحین الشریعۃ	شیخ ذبیح اللہ محلاتی

(ز)

زادِ سفر	محمد رضا مرچنٹ

(س)

سیرت انسائیکلو پیڈیا	حافظ محمد ابراہیم طاہر گیلانی
سیرت والدین المصطفیٰ	سید صادق انواری اشرفی قادری
سنن ابن ماجہ	ابن ماجہ ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی
سیرت رسول پاکؐ	ابن اسحاق
سبل الہدیٰ والرشاد	امام محمد بن یوسف الصالحی شافعی
سفرنامہ برٹن	رچرڈ فرانسس برٹن
سفینۃ البحار	محدث قمی
سیرت النبی	عبدالملک بن ہشام الحمیری
سیرت حلبیہ انسان العیون	علی بن برہان الدین حلبی
سیرت النبویۃ	ابن کثیر

(ش)

شیعہ شناسی و پاسخ بہ شبہات	علی اصغر رضوانی

(ص)

صحیح مسلم	مسلم بن حجاج

طبقات	ابن سعد

(ع)

عمدۃ الطالب	منصور بن یونس البہوتی
علل الشرائع	شیخ الصدوقؒ

(ک)

کمال الدین	شیخ الصدوقؒ
کلکی پوران	ایشوری پرشاد
کتاب نسب القریش	مصعب الزبیری

(ق)

قرب الاسناد	عبداللہ بن جعفر الحمیری

(ل)

لباب الانساب	ابوالحسن ظہیر الدین علی بن فندق البیہقی

(م)

مدارج النبوۃ	عبدالحق محدث دہلوی
مراۃ الانساب	الاستاذ محمد ضیاء الدین العلوی
مدرک الطالب فی نسب آل ابی طالب	سید قمر عباس الہمدانی
مناسک حج	آیت اللہ یوسف صانعی
مروج الذہب	مسعودی
منتہی الآمال	شیخ عباس قمیؒ
معارف و معاریف	سید مصطفیٰ حسینی دشتی
مراۃ الحرمین	میرزا عبدالرسول منشی

مزار آمنہ کی بے حرمتی دیکھ کر آنسو نکل گئے — محمد سرور قادری گوندلوی

ماہنامہ رضائے مصطفیٰ

مصباح اللغت، عربی ر اردو

معجم البلدان — شہاب الدین یاقوت

مسالک الحنفاء — قسطلانی

مجمع الزوائد — نور الدین ہیثمی

مناسک حج — آیت اللہ یوسف صانعی

کتب اشعار

(۱)۔ نقوش رسول نمبر

(۲)۔ ہفت روز میرٹھ میلہ

(۳)۔ بہر زماں بہر زباں، نور احمد میرٹھ

(۴)۔ کلید جنت

(۵)۔ میرا اثاثہ

(۶)۔ اوراق کربلا

(۷)۔ معراج سخن

SABEEL E SAKINA
PAKISTAN
W: www.ziaraat.com
P: +92 (0) 333 3589 401 (KHI)
+92 (0) 321 4664 333 (LHR)
@: webmaster@ziaraat.com
fb.com/ziaraatdotcom.official
: +92 (0) 348 8640 778
ISBN: 978-969-720-015-3